شریکۃ الحسینؑ

سوانح، شخصیت اور کارنامے

پروفیسر سید فضل امام رضوی

شریکۃ الحسینؑ

(سوانح ، شخصیت اور کارنامے)

پروفیسر سیّد فضلِ امام رضوی

ڈی۔لٹ

فاضلِ علوم مشرقیہ و مغربیہ

© جملہ حقوق بحق مؤلف کتاب ہٰذا محفوظ

۱ • بار اوّل : فروری ۱۹۹۶ء بمطابق رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ

• تعداد : ۱۰۰۰ (ایک ہزار)

• ناشر : مولانا سید شمس الحسن، ممتاز الافاضل
(ایم اے، اُردو، فارسی)

• کتابت : سید محمد خورشید جمیل

• ھدیہ : ساٹھ روپئے (۶۰ روپئے)

• طباعت : سرسوتی آفسیٹ، الہ آباد

ملنے کے پتے:

۱۔ دانش کدہ، موضع و ڈاکخانہ۔ مچھلی گاؤں، ضلع فیض آباد

۲۔ دانش محل، امین الدولہ پارک، لکھنؤ

۳۔ دانش کدہ، جعفریہ کالونی، محلہ مفتی گنج (نزد جھاڑ باغ) لکھنؤ

۴۔ عباس بک ایجنسی، رستم نگر، درگاہ حضرت عباس، لکھنؤ

۵۔ حسین ساہو بک سیلرز، رانی منڈی، الہ آباد

۶۔ درگاہ حضرت عباس، دریا آباد، الہ آباد

۷۔ حیدری کتب خانہ، ۱۵/۱۴ مرزا علی اسٹریٹ، امام باڑہ روڈ، بمبئی ۹

: ، :

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ

○ ابتدائیہ

تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ بہت سے اہم ترین کرداروں کے متعلق بھی مواد اور تفصیلات نہیں مل پاتی ہیں۔ حضرت زینبؑ کے متعلق بھی بہت کم معلومات کتب تاریخ و سیر پیش کر پاسکی ہیں۔ یہ بھی اکثر ہوتا ہے کہ اس طرح کے تاریخی کرداروں کے ذیل میں کچھ اور نام کہیں نہ کہیں سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ جس سے تاریخی مغالطے پیدا ہو جاتے ہیں۔ "زینب" نام کے سلسلے میں تین نام مل جاتے ہیں جس سے شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے رہے ہیں اور صحیح طور پر فیصلہ کرنے میں لوگوں کو دشواریاں پیش آتی ہیں۔ نام کی اس وحدت کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

- ایک زینب، بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس زوجہ ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس تھیں۔ خاندان عباسی میں مشہور تھیں۔ عہد مامون رشید میں ان کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ ان کی نسل بھی "زینبی" کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر علی بن علی بن طراد محمد زینبی نقیب الاشراف وزیر مسترشد۔ یہ زینب بنت سلیمان کی نسل سے تھے۔

- دوسری زینب، زوجۂ ابراہیم امام اُمّ محمدؑ بن ابراہیم بن محمد تھیں۔
- تیسری زینبؑ، بنت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔

"زینب" اور "زینب" کی نسبت بھی لوگوں کو اشتباہ ہوا ہے۔ مثال کے طور پر ابو عبداللہ محمد بن رازی "زنبی" ہیں، "زینبی" نہیں۔

اسی طرح کے تسامحات کے نتیجے میں بعض مورخین نے بے بنیاد قصے، حکایات اور غیر استدلالی داستانیں گڑھ ڈالی ہیں جس سے بہت سی غلطیاں اور گمراہیاں راہ پا گئی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت ام کلثوم اور حضرت سکینہ کے ذیل میں نام کی وحدت کی وجہ سے بہت سے راویوں اور تاریخ نگاروں کو ٹھوکریں کھانی پڑی ہیں۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ بعض پڑھے لکھے لوگ بھی ان غلطیوں کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے اصرار کرتے رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقل کا استعمال ہی کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور بغیر سوچے سمجھے اندھی تقلید میں جھوٹی اور گمراہ کن روایتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کب لوگوں کو تاریخی دیانت داری سے کام لینے کی توفیق حاصل ہوگی۔ بہر کیف فاضل محقق علامہ سیوطی نے انصاف سے کام لیا ہے اور علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "العجاجۃ الزرنبیہ فی السلالۃ الزینبیہ" میں واضح طور پر تحریر کیا ہے:۔

"حضرت فاطمۃ الزہرا کے بطن سے امیر المومنین سے حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ و ام کلثومؑ و محسنؑ ہیں۔ محسنؑ مردہ پیدا ہوئے۔ حسنؑ و حسینؑ سے ایک پاکیزہ نسل کا سلسلہ چلا۔ ام کلثومؑ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت زینبؑ کا ان کے چچا کے بیٹے عبد اللہ بن جعفر سے عقد ہوا۔ اور ان سے علیؑ و عونؑ اکبر، عباسؑ و جعفرؑ و ام کلثومؑ کی ولادت ہوئی۔ عبد اللہ کے صلب اور حضرت زینبؑ کے بطن سے بے شمار لوگ موجود ہیں۔"[1]

شریکۃ الحسینؑ حضرت زینبؑ کی انفرادیت اور عظمت تاریخ کے صفحات پر نمایاں ہیں۔ بہت سی خواتین نے حضرت زینبؑ بننے کا دعویٰ کیا۔ مگر وہ سب کی سب جھوٹی ثابت ہوئیں۔ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام (۲۲۰ھ) کے عہد میں ایک عورت نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ زینبؑ بنت علیؑ ہے۔ غالباً یہ عورت بنی کلب کے قبیلہ کی تھی۔ متوکل عباسی کی سلطنت تھی۔ اس کے دربار میں یہ معاملہ پیش ہوا۔ متوکل عباسی نے کہا کہ زینبؑ

---

[1] بحوالہ۔ کربلا کی شیر دل خاتون (ص ۷۲، ۷۳) مقدمہ از علامہ کامون پوری۔

بنت علی کو بہت عرصہ گزرا، لگ بھگ ڈیڑھ سو۱۵۰ سال گزر گئے۔ تم تو ابھی نوجوان ہو۔ اس نے کہا مجھے رسول اللہ ؐ نے دعا دی تھی، اس کا اثر ہے۔ ہر پچاس سال کے بعد میں جوان ہو جاتی ہوں۔ آلِ ابو طالبؑ کے نمایاں لوگوں کو بلایا گیا۔ فتح بن خاقان نے بادشاہ سے کہا کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو بلایا جائے وہ مناسب فیصلہ دیں گے۔ امام محمد تقیؑ نے فرمایا کہ اولاد علیؑ کی ایک شناخت یہ ہے کہ درندوں پر اولاد علیؑ و فاطمہؑ کا گوشت حرام ہے۔ اسے درندوں میں بھیج دو۔ اگر سچی ہے تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ وہ لائی گئی تو کہا کہ مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ اپنی سواری پر بیٹھی اور یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ "میں جھوٹی زینب ہوں۔ زینبؑ صدیقہ طاہرہ نہیں ہوں" ایک روایت میں ہے کہ درندے اس عورت کو کھا گئے۔ یہ واقعہ قاضی علی محسن (۳۲۰ھ تا ۳۸۴ھ) کے عہد میں بھی دہرایا گیا۔ ابو القاسم نے کہا کہ ایک عورت نے بنت علی ہونے کا دعویٰ کیا۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ "اولاد فاطمہؑ کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ اگر درندے اسے کھالیں گے تو اس کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ عورت نے پہلے تو اس خبر کی صحت سے انکار کیا اور امام علیہ السلام سے کہا کہ پہلے وہ خود درندوں میں جاکر اس حدیث کی صحت کا ثبوت فراہم کریں۔ اس واقعہ پر ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا ہوگیا۔ حضرت امام علیہ السلام درندوں میں چلے گئے۔ درندوں نے امام علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کی، قدموں میں گر پڑے۔ جب عورت درندوں میں ڈالی گئی تو درندوں نے مل کر اسے پھاڑ ڈالا اور وہ "زینب کذابہ" مشہور ہوگئی۔" [۱]

حضرت زینبؑ سے متعلق جو کتابیں اب تک عربی، فارسی، اردو اور انگریزی میں لکھی گئی ہیں۔ ان کی تفصیل کتابیات میں شامل ہے۔ لیکن میرا یہ خیال ہے کہ ابھی تک شریکۃ الحسین، ثانیٔ زہرا حضرت زینب صلوٰۃ اللہ علیہا پر کوئی ایسی کتاب اردو میں منصۂ شہود پر نہیں آسکی ہے جو تحقیقی اور تاریخی اعتبار سے پایۂ استناد کی حامل ہوتی

۱۔ ابو المفرج بعد الشدۃ۔ قاضی ابو المحسن تنوخی، مطبوعہ مصر ۱۹۳۸ء، بحوالہ شیردل خاتون۔ (از مقدمہ علامہ کاموں پوری، ص ۶۵، ۶۶، ۶۷)

اس حقیر تالیف کے ذریعہ اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ثانی زہراؑ جیسی عظیم شخصیت کے کردار و عمل کے مختلف گوشے معتبر حوالوں سے پیش کئے جاسکیں اور ان کے مفصل خطبات مع تراجم شامل کر دئے جائیں۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ آلِ محمدؐ کے ذیل میں تاریخ اسلام نہایت معاندانہ اور مجرمانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہے۔ زیادہ تر سلاطین اور حکمرانوں کے واقعات تفصیل سے درج کئے گئے ہیں۔ دراصل واقعۂ کربلا تاریخ اسلام کا ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم کا ایک عظیم اور اہم ترین واقعہ ہے۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ بعض مشہور مورخین نے بھی اس واقعہ کو ضمناً پیش کیا ہے۔ اس انداز سے تاریخ کتب و سیر تحریر کرنے کے دو واضح اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اکثر مورخین و مصنفین کا تعلق ایسے مکتبۂ فکر سے تھا اور ہے جو آلِ محمدؐ سے کوئی انسیت یا شغف نہیں رکھتے۔ دوسرے یہ کہ بعد وفات سرور کائناتؐ جو تاریخ اسلام کی نازک صورت حال ہمارے سامنے ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آلِ محمدؐ کا نام لینا ہی جرم و پاداش کا سبب بن جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں کس کو پڑی تھی کہ اپنی جان، مال اور عزت و آبرو کو خطرے میں ڈال کر میثمیؓ انداز اور غفاریؓ تیور سے کام لیتا۔ لیکن اس قید و بند کے باوصف اہلِ بیت حضرات اور آلِ محمدؐ کی فضیلتیں اور عظمتیں شدید سے شدید ترین دشمنوں کے قلم سے بھی چھپ نہیں سکی ہیں۔

یہ مختصر کاوش تاریخ اسلام اور واقعہ کربلا سے دلچسپی رکھنے والوں کی خدمت میں پیش ہے۔ کوشش اس بات کی ہے کہ اس کے ذریعہ شریکۃ الحسین حضرت زینبؑ کے حیات طیبہ کے حالات اور ان کی شخصیت کے گوناگوں جہات، استدلالی انداز اور معیار سے پیش کئے جائیں۔

اللہ عز و جل سے دعا ہے کہ یہ حقیر کاوش بارگاہِ شریکۃ الحسینؑ حضرت زینبؑ میں قبول ہو اور میرے والدین مرحومین کی مغفرت کا سبب بن سکے۔ ساتھ ہی

میرے لئے زادِ آخرت کا کام دے۔ آمین

آخر دعوٰنا الحمدُ للہ ربّ العالمین والصلوٰۃُ والسلامُ علیٰ محمدٍ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین۔

خاکپائے محمدؐ وآلِ محمدؐ وغلامانِ محمدؐ

سید فضل امام رضوی

۱۰۔ اے/۱، بینک روڈ

الہ آباد (اترپردیش)

۲۲ نومبر ۱۹۹۵ء

فہرستِ عناوین

نمبر شمار			صفحہ نمبر
۱	:	ابتدائیہ	۳
۲	:	جائزہ (۱)	۹
۳	:	جائزہ (۲)	۱۵
۴	:	اسم مبارک، کنیت اور القاب	۱۸
۵	:	تاریخ ولادت	۳۰
۶	:	پدر بزرگوار اور والدۂ ماجدہ	۳۲
۷	:	تعلیم و تربیت	۳۵
۸	:	تزویج اور اولادیں	۳۹
۹	:	فضائل و مناقب	۴۵
۱۰	:	حضرت زینبؑ کبریٰ اور حضرت امام حسینؑ کی الفت باہمی	۵۶
۱۱	:	شریکۃ الحسینؑ قبل شہادتِ عظمیٰ	۶۶
۱۲	:	شریکۃ الحسینؑ بعدِ شہادتِ عظمیٰ	۸۴
۱۳	:	حاصل کلام	۱۲۸
۱۴	:	حضرت زینبؑ و حضرت ام کلثومؑ کے خطبات، ارشادات، مراثی اور زیارت مبارکہ مع تراجم۔	۱۳۷
۱۵	:	تقویم واقعات متعلقہ	۱۷۱
۱۶	:	کتابیات	۱۷۳

○ جائزہ (۱)

ابتدائے آفرینش سے یہ مسلّم حقیقت رہی ہے اور یہ خاک جس سے آدم و حوّا کا خمیر بنا ہے۔ اس میں دو طرح کی نزاکت و قوت شامل ہے۔ قوت و طاقت مرد کے حصّے میں ہے۔ کمزوری اور ضعف عورت کا مقدر ہے۔ مرد جلال کا آئینہ دار بنتا ہے اور عورت جمال کی صفت سے متصّف ہے۔ لیکن مرد کو کسی طرح سے عورت پر فوقیت نہیں حاصل ہے اور نہ تو عالمِ امکانات میں عورت کو ہی مرد پر تفوّق حاصل ہے۔ یہ سچ ہے کہ ان دونوں اصناف کی خصوصیات اور جواہر جُدا جُدا ہیں۔ عورت کی صفت اس کی عفّت، عصمت ہُنر اور شعور ہے تو مرد کا جوہر دلیری، بہادری، علم اور کمال ہے۔ بقول شاعرِ آلِ محمدؐ حضرت نسیم امروہوی :-

یہ فکر ہے وہ تفکّر، یہ ذہن ہے وہ ذہین
یہ عشق ہے تو وہ عاشق، یہ حُسن ہے وہ حسین
یہ ہے مکان کی زینت، وہ زینتوں کا مکیں
یہ ہاجرہ وہ مہاجر، یہ آمنہ وہ امین

یہ گو عمل میں ادھوری ہے اور وہ سارا ہے
مگر یہ مصحفِ تخلیق ہے وہ پارا ہے

یہ جانِ عظمتِ ماضی وہ شانِ صورتِ حال
یہ دل وہ عقل یہ جذبہ وہ حس یہ قال وہ حال
یہ شاعری کی لطافت وہ فلسفے کا کمال
یہ حور ہے وہ فرشتہ، جو خوب ہوں اعمال

یہ مصلحت ہے خدا کی وہ مدّعا کُن کا
یہ مومنین کی ماں ہے وہ باپ ہے اُن کا

قناعت اس کی صفت اکسبِ زر پہ اس کی نظر
یہ فالِ نیک وہ تدبیر و عزم کا پیکر
مگر یہ دونوں کے جذبے میں فرق ہے یکسر
کہ مامتا کو فضیلت ہے ہر محبّت پر

کھُلے گا زن کا شرف حشر کے قیام کے ساتھ
پکارے جائیں گے جب لوگ ماں کے نام کے ساتھ

دراصل اسی روش پر نظامِ کائنات قائم ہے اور مرد و زن راہ حیات میں گام بہ گام رواں دواں ہیں۔ لیکن عورت کا وصفِ خاص اس کی مامتا اور بچے کی پرورش ہے شیر مادر سے ہی رسول، امام، نبیؑ اور ولی پلے اور بڑھے ہیں اور ماہرین نفسیات نے یہ طے کر دیا ہے کہ جس میں حُسن ظن نہیں بلکہ وصف زن آشکار ہے علوئے نفس انسانی کا معیار شیر مادر ہے۔ اگرچہ کہ عورت نرم، نازک اور کمزور ہے مگر اس کی جلالتوں کے سامنے پہاڑ بھی چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ بقول نسیم امروہوی :-

وہ نرم و نازک و کمزور ہے، یہ صنفِ جلیل
کہ پنکھڑی سے بھی گل کی پڑے بدن پر نیل
مگر کہیں کوئی ناموس میں اگر ہو دخیل
تو شیرنی سے نہیں کم پھر اس کی چشم جمیل

مصیبتوں میں غضب پر شکوہ بن جائے
پہاڑ غم کے جو ٹوٹیں تو کوہ بن جائے

قدم قدم پہ یہاں مضطر آہیں بدر و حنین
یہ سب ہیں فتح جو عورت کا عزم ہو مابین

حسین علیہ السّلام کو حاصل تھا۔

"اسرار الشہادۃ" میں عامر شیبی کی روایت ہے کہ اہل بیت رسولؐ جب ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوئے تو سب کے چہرے کھُلے تھے اور سب بے مقنع و چادر تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ ــــ "قبل دخلت زینبؑ بنت علیؑ، ابن زیاد وھي تستر وجهها بكمها لان قناعها اخذ منها"

ترجمہ:۔ "جب ابن زیاد کے دربار میں حضرت زینبؑ تشریف لے گئیں تو اپنے چہرہ کو آستین سے چھپائے تھیں۔ کیونکہ مقنع چھین لیا گیا تھا۔"

فاضل دربندیؒ رقم طراز ہیں کہ اہل بیت اطہار نے ہر وقت احکام شرع کا لحاظ رکھا۔ مقنع و چادر کے غیاب میں یہ بیبیاں یقیناً اپنے بالوں سے اپنے چہرے کو چھپائے رکھا۔

"بحر المصائب" میں ہے کہ حضرت زینبؑ نے خطبہ ختم کرنے کے بعد بھی اہل کوفہ کی قدح و ملامت کی اور ایک موقع پر فرمایا:۔

"اے قوم مجھے اندیشہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ تم پر بلائیں نازل فرمائے گا۔ اس کا عذاب تم پر وارد ہوگا اور وہ تم کو بُری طرح ہلاک کرے گا۔ پس تم غضب رحمٰن اور دوزخ کی آگ کی تیزی اور شدت سے ڈرتے رہو۔ تم کو اللہ عز و جل کے سامنے جانا ہے۔ آگاہ ہو کہ بہت سے اُمم ماضیہ ہلاک ہو گئے جن میں ایک اہل ارم بھی تھے۔"

حضرت زینبؑ نے اہل ارم کا بطور خاص اس لئے نام لیا ہے کہ یہ قوم اپنی بد اعمالیوں کے بعد بھی اپنے مقاصد اور مطلوب کو حاصل نہیں کر سکی اور ہلاک ہو گئی۔ یہی حال کوفیوں اور قاتلان حسین کا ہوا۔

"ابو اسحٰق اسفرائینی"[1] رقم طراز ہیں کہ سر مقدس امام حسین علیہ السّلام سے ایک عمود نور ساطع تھا جو زمین سے آسمان تک ملا ہوا نظر آتا تھا اور حاملان سر، شب تاریک میں اس نور کی روشنی سے راستہ دیکھ سکتے تھے۔ جب اہل کوفہ کو اہل بیت رسولؐ

---

[1] کتاب نور العین ــ ابو اسحٰق اسفرآئینی۔

کے کوفہ پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو یہ لوگ لباس فاخرہ پہن کر گھروں سے نکلے اور کوچہ و بازار میں اہل بیت رسولؐ کے اس لٹے ہوئے قافلے کے منتظر رہے۔ تھوڑی دیر بعد اونٹ نمودار ہوئے اور حریم حسینؑ پہنچ گئے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے تماشائیوں کا ہجوم ملاحظہ فرماکر چند دردناک اشعار پڑھے جن کو سُن کر لوگ رونے لگے۔ تماشائیوں نے بچوں کو خرمہ روٹی دینا شروع کیا تو حضرت اُمّ کلثومؑ نے انھیں منع کیا اور فرمایا ــــ "یا اھل کوفہ حجر فی داس من یتصدّق علینا" (پتھر پڑے اس پر جو ہم کو صدقہ دیتا ہے۔) اور پھر فرمایا ــــ "غضّوا البصاد کم عنّا" (ہماری طرف سے آنکھیں نیچی کر لو۔) اور جب اہل کوفہ کی عورتیں زار و قطار رونے لگیں تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا :ــــ

"وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ کی عورتو! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ اب تمہاری آنکھیں ہمارے لئے رو رہی ہیں؟ خدائے عزّ و جل روزِ قیامت ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ خدا کی قسم اس دنیا میں اللہ کی نصرت ہم کو اس لئے حاصل نہیں ہوئی کہ نعیم آخرت سے ہم مستفیض ہوں اور آخرت میں مقاماتِ عالیہ و رفیعہ ہم کو حاصل ہوں اور تم عنقریب جہنّم میں ڈالے جاؤ گے۔ افسوس ہے تم پر کیا تم جانتے اور سمجھتے ہو کہ کس کا خون تم نے بہایا اور کس کے گوشت کے تم نے ٹکڑے ٹکڑے کئے۔"

تواریخ میں ہے کہ جب ابن زیاد علیہ اللعن کو معلوم ہوا کہ اہل بیت اطہار کوفہ پہنچ گئے ہیں تو اس ملعون نے دربار کو آراستہ کیا جس میں خاص و عام کو شرکت کی اجازت دی گئی اور حکم دیا کہ سب لوگ جمع ہو جائیں تو سرہائے شہداؑ کو بلالائے جائیں اور سراقدس حضرت سید الشہداء علیہ السّلام طشت طلا میں اس ملعون کی کرسی کے پاس رکھا جائے اور اس کے بعد اہل بیت رسولؐ کو دربار میں داخل کیا جائے۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن زیاد کے دربار میں اہل بیت رسولؐ کسی طرح جانے کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ طوعاً و کرہاً داخل ہوئے اور حضرت زینبؑ ایک گوشہ میں تھیں اور کنیزوں نے آپ کے اطراف

حلقہ باندھ لیا۔ تاکہ حاضرین دربار کی نظروں سے آپ مخفی رہیں۔ ابن زیاد علیہ اللعن والعذاب خادمات سے مخاطب ہوا اور پوچھا کہ یہ کون ہے جس کو تم نے حلقہ میں لیا ہے۔ کنیزوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اس شقی نے پھر پوچھا اور کچھ جواب نہ پایا تو اس کے کسی خادم نے کہا کہ یہ زینبؑ بنت علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ یہ سُن کر ابن زیاد آپ سے مخاطب ہوا اور کہا۔۔۔ "خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو قتل اور رسوا کیا اور تمہارے غلط دعوے اور جھوٹ کو آشکار اور ظاہر کر دیا۔" حضرت زینبؑ نے اس ملعون کو جواب دیا:-

"الحمد للّٰہ الذی اکرمنا بنبیہٖ محمدؐ وطھرنا من الرجس تطھیرا انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر وھو غیرنا"

ترجمہ:- "خدا کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو بزرگی اور کرامت عطا کی اپنے نبی محمد مصطفےٰؐ کی وجہ سے اور پاک کیا ہم کو ہر نجاست و ناپاکی سے جو پاک کرنے کا حق ہے۔ تحقیق کہ عنقریب فاسق رسوا اور ذلیل ہو گا اور فاجر جھوٹا ہے اور ہم ان لوگوں میں نہیں وہ ہمارے سوائے دوسرے ہیں۔")

ظالم ابن زیاد نے پھر کہا۔ "کیف رائت صنع اللّٰہ من اخیک الحسین" (تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے بھائی حسینؑ سے کیا سلوک کیا۔) حضرت زینبؑ نے انتہائی جلال میں فرمایا۔۔۔ "ما رائت الا جمیلا ھولا قوم کتب اللّٰہ علیھم القتل فبرزوا الی مضاجعھم ولیجمع اللّٰہ بینک وبینھم وتتحاجون وتتخاصمون عندہ وان لک یا ابن زیاد موقفا فاستعد لہ جوابا وانی لک بہ فانظر لمن الفلج یومئذ ثکلتک امک یا ابن مرجانہ"

ترجمہ:- "میں نے سوائے نیکی اور خیر کے کوئی چیز خدا کی جانب سے نہیں دیکھی۔ اب رہا میری قوم، تو خدا نے شہادت ان کے لئے مقسوم فرمائی تھی اس لئے وہ لڑے شہید ہو گئے اور اپنی خوابگاہوں کو پہنچ گئے۔ لیکن اے زیاد کے بیٹے! اللہ تجھ کو اور ان کو ایک جگہ جمع کرے گا۔ جہاں تم سب حجت بحث کرو گے اور مخاصمہ کرو گے۔ اے پسر زیاد! تیری

ماں تیرے غم میں روئے۔ تجھے ایک دن خُدا کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ پس اس دن کے لئے تیار رہ اور خوب سمجھ لے کہ اس روز کامیابی کس کی ہوگی۔"

حضرت زینبؑ کا یہ جواب سُن کر ابن زیاد ملعون اس قدر برہم ہوا کہ اس بے حیا نے آپ کے قتل کا حکم دیا۔ ایک شخص عمرو بن حریث جو اس کے قریب بیٹھا تھا کہا کہ "اے ابن زیاد یہ عورت ہیں اور عورت کے کلام کا مواخذہ نہیں کیا جاتا اور اس طرح انتقام نہیں لیا جاتا۔" ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابن حریث نے کہا، "اب تجھ میں اتنی غیرت اور حمیت بھی باقی نہیں رہی کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے لگا۔"

بہر حال ابن حریث کی گفتگو کا اس شقی پر اثر ہوا اور حضرت زینبؑ کے قتل سے باز آیا۔ لیکن پھر حضرت زینبؑ سے مخاطب ہوا اور اپنی زبان کے نجس نشتر سے آپ کے قلب حزیں کو مجروح کرنے لگا۔ حضرت زینبؑ نے ابن زیاد کو اس کے بھرے دربار میں جو دندان شکن جواب دیئے وہ تاریخ حق و صداقت کا گراں قدر باب ہے۔ حضرت زینبؑ کا وہ خطبہ جو آپ نے ابن زیاد کے دربار میں انتہائی جلال و کمال کے ساتھ فرمایا ہے آج بھی صدائے حق کے احتجاجی انداز کا سرنامہ اور سرمایہ ہے۔ اس خطبہ اور دیگر خطبات کو ضمیمہ کے طور پر علیحدہ سے شامل کیا جا رہا ہے۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے ملاحظہ فرمایا کہ ابن زیاد علیہ اللعن اپنی گستاخی اور سخت کلامی سے حضرت زینبؑ کی دل آزاری کر رہا ہے تو آپ سے بالآخر صبر نہیں ہو سکا اور آپ نے اس شقی کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"یا ابن اللئام الیٰ تھتک عمتی وتعرفھا من لا یعرفھا قطع اللّٰہ یداک وَرجیلک۔"

ترجمہ:۔ "اے لئیم کے بیٹے تو کب تک میری پھوپھی کی ہتک حرمت و عزت کرے گا اور جو لوگ ان سے واقف نہیں ہیں انھیں اس طرح واقف کراتا رہے گا۔ خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے۔"

"امالی صدوق علیہ الرحمہ میں ابن زیاد کے حاجب کی روایت لکھی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابن زیاد نے مجھے حکم دیا کہ حضرت علی ابن الحسینؑ کو زنجیروں سے خوب جکڑ دیا جائے اور ان کو اور سب عورتوں کو قید خانہ میں داخل کر دیا جائے۔ اس حکم کی تعمیل میں نے کی۔ جب ان قیدیوں کو میں زندان لے جا رہا تھا تو دیکھا کہ جن مقامات سے ان کا گزر ہوتا تو لوگ ان کی حالت زار دیکھ کر روتے اور منہ پیٹتے تھے۔ بہرحال اہل بیت زندان میں داخل کر دیئے گئے اور در زندان مقفل کر دیا گیا اور نگہبانوں کو تاکید کر دی گئی کہ ان قیدیوں پر سخت نگرانی کریں اور ان سے کسی قسم کی نرمی نہ کریں۔"

اہل بیت کی قید سخت ترین تھی۔ ان مقدس ہستیوں کو باہر آنے کی اجازت نہ تھی۔ اور نہ کوئی باہر سے اندر داخل ہو سکتا تھا۔ آب و طعام اس قدر کم مقدار میں دیا جاتا تھا کہ بچے بڑے بھوک اور پیاس کی شدت سے تلملاتے اور بلبلاتے رہتے تھے۔

اس باب میں اختلاف ہے کہ اہل بیت کوفہ میں کتنے روز رہے۔ عام طور سے کتب تاریخ و سیر میں یہ ملتا ہے کہ اہل بیت رسولؐ تیرہویں محرم کو کوفہ پہنچے۔ اس کے بعد ابن زیاد علیہ اللعن نے یزید علیہ اللعن والعذاب کو خط لکھا جس میں حضرت امام حسینؑ کی شہادت اور اہل بیت رسولؐ کی اسیری کے احوال لکھے۔ جب خط یزید ملعون کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے خاص مشیروں سے مشورہ کرنے کے بعد ابن زیاد لعین کو لکھا کہ سرہائے شہداء اور اہل بیت رسولؐ کو دمشق بھیج دیا جائے۔ ان کے ساتھ سوار اور پیادہ کی فوج رہے۔ اور اس فوج کا کوئی بہادر اور دلیر شخص افسر مقرر کیا جائے۔ تاکہ کوفہ سے دمشق تک کے راستے میں اہل قصبات و قبائل مزاحمت نہ کر سکیں۔ اگر کریں تو فوج مقابلہ کر سکے اور اہل بیت رہا نہ ہونے پائیں۔ جب یزید لعین کا خط ابن زیاد لعین کو موصول ہوا تو اس ملعون نے اسی کے مطابق عمل کیا۔ یزید کے ان تاکیدی احکام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ملعون خطرہ محسوس کرنے لگا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ حسین ابن علیؑ کا خون بہانا اور ان کے اہل بیت کو قید کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

معتبر روایت یہ ہے کہ ۱۱ محرم کی شام میں اہل بیت رسولؐ کوفہ میں داخل ہوئے اور چودھویں محرم کو ابن زیاد لعین نے یزید لعین کو خط لکھ کر روانہ کیا۔ یزید نے خط کا جواب دیا جو سولہ روز بعد ابن زیاد لعین کو موصول ہوا اور اس خط کے موصول ہونے کے تین روز بعد ابن زیاد لعین نے اہل بیت کی روانگی کے انتظامات مکمل کرا دیئے۔ اس خط کے ملنے کے بعد تین روز تک ابن زیاد لعین اہل بیت کی روانگی کے انتظامات میں مصروف رہا اور چوتھے روز اہل بیت رسولؐ کا قافلہ کوفہ سے شام روانہ ہوا۔ یہ قافلہ کربلا ہوتا ہوا شام گیا۔ یہ قافلہ کربلا میں ۱۸ صفر کو پہنچا اور یہاں دو روز قیام کیا اور ۲۰ صفر ۶۱ھ کو وہاں سے روانہ ہوا۔ ان روایات کی روشنی میں یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اہل بیت رسولؐ کا قیام کوفہ میں ایک مہینہ سات یوم رہا۔ اور یہ تمام زمانہ قید میں ہی گزرا۔

۱۸ صفر ۶۱ھ کو اہل بیت کوفہ سے شام کی طرف روانہ ہوئے اور اسی روز شام میں کربلا پہنچے اور دو روز قیام کیا اور ۲۰ صفر ۶۱ھ کو جانب دمشق روانہ ہوئے۔

بعض کتب مقاتل میں ملتا ہے کہ جب ابن زیاد لعین نے چند بہادر، بے دین سخت ترین دشمنانِ آل رسولؐ پر مشتمل سپاہیوں کا دستہ تیار کرایا اور انھیں مکمل طور پر مسلح کر کے قید خانہ پر بھجوایا۔ اہلِ بیت رسولؐ جو قید خانہ میں بحالت سوگواری اور پریشانی مقیّد تھے۔ فوج کے دستہ کا ہمہمہ اور شورش سُن کر خوف زدہ اور ہراساں ہو گئے۔ بچے ڈر کر رونے لگے اور ماؤں سے لپٹ گئے۔ لیکن ظالم و بے درد سپاہیوں نے اہل بیت اطہار کو اونٹوں پر سوار کر کے مثلِ اسرائے تُرک و دیلم کوفہ سے لے چلے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام، حضرت زینبؑ، حضرت ام کلثومؑ اور دوسری مخدرات عصمت و طہارت بوقت روانگی خلقت کا اژدہام و ہجوم، اپنا لٹا ہوا سامان اور شہدائے کرام کا سَر دیکھ کر اپنی بے چارگی اور دربدری پر گریاں و مغموم ہوئے۔

"ناسخ التواریخ" میں روایت ہے کہ جب اہل بیت رسولؐ منزل نصیبین پر پہنچے اور وہاں اترے تو سَرہائے شہداء ان کے قیام گاہ کے پاس رکھے گئے۔ حضرت زینبؑ کی نظران سَرہائے

بریدہ پر پڑی تو آپ نے فرمایا :۔

الشھر ما بین البریۃ عنوۃ — و والدنا اوحی الیہ جلیل

کفرتم برب العرش ثم نبیہ — کان لم یحسبکم فی الزمان رسول

لکم آلہ العرش یا سؤ امۃ — لکم فی لظیٰ یوم المعاد عویل

ترجمہ :۔ "(۱) کیا لوگوں میں ہماری اس بری طرح تشہیر کی جائے۔ حالانکہ ہمارے باپ (رسولؐ) کی طرف خدائے جلیل نے وحی بھیجی تھی۔

(۲) تم نے رب عرش اور اس کے نبیؐ کی تکفیر کی۔ گویا کہ تمہارے درمیان کبھی نبی آئے ہی نہ تھے۔

(۳) اے امت بد، خدا تمہارا برا کرے۔ تم روز حشر جہنم میں چیختے اور چلاتے پڑے رہوگے۔

جب قافلہ شہر قنسرین میں پہنچا تو یہاں کے لوگ جو شیعیان امیر المومنینؑ سے تھے مسلح ہو کر نکل آئے اور فوج کفار پر جو اہل بیت کو نرغہ میں لئے ہوئے تھی، حملہ کر دیا اور اس شہر میں ٹھہرنے نہیں دیا۔

جب شہر سیبور میں پہنچے تو اہل سیبور نے فوج شام کے دستہ پر حملہ کر دیا اور چند اشقیا کو واصل جہنم کیا اور حضرت ام کلثومؑ نے اہل شہر کے لئے دعائے خیر فرمائی۔

چند منازل طے کرنے کے بعد اہل بیت رسولؐ کا یہ قافلہ بعلبک پہنچا۔ اس شہر کے لوگوں نے اظہار مسرت و شادمانی کی۔ حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ نے ان پر نفرین کی۔

"صاحب طراز المذہب" لکھتے ہیں کہ اہل بیت طاہرینؑ نے اس سفر میں کوفہ سے دمشق تک کتنی منزلیں طے کیں، ان کے کیا نام تھے اور ان منازل پر کس بی بی نے کیا ارشادات فرمائے ان سب امور کے متعلق تواریخ و مقاتل میں مختلف روایات ہیں۔

مقتل ابو مخنف میں جو روایت ہے اس میں حسب ذیل تیرہ ۱۳ منازل درج ہیں۔

(۱) کوفہ سے کربلا (۲) کربلا سے قادسیہ (۳) قادسیہ سے موصل
(۴) موصل سے نصیبین (۵) نصیبین سے دعوات (۶) دعوات سے قنسرین
(۷) قنسرین سے معرہ (۸) معرہ سے بشیرز (۹) بشیرز سے سیبور
(۱۰) سیبور سے حماہ (۱۱) حماہ سے حمص (۱۲) حمص سے بعلبک
(۱۳) بعلبک سے دمشق

"ابی مخنف" کی روایت سے تیرہ منزلیں ہوتی ہیں۔ بعض تاریخوں میں بارہ[۱۲] منزلیں لکھی ہیں۔ بعض مورخین چوالیس[۴۴] منزلوں کا ذکر کرتے ہیں۔ لیکن منزلوں کے ناموں کی صراحت نہیں کی ہے۔

مفتاح البکا میں چوبیس منزلیں بتائی ہیں۔ صحیفۃ العابدین میں مولوی سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے انیس منزلوں کا تذکرہ کیا ہے اور نام بھی بتائے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ کربلا ۲۔ قادسیہ ۳۔ موصل ۴۔ تکریت ۵۔ وادی نخلہ ۶۔ شہر لبا
۷۔ دیرہ حیل ۸۔ نصیبین ۹۔ دعوات ۱۰۔ قنسرین ۱۱۔ مقبرۃ النعمان ۱۲۔ شیرز
۱۳۔ ارض سیبور ۱۴۔ حماہ ۱۵۔ حمص ۱۶۔ بعلبک ۱۷۔ دیر راہب ۱۸۔ حران
۱۹۔ دمشق

منازل کی تعداد جو کچھ بھی ہو۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ اس سفر میں اہل بیت رسولؐ کو بلا کی صعوبتیں، ایذائیں اور تکالیف سے گزرنا پڑا۔ اونٹوں کی سواری خود باعث تکلیف اور اذیت ہوتی ہے۔ مختصر سے سفر میں ہی زحمتیں ہوتی ہیں۔ اہل بیت اطہار کا یہ سفر تو تقریباً چھ سو میل کا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اشقیاء قافلۂ اہل بیت اطہار کو نامعلوم راستوں سے لے کر گئے تاکہ راستہ میں مزاحمت اور مخالفت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ ایک مقام پر منزل کرنے کا قصد رکھتے تھے۔ مگر جب ان کو یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ وہاں کے لوگ دوستان اہل بیت رسولؐ ہیں تو مزاحمت

کے اندیشہ سے راستہ کاٹ کر دوسری طرف سے نکل جاتے تھے اور اونٹوں کی رفتار تیز سے تیز تر کر دی جاتی تھی۔ جس سے مخدراتِ عصمت و طہارت، حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اور بچوں کو سخت ایذائیں اٹھانی پڑتی تھیں۔ بچے اونٹوں سے گر جاتے تھے اور جاں بحق ہو جاتے تھے۔

کوفہ سے دمشق تک کا سفر کتنے دن میں طے ہوا اُس کے متعلق بھی راویوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات سے چالیس۴۰ روز میں طے ہونے کا ذکر ملتا ہے۔

اہل بیت رسولؐ، دمشق کس تاریخ کو پہنچے اس میں بھی راویوں میں اختلاف ہے۔ کامل بہائی میں روز چہار شنبہ ۱۶ ربیع الاوّل درج ہے۔ بعض روایات سے روز چہار شنبہ ۲۷ محرم الحرام ملتا ہے۔ ۲۷ محرم کی تاریخ مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ ۱۱ محرم کو عمر ابن سعد کربلا سے اہل بیت کے قافلہ کو کوفہ کے لئے روانہ کرتا ہے۔ اہل بیت رسولؐ ۱۸ صفرالمظفر تک زندان کوفہ میں رہے۔ جب ابن زیاد کے خط کے جواب میں یزید کا خط ابن زیاد کو ملا تو ۱۷ یا ۱۸ صفر کو اہل بیت اطہار کوفہ سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے کوفہ سے اہل بیت رسولؐ کربلا آئے اور ۲۰ صفر تک رہے۔ مجلس عزا برپا کی اور ۲۰ صفر کو کربلا سے روانہ ہوئے۔ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں کہ اونٹوں کی سواری سے کربلا سے دمشق تک کا چھ سو میل کا سفر سات روز میں طے ہو گیا ہو۔

طبری کی روایت ہے کہ یکم ربیع الاوّل کو علی الصباح اہل بیت کا قافلہ واردِ دمشق ہوا۔ اور بنی امیہ نے اس دن یعنی یکم ربیع الاوّل کو "یوم العید" قرار دیا۔ لیکن ہمارے خیال میں ۱۶ ربیع الاوّل سنہ ۶۱ھ کی تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ صاحب طراز المذہب نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

طراز المذہب میں روایت ہے کہ جب ابن زیاد کی فوج اہل بیت کو لئے ہوئے دمشق سے چار فرسخ فاصلے پر پہنچی تو یہاں ٹھہر گئی اور ایک جگہ اہل بیت رسولؐ کو اتار دیا گیا۔ اور شہر میں داخل ہونے کی یزید سے اجازت طلب کی گئی۔ یزید علیہ اللعن نے ایک دن مقرر کیا

اور اس دن اہل بیت کو دمشق لانے کا حکم دیا۔ جس روز اہل بیت رسولؐ کا دمشق میں داخلہ ہوا تو اہالیان شہر بڑے اژدہام، احتشام اور آلات لہو ولعب وفسق وفجور کے ساتھ شاداں وخرماں اہل بیت رسولؐ کا تماشہ دیکھنے جمع ہوئے۔ البتہ چند عاقل وغیور لوگوں نے اہل بیت اطہار، عترت رسولؐ اور دختران حیدرؑ کرار کی حالت زار پر نالہ وگریہ کیا۔ لکھا ہے کہ اہل شہر اہل بیتؑ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ بچوں اور بیبیوں کو کھانے کی چیزیں دیتے تھے اور حضرت زینبؑ ان لوگوں کو دور کرتیں اور صدقہ دینے سے روکتی تھیں اور فرماتی تھیں ـــــ "وَیحکم ایها القوم الظالمون اما تستحیون من الله العظیم ولا تخافون ـــــ" (ترجمہ:۔ افسوس ہے تم پر اے قوم ظالمون، کیا تم خدا سے شرماتے اور ڈرتے نہیں۔)

کتب اخبار میں ہے کہ جب اہل بیت رسولؐ شہر دمشق میں داخل ہونے لگے تو حضرت زینبؑ اور بہ روایتے دیگر حضرت ام کلثومؑ نے شمر ملعون سے فرمایا ـــــ "اذا دخلت بنا البلد فاحملنا فی درب قلیل النظارة وتقدم الیهم وقل ان یخرجوا هذه الرؤس من بین المحامل وینحوها عنا فقد خزینا من کثرة النظر الینا ونحن فی هذه الحالة۔" (ترجمہ،۔ جب ہم کو شہر میں داخل کیا جائے تو ایسے دروازے سے لے چل جہاں لوگوں کا ہجوم کم ہو اور ان لوگوں سے کہہ دے کہ سرہائے شہدا محملوں سے دور رکھے جائیں۔ ہماری بہت تشہیر ہو چکی ہے اور ہماری حالت زبوں ہو گئی ہے۔)

شمر ملعون نے حضرت زینبؑ کے اس ارشاد کی پرواہ نہیں کی اور اس کے برخلاف عمل کیا اور ایسے دروازے سے داخل کیا جہاں مجمع کثیر تھا اور سرہائے شہدا کو محملوں سے قریب کرا دیا۔

سہل کی روایت ہے کہ اس کا ایک نصرانی دوست مجمع میں اس وقت اس کے قریب تھا۔ یہ نصرانی بیت المقدس جانے کے لئے دمشق آیا تھا اور اپنے زیر جامہ تلوار حمائل کئے تھا۔ خدا نے اس کے دل کی آنکھوں میں بصیرت وروشنی عطا کی۔ جب اس نے سر مقدس

اِک امتحانِ رضا و قضا ہیں یہ کونین
رضا کا نام ہے زینبؑ، قضا کا نام حسینؑ

گِنو تو نفس کے بھی فضائل جو ان کے گِنتا ہیں
وہ ضبطِ نفس ہیں، یہ نفسِ مُطمئنہ ہیں

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ خواہ عورت ہو یا مرد اس کے کردار کی تعمیر و تشکیل میں وراثت اور ماحول کا بھی اہم رول رہتا ہے۔ عہدِ قدیم سے علمائے اخلاقیات نے جو نظریہ پیش کیا تھا اس میں استعداد اور طبیعت کی یکسانیت پر زور دیا جاتا رہا ہے۔ اور یہ کہا جاتا رہا کہ اصل میں "تربیت" کے نتیجے میں اختلاف اور انحراف پیدا ہوتا ہے لیکن عہدِ حاضر میں علم الاخلاق نے کروٹ لی اور اس نقطۂ نظر سے انحراف کرتے ہوئے یہ نتیجہ برآمد کیا کہ کوئی بھی فردِ بشر، عقل، جسم اور خلق کے اعتبار سے یکسانیت اور مماثلت نہیں رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ توام (TWINS) اولادوں میں بھی تفریق نمایاں رہتی ہے۔ وراثت بذاتِ خود کیا ہے؟ "ارث" کس طرح منتقل ہوتی ہے؟ اس ذیل میں جو تعریف کی گئی ہے وہ یہ کہ "خصوصیات کا اصل سے فروع کی طرف منتقل ہونا، اسی کا نام وراثت ہے۔"

ارشادِ سرورِ عالمؐ ہے کہ — "اَلوُدّ یتوارث والبُغض یتوارث" — یعنی محبت اور بغض و عناد جیسی صفات وراثت کے تعلق سے منتقل ہوتے ہیں۔ وراثت کے اثرات کے سلسلے میں عہدِ حاضر میں میڈیکل سائنس کی جدید تحقیق نے بہت حد تک کامیابی حاصل کر لی ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ خون کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔ بعض بیماریاں مثلاً "جذام اور تپ دق وغیرہ میراث میں بھی مل جاتی ہیں۔

موروثی صفات کے ساتھ اکتسابی صفات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص میں وہ موروثی صفات بھی ہوں اور کچھ ایسے صفات بھی اُس نے

حضرت سید الشہدار سے نور ساطع دیکھا اور آپ کو یہ آیت ــــ "ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون" (تم مت گمان کرو کہ خدا غافل ہے ظالموں کے افعال و کردار سے) تلاوت فرماتے سنا تو بے ساختہ کلمۂ شہادتین اس کی زبان سے جاری ہوا۔ ــــ اَشہدُ اَن لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللہُ وَحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہدُ اَنَّ مُحَمَّداً عبدہٗ وَرسولہٗ ــــ اور تلوار کھینچ کر قوم اشقیاء پر حملہ کر دیا اور ملاعین کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ فوج نے گھیر کر اسے شہید کر دیا۔ حضرت ام کلثومؑ نے سہل سے شور و غل کی وجہ دریافت فرمائی تو اس نے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا ــــ

"واعجبا النصاریٰ یحتشمون الدین الاسلاہ وامۃ محمد الذین یزعمون علیٰ دین محمدؐ یقتلون اولادہٗ ولسبون حایمۃ ولکن العاقبۃ للمتقین وَما ظلمونا ولکن کانوا انفسہم یظلمون ــــ"

ترجمہ:۔ (مقام حیرت ہے و تعجب ہے کہ عیسائی تو دین اسلام کی عزت و حرمت کریں لیکن امتِ محمدی جو خود کو دین و آئینِ محمدؐ کی پیرو سمجھتی ہے ان کی اولاد تو قتل کرتی اور ان کے اہل حرم کو قید کرتی ہے لیکن انجام متقین کے لئے ہے۔ ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے آپ پر ظلم کیا"

بروایت صدوق اور ابن بابویہ جب یزید ملعون کو اہل بیت کے دمشق پہنچنے کی اطلاع ہوئی تو اس ملعون نے حکم دیا کہ سب کو ایک ایسے مکان میں رکھا جائے جو مسقف نہ ہو۔ تاکہ دھوپ اور سردی سے محفوظ نہ رہیں۔ یزید نے جن الفاظ میں یہ حکم دیا ہے اس سے اس کی عداوت قلبی اور خاندان رسالتؐ سے شقاوت ازلی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یزید کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔ ــــ "لا یکفہن من حرٍ ولا یقمہن من برد حتیٰ تقشعر وجوھہن ــــ" (ترجمہ:۔ ایسے بے سایہ مکان میں رکھا جائے کہ دھوپ کی تپش اور سردی کے اثر سے محفوظ نہ رہیں۔ یہاں تک کہ ان کے چہرے کی کھال نکل آئے۔)

فاضل کاشفی نے ایک روایت درج کی ہے جس کے مطابق آلِ رسولؐ کو صبح کے وقت دمشق میں داخل کیا گیا۔ اس لئے کہ بالعموم صبح کے وقت اہل شہر کا ہجوم زیادہ ہوتا تھا۔ اہل بیت کو تمام دن شہر میں گشت کرایا گیا اور قریب غروب آفتاب یعنی سر مغرب یہ بزرگوار یزید کی محل سرا کے قریب لائے گئے۔ چونکہ ان بزرگواروں کو اس وقت ملعون کے پاس لے جانا ممکن نہ تھا اس لئے ایک خرابہ میں رات کا قیام کرا دیا گیا۔ یہ خرابہ اب تک دمشق شہر میں ہے۔ حضرت سکینہ کی ضریح اسی سے متصل کمرے میں ہے۔

اہل بیت رسولؐ کے یزید کے دربار میں آنے کے متعلق تواریخ اور مقاتل میں مختلف اور متضاد روایتیں پائی جاتی ہیں۔ اور جو مکالمات ہوئے ہیں اس میں بھی اختلاف ہے۔ مختلف روایات کے دیکھنے اور تجزیہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بیت رسولؐ کا داخلہ دربار یزید میں ایک دفعہ نہیں ہوا بلکہ اثنائے قیام دمشق، اہل بیت نبوتؐ کو یزید ملعون نے متعدد دفعہ دربار میں طلب کیا۔ کبھی دربار عام میں تو کبھی دربار خاص میں۔ اہل بیت نبوتؐ اور یزید علیہ اللعن کے درمیان جو مکالمات ہوئے ہیں وہ بھی متعدد مرتبہ کے طلب کرنے کا نتیجہ ہیں۔

"جلال العینین میں مولانا مظہر حسن موسوی رقم طراز ہیں:۔

"امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جب ہم یزید لعین کے سامنے لائے گئے تو ہم مردوں (اہل بیت) میں سے بارہ شخص تھے جن کی گردنوں میں طوق پڑے تھے اور ایک رسن سے ہم سب پیوستہ تھے۔ بروایتے آپ نے فرمایا کہ ریسمان ہماری گردنوں میں ڈال کر گوسفندان کی طرح ہم کو کھینچتے تھے۔ چلنے میں تاخیر ہوتی تھی تو تازیانے لگائے جاتے تھے۔ اس طرح ہم کو دربار یزید میں حاضر کیا گیا۔ یزید ملعون نے محفل عیش و طرب مثل جشن عید آراستہ کی تھی اور خود بڑی سج دھج سے زینت کر کے تخت شوم پر بیٹھا تھا اور پھر شامیوں کو اندر آنے کی اجازت دی تو لوگ جوق در جوق داخل ہوئے۔ اس وقت اہل بیت رسولؐ کو طلب کیا۔ سر مبارک سید الشہداء طشت میں رکھا ہوا تھا اس کے سامنے

تھا۔ حضرت زینبؑ نے سر مطہر کو دیکھا تو بے اختیار رونے لگیں۔ اس روایت میں بارہ مرد اہل بیت کے بتائے گئے ہیں۔ حالانکہ سوائے حضرت امام زین العابدین کے اور کوئی باقی نہیں تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ راوی کا مطلب لڑکوں سے ہوگا۔ حضرت امام زین العابدین اور حضرت محمد باقرؑ کے ساتھ دس اطفال رہے ہوں گے۔ اسی لئے ان کی مجموعی تعداد کو بارہ مردان اہل بیت راوی نے لکھا ہے۔

"منتخب" میں روایت ہے کہ یزید علیہ اللعن والعذاب ہر ایک بی بی کا نام دریافت کرتا تھا اور اس کو نام بتائے جاتے تھے۔ جب اس شقی نے سر اقدس سید الشہداء علیہ السّلام دیکھا تو بے حد مسرور ہوا۔ اور دندان مبارک کو چھڑی سے اذیت پہنچاتا اور کہتا — لقیت بغیك یا حسینؑ (تم نے بغاوت کی سزا بھگتی اے حسینؑ) — زید بن ارقم صحابیٔ رسول نے سخت ملامت کی اور اسی موقع پہ ثانیٔ زہراؑ نے اپنا تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ جب پہلی دفعہ اہل بیت رسولؐ دربار یزید میں لائے گئے تو سب استادہ تھے۔ ایک لال بال والے شامی نے حضرتؑ فاطمہ کبریٰ بنت الحسینؑ کو بتا کر یزید ملعون سے درخواست کی کہ آپ کو اس شقی کو دے دیا جائے۔ یہ سن کر حضرت فاطمہ کبریٰ کانپنے لگیں اور حضرت زینب کا دامن تھام کر عرض کیا۔ "پھوپھی اماں میں یتیم ہوگئی اور اب کنیز ہوتی ہوں" حضرت زینبؑ نے اس شامی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تو جھوٹا ہے۔ اگر تو مر بھی جائے تو اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا۔ اور نہ یزید ملعون کی مجال ہے کہ اس لڑکی کو تجھے دیدے" یزید علیہ اللعن نے جب یہ سنا تو حضرت زینبؑ کی شان میں گستاخی سے گفتگو کی اور کہا — "کذبت واللہ ان ذالك لی ولو شئت افعل لفعلت" (تم جھوٹی ہو، خدا کی قسم یہ میرا اختیاری معاملہ ہے۔ اگر میں چاہوں تو اس کو بھی کر دکھاؤں۔) — حضرت زینبؑ نے فرمایا — "کلّا واللہ لن تجعل ذالك الا ان تخرج من ملتنا وتدین بغیرھا" ترجمہ

"حاشا و کلا تو ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر ہاں اس وقت جب کہ تو ہماری ملت و دین کو چھوڑ کر دوسرا کوئی دین اختیار کرے۔"

یزید ملعون نے اس کے جواب میں کہا۔ کذبت یا عدو اللہ۔ "جھوٹ اے دشمن خدا۔"

حضرت زینبؑ نے بہ کمال حلم و صبر فرمایا۔۔۔ انت تشتم ظالما و تقھر سلطانا۔ (تو حاکم ہے اور دشنام دے کر اپنے ظلم اور سلطانی قہر کا مظاہرہ کرتا ہے) ۔۔۔ حضرت زینب کا یہ جواب سن کر یزید شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔ لیکن اس شامی ملعون نے پھر وہی درخواست یزید سے کی۔ یزید جو جواب حضرت زینبؑ سے پیچ و تاب کھائے ہوئے تھا، غصہ میں کہا، دور ہو اے مردود۔ حضرت ام کلثومؑ نے بھی اس شامی ملعون سے کہا۔ "خاموش ہو اے فرومایہ، گستاخ! خدا تیری زبان قطع کرے، تیری آنکھیں اندھی کرے اور آتش جہنم تیرا مقام قرار دے، اے مردود! انبیاء کی اولاد، حرام زادوں کے باندی نہیں ہو سکتے۔ راوی کہتا ہے کہ ادھر حضرت ام کلثومؑ کا کلام ختم ہوا کہ اس شقی کے ہاتھ خشک ہو گئے، مفلوج ہو گیا اور مر کر زمین پر گر گیا۔ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں یہ روایت بیان کی ہے لیکن الفاظ میں کسی قدر اختلاف ہے۔

سید بن طاؤس علیہ الرحمہ نے بھی یہ روایت بیان کی ہے لیکن لکھا ہے کہ مرد شامی جناب فاطمہ کبریٰ سے ناواقف تھا اور آپ کے متعلق یزید علیہ اللعن سے دریافت کیا اور جب یزید نے کہا کہ یہ فاطمہ بنت الحسینؑ ہیں تو پشیمان ہوا۔ یزید کو ملامت کیا اور کہا کہ افسوس کہ تو نے ذریت پیغمبرؐ کو قید کیا۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ اسرائے روم ہیں۔ یزید اس مرد شامی کی تقریر سے برانگیختہ ہوا اور اس کو قتل کرا دیا۔

دربار یزید علیہ اللعن میں حضرت امام زین العابدینؑ سے گفتگو ہوئی ہے۔ امام نے زبردست تقریر کی۔ امام علیہ السلام کے جرأت آمیز کلام اور حق گوئی سے یزید اس قدر برہم ہوا کہ قتل کا حکم دے دیا۔ اسرار الشہادۃ میں روایت ہے کہ جب یزید نے حضرت

امام زین العابدین کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو دربار یزید سے باہر لے جانے لگے۔ حضرت زینبؑ نے پکار کر دریافت کیا۔ الیٰ این یداد یک (بیٹا تمہیں کہاں لے جارہے ہیں)۔ امام نے جواب دیا۔ الی القتل (قتل کرنے لے جارہے ہیں) یہ سُن کر حضرت زینبؑ، یزید سے مخاطب ہوئیں اور فرمایا۔ حسبک یا یزید من دمائنا اشدک اللہ ان قتلتہ فاقتلنی (اے یزید اب تک ہمارے جو خون بہائے گئے اس سے تیری تشفی نہیں ہوئی ہے۔ تجھے خدا کی قسم اگر تو علی ابن الحسینؑ کو قتل کرتا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کرا دے) یزید نے حضرت زینبؑ کا یہ کلام سُن کر امام کو چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

حضرت زینبؑ کبریٰ ثانی زہراؑ نے علامہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ کی روایت کے مطابق دربار یزید میں ایک لاثانی خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ اس وقت ارشاد فرمایا ہے جب یزید علیہ اللعن سر سید الشہداء علیہ السّلام کو طشت طلا میں رکھ کر اپنی چوب نجس سے لب و دندانِ مبارک سے بے ادبی کر رہا تھا۔ اس وقت ثانی زہراؑ نے انتہائی غیظ کے عالم میں تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ جسے مفصّل طور پر آخر میں معہ ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔

(۴)

اہل بیت رسولؐ کتنے دن دمشق میں قید رہے۔ اس کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔

- سید طباطبائی اعلی اللہ مقامہ نے "ریاض المصائب" کے حاشیہ پر مدت قیام و قید چالیس یوم یا زیادہ سے زیادہ چھ ماہ بتائی ہے۔
- کاشفی میلانی کے مطابق پورے چھ مہینے اہلِ بیتؑ قید خانۂ دمشق میں رہے۔
- ملا محمد باقر رشتی "تذکرۃ الائمہ" میں مدت قیام و قید اہل بیت در قید خانہ شام (دمشق) چالیس روز سے چھ ماہ بتلاتے ہیں۔

• ابن صباغ نے اپنی کتاب "الفصول المہمہ" میں لکھا ہے کہ ایک مدت دراز تک اہل بیت رسولؐ دمشق میں قید رہے۔

• شیخ مفید علیہ الرحمۃ کا بھی یہی قول ہے کہ مدت دراز تک اہل بیت شام میں قید رہے۔ یہاں تک کہ ہندہ زوجہ یزید نے خواب دیکھا۔ یزید کو ملامت کی۔

• طراز المذہب میں روایت ہے کہ گرمی و سردی کے اثر، قلت آب وطعام کے سبب بیبیوں اور بچوں کی کھال نکل گئی تھی اور سب لاغر و نحیف ہو گئے تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ حالت چالیس روز میں نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ مدّت دراز تک کی قید کا نتیجہ ہے۔ میرے خیال میں اہل بیت رسولؐ ایک سال تک قید شام میں رہے۔ ایک سال بعد رہائی کی نوبت آئی۔

مقتل ابی مخنف، بحر المصائب، نور العین میں درج ہے کہ جب یزید علیہ اللعن والعذاب نے خوب دل کھول کر اہل بیت رسولؐ سے انتقام لے لیا، قید سخت اور بدزبانی سے اپنے اپنے قلب کو ٹھنڈا کر چکا تو بعض لوگوں کے مشورہ پر ان ستم رسیدوں کی رہائی کا خیال اسے پیدا ہوا۔

بعض کتب میں ہے کہ جب یزید اپنے کردار پر پشیمان ہوا تو اہل بیت کے پاس حکم بھیجا کہ میں آپ کو رہا کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن دراصل اہل بیت کی رہائی کا حکم یزید کی پشیمانی کا نتیجہ نہیں بلکہ چاروں طرف سے بغاوت کی صداؤں کا بلند ہونا تھا اور یزید کی اپنی ناکامی کا شدید احساس تھا کہ حسینؑ کا سر تو مل گیا مگر بیعت نہیں مل سکی۔

بہر کیف یزید نے اہل بیت اطہار کے پاس کہلا بھیجا کہ میں ان کو رہا کرنا چاہتا ہوں چاہے یہاں رہیں یا مدینہ جائیں۔ اہل بیتؑ نے مدینہ جانے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت زینبؑ نے کہلا بھیجا کہ جب سے حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے ہم ان کو دل کھول کر رو نہیں سکے ہیں۔ اس لئے کہ عمر ابن سعد اور ابن زیاد نے اس کی اجازت ہی نہیں دی۔ اب روانگی سے قبل ایک مکان دے تاکہ مجلس عزا برپا کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک مکان خالی

کیا گیا۔ اہل بیت اطہار اس میں تشریف لائے اور مجلس عزائے حسینؑ برپا کی گئی۔ یہ پہلی مجلس عزائے حسینؑ تھی جو ظالم کے محل میں مظلوم کی بہن نے منعقد کی۔ یہ حضرت زینبؑ کے تدبر، فہم و فراست کی اعلیٰ مثال ہے۔ اس مجلس عزا میں زنان قرشیہ اور ہاشمیہ سیاہ لباس پہنے ہوئے، گریباں چاک، بال کھولے، سر پیٹتے روتے ہوئے اس طرح شریک ہوئیں جیسے میت پر آتی ہیں۔ جب کافی مجمع ہوگیا تو حضرت زینبؑ نے حضرت امام زین العابدینؑ کو لا کر حضرت سیدالشہدا کی مسند پر بٹھا دیا۔ اور یہ منظر دیکھ کر حاضرین مجلس میں کہرام برپا ہوگیا۔ اس کے بعد عورتیں سیدالشہداء کے حالات معلوم کرنے لگیں اور حضرت زینب تفصیل بتانے لگیں۔ شہداء کے حالات بتاتی جاتی تھیں اور ان کے سروں کو دکھاتی جاتی تھیں آخر میں حضرت زینبؑ نے فرمایا۔ "اے زنان شام دیکھو! اس قوم جفا شعار نے آل نبیؐ و علیؑ سے کیا سلوک کیا۔ تم واقعۂ کربلا سے بے خبر ہو۔ اس لئے سُن لو کہ کربلا میں حسین ابن علیؑ مع عزیز و اقربا و انصار بھوکے پیاسے شہید کر دئے گئے۔ ان کی شہادت کے بعد پسر زیاد بے حیا کے حکم سے کوفیوں نے بیواؤں اور یتیموں کو قیدی بنایا اور شتران بے کجاوہ پر بے مقنع و چادر بٹھا کر کوفہ لائے اور کوچہ و بازار میں تشہیر کی۔ حجت خدا علی ابن الحسینؑ کو طوق گراں پہنایا، زنجیروں میں جکڑا گیا۔"

حضرت زینبؑ کا یہ بیان سُن کر گریہ و بکا کا منظر امڈ گیا۔ اس وقت حضرت زینبؑ نے سر اقدس سیدالشہداء کو اپنے سینے سے لگایا، بوسے لئے اور مدینہ کی طرف رُخ کر کے اپنے نانا اور مادر گرامی کو مخاطب کیا اور چند دردناک کلمات فرمائے۔ پھر بھائی کے منھ پر منھ رکھ کر کلمات جاں گداز ارشاد فرمائے اور مجلس ختم ہوگئی۔ اس طرح حضرت زینب کبریٰ نے اہل شام کو اصل واقعہ کربلا کی نوعیت سے واقف کرایا۔ دراصل یہ حضرت زینبؑ کی حکمت عملی تھی۔ جہاں انھوں نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السّلام کے فضائل و مقامات عالیہ زنانِ شام پر ظاہر کئے وہیں یزید اور اس کی قوم کے مظالم و مثالب سے اہل شام کو واقف کرایا۔ زنان شام جو کربلا اور کوفہ کے حالات و واقعات

سے لاعلم تھیں اس مجلس عزا میں تفصیلی حالات سے واقف ہوئیں تو انھوں نے گھروں کو واپس جا کر ان واقعات سے اپنے مردوں کو مطلع کیا جس سے ان کے قلوب میں انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ اکثر وہ لوگ جو تھوڑا بھی ایمان رکھتے تھے یزید سے بدظن اور منحرف ہو گئے۔ اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ حضرت زینبؑ کا جہاد باللسان تھا اور حضرت امام حسینؑ کے مقصد شہادت کی وضاحت تھی جس کے لئے حسینؑ انھیں ساتھ لائے تھے۔

بحر المصائب اور بعض کتب اخبار میں ہے کہ جب یزید نے اہل بیت رسول کو رہا کرنے اور مدینہ واپس بھیجنے کا ارادہ کر لیا تو زرین علم، رنگین اور پر تکلف لباس، سیم و زر، حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے پاس بھیجا اور پیام کہلایا کہ مال و زر ان مصائب کے عوض ہے جو آپ سب پر گزرے ہیں۔ حضرت زینب نے یہ مال و زر اور لباس سب واپس کر دیئے اور جواب کہلا بھیجا کہ یزید سے کہدو کہ تو کس قدر بے شرم و سنگ دل ہے کہ ہمارے سید و سردار کو ان کی اولاد کو تو قتل کیا اور اب اس کی تلافی کے لئے یہ مال و اسباب، زر و سیم بھیجا ہے۔ کیا یزید نے میرے نانا حضرت محمد مصطفےٰؐ کی یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ ــــ "جو شخص کسی مومن کو پہلے محزون و مکدر کر دے اور اس کے بعد تمام دنیا بھی اس کو بخش دے تو اس حزن و الم کا جو اسے پہنچ چکا ہے، بدلہ اور عوض نہیں ہو سکتا۔ حضرت زینبؑ کا یہ جواب سُن کر یزید شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا۔

دمشق سے اہل بیت رسولؐ کی روانگی کے وقت یزید نے نعمان ابن بشیرؓ کو طلب کیا یہ صحابیٔ رسول اللہ میں تھے۔ انھیں کی سپردگی میں اہل بیت رسولؐ کو مدینہ منورہ روانہ کیا گیا۔ کتاب "بیت الاحزان" میں روایت ہے جب حضرت زینبؑ نے دیکھا کہ اونٹوں پر زرق برق محملیں ہیں اور ان میں ریشمی اور مخملی فرش ہیں تو آپ نے حکم دیا کہ سب محملوں کو سیاہ پوش کر دیا جائے۔ تا کہ معلوم ہو کہ اولاد فاطمہؑ سوگوار اور عزادار ہے۔

روایت ہے کہ جب اہل بیت نبویؐ کی مدینہ کو روانگی کی اطلاع اہل دمشق کو ہوئی تو زنان و دختران اہل دمشق سیاہ پوش ہو کر گھروں سے نکل آئیں اور گریہ و نالہ کرتے ہوئے

اہل بیت کو وداع کیا۔ حضرت زینبؑ کو وہ وقت یاد آگیا جب آپ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئی تھیں۔ اس وقت زنان و دختران بنی ہاشم و اہل مدینہ نے اسی طرح روتے پیٹتے ہوئے آپ کو وداع کیا تھا۔ آپ نے شدت سے گریہ فرمایا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے آپ کو دلاسہ دیا اور آپ کو اور سب بیبیوں کو سوار کیا۔ جن راستوں سے قافلہ گذر رہا تھا لوگ جوق در جوق روتے ہوئے ساتھ ہو جاتے تھے۔

شام سے مدینہ جاتے ہوئے اہل بیت رسولؐ کربلا آئے اور مراسم عزاداری بجالائے جیسا کہ کتاب "نور البصار" کی ایک روایت میں ہے۔

فاضل خراسانی اپنی تالیف "حرقۃ الفواد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت زینبؑ جب قتل گاہ میں پہنچیں تو خود کو قبر منور سید الشہداء پر گرا دیا اور عرض کی — "یا اخاہ یا اخاہ و یا بن اماہ و قرۃ عیناہ بای لسان اشکو الیک من الکوفۃ والشام و ایذاء القوم اللئام و من ای المصائب اشرح من الغاب والستم او من شماتۃ اھل الشام"

ترجمہ:۔ اے میرے ماں جائے! اے ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک! کس زبان سے آپ کے مصائب بیان کروں جو ہم پر کوفہ و شام میں گزرے اور اس قوم لئیم نے کس طرح ہم کو ایذائیں پہنچائیں۔ کن کن مصائب کا ذکر کروں؟ کیا زد و کوب کا حال کہوں؟ کیا سب و شتم اور اس شماتت کا جو اہل شام نے کیا، کیا بیان کروں؟" اس کے بعد چند اشعار رنج والم پڑھے۔

روایات میں ہے کہ زمانۂ قیام کربلا حضرت زینبؑ بے حد مغموم و محزون اور گریہ کناں رہیں۔ اور جب وہاں سے روانہ ہونے کو کہا گیا تو انکار فرمایا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے فرمایا۔ "یا علی یا قرۃ عینی دعنی اقیم عند اخی حتی جاء یوم وعدای لانی کیف یلقیٰ اھل المدینۃ وادی الدور الخالیۃ"

ترجمہ:۔ اے علی ابن الحسین! اے قرۃ العین مجھے چھوڑ دو کہ میں بھائی کے پاس رہوں

یہاں تک کہ میری موت آجائے۔ میں کیوں کر اہل مدینہ سے ملاقات کر سکوں گی اور خالی گھروں کو دیکھ سکوں گی۔"

حضرت امام زین العابدینؑ نے عرض کی کہ پھوپھی اماں کا ارشاد بجا ہے کہ سب عزیز و اقربا کو کھو کر ہم کیوں کر مدینہ جائیں اور خالی گھروں میں رہیں۔ لیکن خدا کی رضا اسی میں تھی اور نانا رسول اللہؐ کا حکم یہی تھا جو بابا حسینؑ بجالائے۔ بہرحال امام علیہ السّلام کے سمجھانے، منتِ و سماجت کرنے پر حضرت زینبؑ کربلا سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئیں۔ اور روانگی سے قبل اہل بیت رسولؐ میں کہرام مچ گیا۔ بیبیاں آہ و بکا کرنے لگیں۔

بحر المصائب میں روایت ہے کہ کربلا سے مدینہ کی جانب روانہ ہونے کے بعد اہل بیت رسولؐ جب پہلی منزل پر پہنچے تو ندائے ہاتف سُنی کہ حضرت سید الشہداؑ کے مرثیہ کے طور پر اشعار پڑھ رہا ہے۔ اہل بیت اطہار نے اس مقام پر قیام فرمایا۔ اطراف و اکناف کے اعراب بادیہ کی کثیر تعداد جمع ہو گئی اور ماتم سرائی اور عزاداری حسینؑ برپا ہوئی۔ منزلِ دوم پر بھی لوگ جمع ہوئے اور مجلس عزائے حسینؑ منعقد ہوئی۔ منزلِ پنجم پر بھی لوگ جمع ہوئے اور مجلس عزائے حسینؑ ہوئی اور حضرت زینبؑ نے مصائب روز عاشورہ اور لوائب خامس آل عبا نظم میں بیان فرمائے۔ "بحار الانوار" میں یہ ابیات درج ہیں۔ روایت ہے کہ جب منزل نہم پر اہل بیت اطہار کا قیام ہوا تو حضرت زینبؑ نے اپنی والدہ ماجدہ خاتون جنّت حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو مخاطب کر کے فرمایا ——— "یا اُمّاہ رجعنا وقلوبنا مقروحۃ وجفوننا من البکاء مجاوحۃ ورجالنا مقتولۃ واموالنا منہوبۃ" ——— ترجمہ:۔ اے اماں ہم مدینہ واپس آرہے ہیں لیکن ایسی حالت سے کہ ہمارے قلوب مجروح ہیں۔ روتے روتے ہمارے سینہ و شکم متفرح ہو گئے ہیں۔ ہمارے مرد قتل کر دیئے گئے۔ ہمارا مال و اسباب لوٹا گیا۔"

کتب اخبار میں ہے کہ منزل منزل طے کرتے ہوئے اہل بیتؑ مدینہ پہنچے۔ ہر منزل پر زن و مرد جوق در جوق جمع ہوتے تھے اور مجلس عزائے حسینؑ برپا ہوتی تھی اور مراسم عزا بجا لائے جاتے تھے۔

کسب کئے ہوں جو اس کے باپ دادا میں نہ ہوں۔ اس نے اپنی محنت، ریاضت اور لگن سے کسب کر لیا ہو۔ یا دو بچے ایک ہی ماں باپ کے ہوں لیکن ایک بچہ دوسرے سے مختلف ہو۔ ہوش سنبھالنے کے بعد وہ کچھ مزید اوصاف کا حامل ہو جائے۔ ان اوصاف کو حاصل کرنے میں اس نے انتہائی محنت اور مشقت سے کام لیا ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جاہل ماں باپ کی اولاد محنت سے پڑھ لکھ کر عالم ہو جائے تو اس کی یہ صفت کسبی یا اکتسابی کہلائے گی۔

توارث سے خوبیاں اور صفات تو ضرور مل جاتی ہیں مگر دراصل انسان خود اپنے عزم اور تدبیر سے بہت سی صفات پیدا کر لیتا ہے۔ اس ذیل میں "ماحول" کی بحث بھی آجاتی ہے۔ ماحول کی تعریف یہ ہے کہ ـــ "جو ذی روح اشیاء اور اجسام کو احاطہ کئے ہوں اور اجسام کی نشوونما میں بھی شریک و سہیم ہو۔"

"ماحول" کی بھی دو اقسام ہیں:۔

(۱) طبعی ماحول (۲) اجتماعی ماحول

درج بالا مباحث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ توارث کے متعلق اور کسبی خصوصیات کے پیش نظر عورت و مرد کی کوئی تفریق نہیں روا رکھی گئی ہے اور نہ تو ان میں کوئی بنیادی امتیازات قائم کئے جا سکتے ہیں۔

خدمتِ خلق کا جذبہ دراصل بنیاد شرافت و نجابت ہے اور حسن طبیعت کا شرف "آدمیت" ہے۔ انسانی عظمتوں کا راز ایثار اور فداکاری میں مضمر ہے۔ انسان کی تعمیر و تشکیل کا واحد مقصد دردِ دل، پاس وفا اور جذبۂ ایمان و ایقان ہے۔ بقول جناب آلِ رضا لکھنوی:۔

دم بدم زندگیٔ خیر کی لذّت ہے یہی
ہر نفس میں کشش روح لطافت ہے یہی

مفتاح البکا، مجمع المصائب، مہیج الاحزان، محرقۃ القلوب، روضۃ المصائب، جلاء العیون، مخزن البکا، مقتل میلانی، ان سب کتب میں روایت ہے کہ جب مدینہ قریب آیا تو نعمان ابن بشیرؓ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، اے سیّد و سردار آپ کے جدّ امجد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا شہر دکھائی دے رہا ہے۔ یہ سُن کر امام علیہ السّلام نے ایک آہ سرد بھری اور رونے لگے اور اتنا متاثر ہوئے کہ ایسا معلوم ہونے لگا کہ آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرنے کو ہے۔

حضرت زینبؑ نے بیبیوں سے فرمایا، اے بیبیو! اے بہنو! عماریوں سے اتر جاؤ۔ نانا رسولؐ اللہ کا روضۂ منور نظر آرہا ہے۔ سب بیبیاں اتر پڑیں۔ سیاہ پرچم بلند کئے گئے اور آہ و فغاں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔

حضرت زینبؑ نے روضۂ رسولؐ کی جانب رُخ کر کے فریاد کی کہ — "یا جدّاہ انا ناعیۃ الیک من بناتک و بنیک" یعنی اے نانا! میں آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کی سنانی لائی ہوں"۔ پھر اہل مدینہ کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا — یا اھل الیثرب والبطحاء" اتنا کہہ کر ایک ایسی آہ جگر خراش کی کہ قریب تھا کہ آپ کا کلیجہ پھٹ جائے۔ روایتوں میں درج ہے کہ حضرت زینبؑ کی بے قراری و اضطراب کا اس وقت یہ عالم تھا کہ آپ کبھی اٹھتی تھیں، کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ اور کبھی زمین پر گر پڑتی تھیں اور بیبیوں سے فرماتی تھیں کہ مجھے کسی صحرا میں نکل جانے دو۔ میرے لئے ممکن نہیں کہ شہر میں داخل ہوؤں اور اہل مدینہ اور بنی ہاشم کو منہ دکھاؤں۔ اور ان کے سوالوں کا جواب دوں۔

کتب مقاتل میں تحریر ہے کہ جب اہل بیت کا لٹا ہوا قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا اور اہل مدینہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو کوئی گھر میں نہ رہا۔ سب مرد و زن سیاہ لباس پہنے سر و پا برہنہ منہ پر طمانچے مارتے، بال بکھیرے، گرد و غبار میں اَٹے ہوئے قیام گاہِ اہل بیت پر پہنچ گئے۔ اور وہاں اس قدر آہ و بکا، نالہ و فریاد کی کہ قیامت کا منظر پیدا ہوگیا۔

ریاض المصائب میں تحریر ہے کہ پانچ مواقع ایسے مدینہ میں آئے جب شورش بزرگ

آشوب عظیم" واقع ہوا۔ ایک وہ وقت جب جنگ اُحد کے روز آنحضرتؐ کی شہادت کی غلط خبر پھیلی۔ دوسرے وہ وقت جب آنحضرتؐ کی وفات واقع ہوئی۔ تیسرے وہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی شہادت کی اطلاع آئی۔ چوتھے جب حضرت امام حسین علیہ السّلام آخری دفعہ مدینہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے۔ پانچویں اس وقت جب اہل بیت رسولؐ رہا ہو کر شام سے مدینہ آئے۔

ابو مخنف نے روایت لکھی ہے کہ اہل بیت روز جمعہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ اس روز اہل مدینہ کے رونے پیٹنے کا وہی عالم تھا جو روز وفات حضرت پیغمبرؐ تھا۔ حضرت امّ کلثومؑ، بروایتے حضرت زینبؑ نے قبر رسولؐ پر پہنچ کر کہا۔ "یاجداہ انی ناعیۃ الیك ولدك الحسینؑ" "اے نانا میں آپ کے پاس آپ کے فرزند حسینؑ مظلوم کی سنانی لائی ہوں"۔ مرقد منور سے ایک ایسا نالہ بلند ہوا کہ لوگ روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔

مولوی رازق الخیری اپنی کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں اس وقت کی کیفیات کا بڑا دل دوز منظر پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں، "نماز ظہر کا وقت تھا جب بی بی زینبؑ کا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا...... سیدھی سرور کائناتؐ کے مزار مبارک پر پہنچیں۔ اس وقت دل کی جو حالت ہوئی ہوگی، الفاظ میں ادا کرنا مشکل ہے۔ بین، فریاد، نالہ و شیون، زبان سے کچھ نہ کہا مگر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور دل جو کچھ عرض کر رہا ہوگا اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے:۔

نانا جان! آپ کی نواسی آپ کی جگر گوشہ، آپ کی پیاری بیٹی فاطمہ زہراؑ کی آنکھوں کا نور اور آپ کے دل کا سرور، آپ کی زینبؑ، جو آپ کے مبارک کاندھوں پر جب آپ سجدے میں ہوتے سوار ہوتی تھی۔ وہ زینبؑ جسے آپ گود میں لیتے تھے اور پیار کرتے تھے۔ اپنے پیارے بھائیوں، اپنے عزیز بھتیجوں اور اپنے چاند سے بیٹوں کو دین مستقیم اور اسلام کی بقا کی خاطر قربان کر کے مزار مقدس پر حاضر ہوئی ہے۔

ہائے کیسی سنگدلی اور بے دردی سے سفاکوں نے ان پر تیر برسائے اور تلواریں چلائی ہیں۔ ان کا قصور بس یہ تھا کہ انھوں نے اسلام کا انہدام منظور، اور اس شخص کی بیعت قبول نہیں کی۔ جس کی دادی نے اُحد کی لڑائی میں حضرت امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ جس کا دادا منافق تھا۔ جس کے باپ نے خلافت کے حصول کے لئے مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ میرے باپ کو طرح طرح سے پریشان کیا اور ان پر تہمتیں رکھیں اور الزامات اٹھائے تھے۔ نانا جان! آپ کے آگے جبرئیل جیسے فرشتہ کا سر جھکتا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ کی ذریت آپ کے اہل بیت اصول اسلام کے خلاف مطالبہ پر سر تسلیم خم کر سکتے۔ حسینؓ بھائی اور ان کے ساتھیوں نے اپنی جانیں دینی منظور کیں مگر یہ منظور نہ کیا کہ ان کی وجہ سے اسلام کو ضعف پہنچے۔ اور آپ کے ناموس پر حرف آئے۔ ہم لوگ گنتی میں بہت تھوڑے تھے اور وہ لوگ بہت زیادہ تھے۔ مگر اس پر بھی انھوں نے جبر و تعدی ظلم و ستم کی انتہا کر دی جس دریا سے درند اور پرند سیراب ہو رہے تھے اس پر پہرہ لگا دیا گیا تھا اور تین دن تک آپ کے پیاروں کے حلق میں پانی کی ایک بوند نہ گئی۔ ہم نے فساد مٹانے کے لئے راستہ طلب کیا تو انھوں نے راستہ بند کر دیا اور چاروں طرف سے گھیر کر ایسے میدان میں بند کر دیا جہاں نہ کوئی درخت تھا نہ امن و سکون کی جگہ۔ دھوپ کی شدت اور آفتاب کی تمازت نے ان کے جسموں کو جھلس دیا اور پانی میسر نہ آسکنے کی وجہ سے ان کی زبانیں باہر نکل آئیں۔ لیکن آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والوں نے ایک قدم پیچھے نہ ہٹایا اور آپ کے دین کے لئے آپ ہی کا کلمہ پڑھنے والوں کے ہاتھ دسؔ محرم ۶۱ھ کو سر کٹوا کر جانیں دیدیں۔ جس جسم کو آپ اپنے کلیجے سے چمٹاتے تھے، سر الگ کرنے کے بعد اس پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ اور جن کانوں پر آپ نے لب ہائے مبارک رکھے تھے ان کے گوشوارے گھسیٹ کر لہو لہان کیا گیا۔ آپ نے حاتم طائی کی بیٹی کو چادر اڑھائی تھی، مگر آپ کی نواسیاں پھٹے کپڑوں، کھلے چہروں، رسیوں سے بندھی ہزاروں آدمیوں کا تماشہ بنیں۔" [1]

---

[1] ۔ سیدہ کی بیٹی ۔۔ از علامہ راشد الخیری

علامہ راز ق الخیری نے مختصر الفاظ میں واقعۂ کربلا کا مکمل منظر اور پس منظر حضرت زینب کبریٰؑ کی زبانی پیش کر دیا ہے۔

متعدد کتب مقاتل و تاریخ میں تحریر ہے کہ پندرہ ۱۵ روز تک اہل مدینہ مراسم عزا اور سوگواری بجالائے۔ لیکن اہل بیت پوری عمر مصروف عزا اور سوگوار رہے اور عاشقان حسینؑ اور اہل بیت رسولؐ آج تک اور قیامت تک اس غم میں سوگوار اور عزادار رہیں گے۔

•

• حضرت صدیقہ صغریٰ زینبؑ کبریٰ سلام اللہ علیہا کی تاریخ وفات اور مدفن کے متعلق متعدد روایات مختلف ہیں۔

• بحر المصائب میں لکھا ہے کہ حضرت زینبؑ واقعۂ کربلا اور ان مصائب اور ان بلاؤں اور زحمتوں کا جو آپ پر کوفہ و شام میں وارد ہوئیں اس قدر اثر ہوا کہ آپ کے موئے مبارک سفید ہو گئے۔ آپ کی کمر خمیدہ ہو گئی۔ دائم الحزن رہیں۔ یہاں تک کہ رحلت فرمائی۔ اسی کتاب میں یہ بھی روایت ہے کہ شام سے واپسی کے چار مہینے بعد حضرت ام کلثوم کا انتقال ہوا اور اس کے اسّی روز بعد حضرت زینبؑ نے اس قدر گریہ فرمایا کہ بے ہوش ہو گئیں اور اسی عالم بے ہوشی میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

• بعض کتب میں ہے کہ حضرت زینبؑ نے ایک شب حضرت فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا اور بیدار ہو کر شدت سے گریہ فرمایا اور اسی شدت میں انتقال ہو گیا۔

• یہ بھی روایت ہے کہ عبدالملک کے حکم سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو دوبارہ شام لے جانے لگے تو حضرت زینبؑ آپ کے ساتھ ہو گئیں اور دمشق کے قریب ایک باغ میں قیام کیا۔ حضرت امام حسینؑ کو یاد فرما کر گریہ کر رہی تھیں کہ باغبان نے جو خارجی و ناصبی تھا آپ کے سرِ مبارک پر بیلچہ سے اذیت پہنچائی۔ اور اس صدمہ سے آپ انتقال فرما گئیں اور اسی باغ میں دفن ہوئیں۔

• یہ بھی روایت ہے کہ حضرت زینبؑ اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جعفرؑ کے ساتھ دمشق آ رہی تھیں۔ دمشق کے قریب پہنچ کر علیل ہوئیں اور انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہو گئیں۔

• بعض مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقہؑ صغریٰ زینبؑ کبریٰ کا انتقال قاہرہ میں

ہوا اور وہیں آپ دفن ہوئیں۔ چنانچہ اب بھی مصر میں آپ کا روضہ بتایا جاتا ہے۔ قاہرہ میں دو تین جگہ آپ کی ضریح بتائی جاتی ہے۔ ایک قناطر السباع میں ہے۔ یہاں جو قبر ہے اس پر کتبہ ہے اور اس پر یہ عبارت کندہ ہے :۔

"ھذا قبر زینب بنت احمد بن عبد اللہ بن جعفر بن محمد بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم"

کتبہ سے ظاہر ہے کہ یہ قبر حضرت زینبؑ کی نہیں ہے بلکہ حضرت محمد حنفیہؓ کی اولاد میں یہ کوئی بی بی زینبؑ ہیں۔

• قاہرہ میں ایک مسجد ہے جو "جامع سید تنا زینب" کہی جاتی ہے۔ اور اس میں حضرت زینب کا مزار بتایا جاتا ہے۔ لیکن بعض باخبر اہل مصر کا بیان ہے کہ یہ مسجد مصر کے خلفائے فاطمیہ کی کسی خلیفہ کی بہن نے تعمیر کرائی جن کا نام "زینب" تھا۔ اور اس میں جو قبر ہے وہ بھی انھیں کی ہے۔ یہ مصر والی روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسی بھی تاریخ سے حضرت زینب کا مصر تشریف لے جانا ثابت نہیں ہوتا ہے۔

• صاحب طراز المذہب تحریر کرتے ہیں :۔

آنچہ صحیح می نماید ایں است کہ حضرت زینب بعد از مراجعت بہ مدینۂ طیبہ وفات کردہ است و در مدینہ مدفون شدہ است" [1]

• مولوی رازق الخیری کو اس خیال سے اتفاق کرنے میں دشواری ہے۔ اس لئے کہ مدینہ کے قبرستانوں کی فہرست میں زینب بنت فاطمۃ الزہراؑ کا نام نہیں ہے۔ بقول صاحب سیرت جناب زینب سلام اللہ علیہا جناب سید محمد حسین جعفری۔ "حضرت زینبؑ کی ہستی ایسی نہ تھی کہ آپ مدینہ منورہ میں مدفون ہوتیں اور آپ کے مرقد مبارک کا نام و نشان اور پتہ باقی نہ رہتا"۔

لہذا وہی روایت کچھ درست معلوم ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مدینہ میں قحط

---

[1] طراز المذہب — مرزا عباس قلی خاں

یزیدؑ اور حضرت عبداللہؑ مع اہل و عیال شام کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت زینبؑ بھی آپ کے ہمراہ تھیں اور دمشق کے قریہ میں قیام پذیر تھیں۔ وہاں علیل ہوئیں، انتقال فرمایا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ آج بھی دمشق کے قریب ایک قریہ ہے جو "زینبیہ" کے نام سے موسوم ہے۔ اور یہاں حضرت زینب کی قبر مبارک ہے۔ قبر پر شاندار گنبد کی تعمیر کی گئی ہے۔

حضرت زینبؑ کی وفات کس سنہ میں واقع ہوئی۔ تاریخ سے واضح طور پر پتہ نہیں چلتا ہے۔

روضۃ الاحباب اور ابو اسحٰق اسفرائینی کے مطابق حضرت زینب کی وفات جمادی الثانی ۶۲ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ۲۱ر جمادی الثانی کو آپ نے رحلت فرمائی۔ بعض کے نزدیک ۲۴ر صفر تاریخ وفات ہے۔ بعض مقامات پر ۱۶ر ذی الحجہ کو تاریخ وفات تسلیم کی گئی ہے اور تابوت حضرت زینبؑ برآمد ہوتا ہے اور مجالس کا انعقاد ہوتا ہے۔

سرکار ناصر الملت مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ میں تحقیق و تدقیق میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ صحیح اور غلط تاریخ، نام، سنہ اور مقام کے ذیل میں بڑی عرق ریزی اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ لیکن اس ذیل میں وہ بھی کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے ہیں۔ عہد حاضر کے متبحر مصنفین میں علامہ آقائی محسن الامین الحسینی العاملی الدمشقی طاب ثراہ نے "اعیان الشیعہ" میں علمائے انساب اور ابن ابی الحدید اور کمال الدین ابن طلحہ اور مسعودی اور یاقوت حموی اور ابن جبیر اور ابن عساکر اور شیخ مفید جیسے بلند پایہ مورخین کے اقوال سے روایت اور درایت کے پیش نظر تجزیہ، بحث و تمحیص سے مصر اور شام دونوں مقامات پر حضرت زینبؑ کے مزارات کو بے بنیاد اور بے اصل ثابت کیا ہے۔ ان کے خیال میں حضرت زینب کا مزار مبارک مدینہ ہی میں ہے۔ بیان ملاحظہ ہو:-

"یجب ان یکون قبرھا فی المدینۃ المنورۃ فانہ لم یثبت انھا بعد

رجوعها للمدینۃ منھہ وان کانت تاریخ وفاتہا ومحل قبرھا بالمدینۃ محعولین وکم من اھل بیت امثالھا من جھل محل قبرہ وتاریخ وفاۃ خصوصًا النساء ؒ

ترجمہ :۔ "میرے نزدیک حضرت زینبؑ کبریٰ کا کربلا کی واپسی پر مدینہ آنے کے بعد پھر یہاں سے کسی دوسری جگہ جانا (مصر یا شام) ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ ضروری اور واجب ہے کہ ان معظمہ کی قبر مدینہ منورہ ہی میں ہو۔ اگرچہ آپ کی وفات کی تاریخ اور مدینہ میں قبر کا مقام غیر معلوم ہے اور مثل حضرت زینبؑ کے اہل بیت پیغمبرؐ میں سے بہتوں کی تاریخ وفات اور مقام قبر نہیں معلوم ہے۔ خصوصًا خواتین اہل بیت کی قبریں اور تاریخ وفات۔" ؎

؎ :۔ بحوالہ کربلا کی شیر دل خاتون (اردو) ص ۲۸۷

حاصلِ کلام

اب تک کے مطالعے اور تجزئے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت زینبؑ کبریٰ ابتدائے حیات سے انتہائے حیات تک ہر لمحۂ حیات میں اپنے بھائی حضرت سید الشہداؑ کی شریک رہی ہیں اور بھائی بہن کا یہ رشتہ جس قدر مستحکم، توانا اور پایۂ اعتبار کا حامل ہمیں نظر آتا ہے ویسا تاریخ عالم میں کہیں اور نہیں۔ مدینہ سے لے کر مکّہ، اور مکّہ سے کربلا کربلا سے کوفہ میں دربار ابن زیاد تک اور پھر کوفہ سے دمشق (شام)، قیام شام اور وہاں سے واپسی مدینہ تک حضرت زینبؑ کا کردار ایک نئے انداز نئے تیور، نئے احساس اور تجربات کا حامل نظر آتا ہے۔ جس میں حضرت ابو طالبؑ کا انداز و معیار، فاطمہؑ بنت اسد کی شفقت خدیجۃ الکبریٰؑ کی صفت، بتولؑ کا وزن و وقار، مصطفویؐ تحمّل، علویؑ تجمّل، حسنیؑ حلم، حسینیؑ صبر و ایثار اور عباسؑ کا دل و جگر ملتا ہے۔

مدینہ میں حاکم مدینہ ولید کے بلائے جانے پر حضرت امام حسینؑ جب دربار ولید میں جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو حضرت زینبؑ کا تدبّر شامل ہوتا ہے۔ اپنے بھائی سے پوچھتی ہیں کہ بھیّا! ولید نے کیوں بلایا ہے؟ حضرت امام حسینؑ حالات و واقعات کے پیش نظر خیال ظاہر کرتے ہیں کہ "امیر شام کے بعد یزید حکومت شام کا حاکم بن گیا ہے۔ یزید کا پیغام آیا ہے۔ حاکم مدینہ ولید نے یزید کا پیغام سنانے اور منوانے کے لئے ہی بلایا ہوگا؟" حصار عصمت وطہارت کی پردہ دار زینبؑ معاملہ کی نزاکت کے احساس سے تڑپ اٹھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ بھیّا حسینؑ! تنہا نہیں جانا۔ اپنے ساتھ اپنے شیروں کو لے کر جانا۔ زینبؑ کے ہی مشورہ پر حضرت امام حسینؑ، ولید علیہ اللعن کی ملاقات کو جاتے وقت اپنے جاں نثاروں کو ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ یہ جانباز قصر ولید کے باہر کھڑے رہتے ہیں اور جب مروان ملعون کے مشورہ سے

ولید کی گستاخی بڑھتی ہے اور شب تاریک میں ہی یزید کی بیعت کا اصرار شدید ہوتا ہے اور صدائے امامؑ بلند ہوتی ہے تو یہ جوانان ہاشمی، ناموس دین مصطفےٰ پر قربان ہو جانے والے، قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھ کر بپھر جاتے ہیں اور ولید کا اصرار مدھم پڑ جاتا ہے۔ یہ حضرت زینبؑ کے ہی مشورہ کا نتیجہ تھا۔ ورنہ حاکم مدینہ ولید علیہ اللعن پہلی ہی ملاقات میں یزید کی بیعت لینے کی کوشش کرتا اور جب کہ مروان بن الحکم جیسا فتنہ، حاشیہ برداری کر رہا ہو۔ جس کے دل میں بغض وعناد محمدؐ و آلِ محمدؐ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

مدینہ سے مکہ تک حضرت زینبؑ کبھی رسولؐ اور کبھی بتولؑ کا طرزِ احساس لئے ہوئے ہیں۔ جس میں ابوطالبؑ کی شفقتیں، الفتیں اور قربانیاں شامل ہیں۔ مکہ سے مدینہ تک زینبؑ اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ کی تصویر ہیں۔ کربلا میں دوسری محرم سے عصرِ عاشور تک زینبؑ کبھی علیؑ اور کبھی فاطمہؑ کی شکل میں نظر آتی ہیں اور بعد عصرِ عاشور یہی زینب کبریٰ مجسم عباس ابن علیؑ بن جاتی ہیں اور ۱۱ محرم سے ایک سال بعد تک یعنی قید و بند کی سختیوں، بازاروں کی اذیتوں، درباروں کی اہانتوں کا سامنا کرتے ہوئے واپسی مدینہ تک حضرت زینبؑ صفات پنجتن کی ورثہ دار نظر آتی ہیں۔ جہاں ان میں بیک وقت شانِ رسالت اور شانِ امامت کے جوہر ملتے ہیں۔

حضرت زینبؑ کبھی امام وقت حضرت زین العابدین علیہ السّلام کو دلاسہ و تسلّی دیتی ہیں۔ بیواؤں، یتیموں اور بیکسوں کی نگرانی، دلداری اور پاسداری کرتی ہیں۔ شدید ترین اور سخت ترین مصائب اور بلاؤں میں صبر و ضبط کا مظاہرہ پیش فرماتی ہیں۔

حضرت زینبؑ کی شانِ خودداری، عظمت و جلال ہر جگہ پر نمایاں ہے۔ یزید جیسے ظالم، جابر، سفاک، طاغی و باغی، فاسق و فاجر، جو کہ اپنی حکومت و اقتدار کے نشے میں چور تھا۔ اس کے سامنے بھرے دربار میں ایک دل شکستہ، مظلوم، بیکس و بے یار و مددگار زینبؑ کے کلام اور گفتگو کو دیکھنے کے بعد بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ جرأت و شجاعت، یہ حوصلہ اور ہمت صرف اور صرف اسدِ کردگار کی بیٹی، فاطمۃ الزہراؑ کی لاڈلی کی ہی ہو سکتی ہے۔ جو

جگمگا دے جو زمانے کو وہ طلعت ہے یہی
جو لٹانے سے زیادہ ہو وہ دولت ہے یہی

ہے وہ انسان جو پتھر کو بنا دے پانی
آپ پیاسا رہے پیاسوں کو پلا دے پانی

منزلیں سخت ہیں ہمدردیٔ انسانی کی
ہائے وہ خود غرضی، ضد ہے جو قربانی کی
لہر جب آتی ہے جذبات میں طغیانی کی
کیا ہوا ہوتی ہے اس عالم طوفانی کی

جی میں آتا ہے کہ محتاج سے انجان بنو
فرض کہتا ہے کہ انسان ہو انسان بنو

اسی فرض کی تکمیل اور شعور کا نام انسان اور اس کے احساس اور ادراک کو انسانیت کہتے ہیں۔ اسی کے سہارے تہذیب و تمدن کے نظام کے سانچے بنتے اور ڈھلتے ہیں۔ زلیست کی شائستگی کی بنیادیں انھیں پر قائم رہتی ہیں۔ حُسنِ معاشرت صداقت، دیانت اور امانت قصر ثقافت اور تمدن کے اہم ستون ہیں۔ بقول آل رضا لکھنوی :-

انسان وہ، خلاصۂ خلقت کہیں جسے
آپس میں وہ سلوک، اخوت کہیں جسے
وہ شستگیٔ فکر، بصیرت کہیں جسے
وہ خوبیٔ عمل کہ عبادت کہیں جسے

مجبوریاں معاف، جہاں اپنا بس نہ ہو
لیکن دخیل کار، ہوا و ہوس نہ ہو

بجا طور پر موئد من اللہ اور نائبہ سید الشہداء علیہ السّلام تھیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اپنے مقصد کی تکمیل اور ایفائے عہد میں جہاد بالسیف کیا اور شہید ہوئے۔ حضرت زینبؑ وام کلثومؑ اور دوسری مخدرات عصمت وطہارت نے اس مقصد کی تکمیل اپنی اسیری، دربدری اور اپنے خطبات وارشادات سے فرمایا۔ دوسرے الفاظ میں اسے جہاد باللسان کہا جا سکتا ہے۔ ایسا جہاد جس سے یزیدی تخت وتاج ہلنے لگا۔

حضرت زینبؑ کے خطبات دراصل حق وصداقت کا اعلان ہیں جو ظالم وسفاک کے درباروں میں آلِ رسولؐ کی عظمت ورفعت کی مہر ثبت کر رہے ہیں۔ علامہ رازق الخیری نے اپنی کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں، دربار یزید میں حضرت زینبؑ کے خطبہ ارشاد فرماتے وقت کا منظر پیش کیا ہے ملاحظہ ہو:۔

"یزید کا دربار شامیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ہر شخص بے حس وحرکت اس طرح بیٹھا یا کھڑا تھا جس طرح پتھر کی مورتیں۔ ان کی زبانیں اور ان کے ہونٹ چپکے ہوئے تھے۔ ان کے دل دریائے حیرت میں غوطے کھا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جب شیر خدا کی بیٹی لاکھوں کے مجمع میں شیر کی طرح دہاڑ رہی تھی، اور رعیّت کے سامنے ان کے بادشاہ کو للکار رہی تھی۔ خود یزید دانت پیس پیس لیتا ہونٹ چباتا اور تاؤ پیچ کھا رہا تھا مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا تھا۔ سیدہ کی بیٹی کی تقریر روانی کا ایک چشمہ تھا کہ ابلا چلا آ رہا تھا اور فصاحت کا ایک دریا تھا کہ بہے چلا جا رہا تھا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ اس تقریر سے بی بی زینبؑ نے صداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ایک ناقابل فراموش خدمت انجام دی۔ اس تقریر سے شامیوں کو معلوم ہو گیا کہ خلافت حکومت میں تبدیل ہو کر اسلام کو کیسا زبردست دھچکا لگا ہے۔" [۱]

درحقیقت حضرت زینبؑ کی شجاعت، جراُت اور حق گوئی صرف دربار ابن زیاد اور دربار یزید تک ہی نہیں بلکہ پورے معرکۂ کربلا میں حضرت زینبؑ کی سیرت اور کردار

---

[۱] سیدہ کی بیٹی۔ از رازق الخیری

میں حضرت امام حسینؑ کا مقصد اور طرز عمل نظر آتا ہے۔ بقول علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطار :-

"حضرت زینبؑ کی شجاعت و جرأت ایک مرتبہ یا دو مرتبہ سے مخصوص نہیں بلکہ اس کا ظہور ہر اس موقع پر ہوتا رہا جب مشکلات کا ہجوم اور مصائب کا اژدہام تھا۔ جب کہ تماشائیوں سے بازار، کوٹھے اور برآمدے مملو تھے۔ کوفہ میں داخلے کے وقت، کوفہ سے نکلنے کے موقع پر، راہ میں، بازار شام میں۔ ہر مناسب موقع پر زینبؑ کی زبان فریضۂ تبلیغ میں گویا تھی۔ انھوں نے حق کو واضح کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ انھوں نے ہر موقع پر ایسی تقریر کی جو کسی ایسے خطیب سے بھی ناممکن ہے جس کے لئے تمام خاطر جمعی اور راحت و اطمینان کے اسباب موجود ہوں۔"

حضرت زینبؑ کے خطبات اور بعض دوسرے مقامات پر جو ارشادات عالیہ ہیں اس کے باب میں صاحب طراز المذہب تحریر کرتے ہیں :-

"در کلمات ایں نسوۂ طاہرات کہ از اہل بیت سید کائنات ہستند علیہم آلاف التسلیم والتحیات علوی بسیار و حکمتہائے بے شمار و احتجاجات کاملہ براہین وافیہ متضمن است و ازیں است کہ علمائے بزرگ دین و آئین ایں احتجاجات آئمہ طاہرین و حجج معصومین صلوٰت اللہ اجمعین مذکور داشتہ اند۔"

حضرت زینب کے خطبات میں جو تعبیرات و تشبیہات و استعارات ہیں ان کے ذیل میں صاحب طراز المذہب کا بیان ملاحظہ ہو :-

"فصحاء و بلغاء روزگار را متحیر و مبہوت می دارد۔"

اس کے بعد مزید رقم طراز ہیں :-

"از تمامت کلمات و کنایات و استعارات احسن و اصدق و ابلغ است۔ چہ آں جماعت بحالتی اندر آمدند کہ اسلام ایشان نہ در دنیا و نہ آخرت برائے ایشان سود مند است و آں خونی را بر تحکند کہ در قصاصش ہیچ خونی چارہ نکند و دیتش را تمام اموال جہاں وافی

نیاید۔ چه خون رسول خدا، علی مرتضیٰؑ بلکه ثار الله را ریخته اند و آن لطمه در دین اسلام فرو د آورده اند که هیچ چیزش چاره نکند و بآن غیرت، هتک، حرمت کرده اند که تلافی و تدارک ندارد و آن چشمها گریان داشته اند که هرگز خشکیدن نباشد و آن دلها را باتش اندوه بسوخته اند که بهیچ آبی سرد نگردد و آن گناه و خیانت عظیم را مرتکب شده اند که بهیچ استغفار رستگار نگردند و آن گونه از دین ارتداد یافته اند که بهیچ دیگر مقام خویش در نیابد و آن گونه از دین ارتداد یافته اند که بهیچ حدے آسایش بجویند و آن عیب و شنار ابر تو د نهاده اند که تا پایان روزگار نتوانند از چهره بزدوند و آن تکبّر و تمرد و بغض و کین بورزیده اند که بهیچ میزان سنجیده نگیرد .... آنانکه بفهم ذکا آراسته باشند و باثار باطنه شناخته گردند همیدانند که علوم این نسوان نه چه علوم عامی باشد که همه بهیدی تعلم و تفکر و اکتساب است بلکه دارے علوم موهوبه هستند که نزدیک علوم لدنی و آثار باطنیه است۔"[1]

علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء رقم طراز ہیں :۔

"حضرت زینبؑ نے دربار یزید میں جس منزل کو طے کیا وہ اس مرحلہ سے زیادہ دشوار تھا جس کو انصار حسینؑ نے کربلا کے میدان میں قطع کیا......... ان طاقت رُبا اور ہمت شکن حالات میں ابن زیاد کے سامنے زینبؑ کی زبان میں لکنت یا ان کے دل میں کسی قسم کا اضطراب یا اُن پر کسی خوف و دہشت کا اثر تھا؟؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ انھیں نے اس موقع پر حقائق پُر تقریریں کیں۔ جن کو اگر ایک فارغ البال اور مطمئن شخص کئی رات دن کی فکر میں تیار کرتا تب بھی اپنی نوعیت میں یادگار حیثیت نہ رکھتیں۔ پھر حضرت زینبؑ نے تو ہزاروں اشخاص کے مجمع میں ایسے موقع پر ان خطبوں کو ارشاد فرمایا تھا۔ جب وہ مصائب اور شدائد کے "بتیس" دانتوں میں زبان کی طرح گھری ہوئی تھیں۔"[2]

"حضرت زینبؑ کے خطبات وارشادات نے ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اسی لئے حضرت

---

[1] طراز المذہب ۔ از علامہ عباس قلی خاں [2] بحوالہ، سیرت جناب زینبؑ، صفحہ ۱۵۵-۱۵۶، از سید محمد حسین جعفری

امام حسین علیہ السّلام اپنے ساتھ اطفال اور مخدرات عصمت وطہارت کو لے کے آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ میدان جنگ اور خطرات کے حالات میں بچے اور عورتیں پریشانیوں میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔ لیکن حضرت امام حسین کا سفر جنگ کے لئے نہیں تھا بلکہ ہدایت اور تبلیغ کے لئے تھا مگر یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ نگاہ امامت مستقبل کے حالات کو دیکھ رہی تھی۔ اسی لئے جب بہی خواہوں نے حضرت امام حسینؑ سے شدت سے اس بات کا اصرار کیا کہ بچوں اور عورتوں کو اس سفر میں ہمراہ نہیں لے جائیں تو امامؑ نے فرمایا کہ میری نگاہیں جو دیکھ رہی ہیں وہ تم نہیں جانتے۔ جیسا کہ بعد شہادت حسینؑ، یزید علیہ العن نے کہنا شروع کر دیا کہ "خدا لعنت کرے ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد پر کہ اس نے حسینؑ کو قتل کر دیا"[لہ] یزید قتل حسینؑ کے بعد بھی ناکام رہا اور اپنی ناکامی کا اسے شدید احساس تھا۔ اسی لئے اپنے کو قتل حسینؑ سے بری ظاہر کرنے اور ملوث نہ ہونے کے حیلے اور بہانے تلاش کرنے لگا۔ تاریخ طبری میں ہی ہے کہ "یزید لعین نے حضرت امام زین العابدین کو تنہائی میں اپنے پاس بلایا اور کہا کہ خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔ اگر براہ راست آپ کے والد کا اور میرا سامنا ہو جاتا تو جو کچھ وہ فرماتے میں منظور کر لیتا۔ اور کبھی ان کے قتل کو گوارہ نہ کرتا۔ بہر طور خدا کو جو منظور تھا وہ ہوا۔ اب آپ مدینہ تشریف لے جائیے اور وہاں سے مجھے خط لکھتے رہئے گا اور جو بھی ضرورت ہو اس سے مطلع کیجئے گا۔"[ﷺ]

اگر حضرت زینبؑ وام کلثومؑ اور دیگر مخدرات عصمت وطہارت کی اسیری نہ ہوتی تو یزید علیہ العن کا درج بالا پروپیگنڈہ بڑی شدومد کے ساتھ عام ہو جاتا۔ یزیدی حکومت کے پاس طاقت اور دولت، پروپیگنڈا مشینری کو حرکت وعمل میں لانے کے لئے بہت کافی تھی۔ لیکن اگر یزید اپنے کو بے قصور ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا تو یہ اہل بیت رسولؐ کی اسیری اور پھر ابن زیاد کے دربار کے بعد دربار یزید میں اور ایک سال تک قید وبند کی زندگی میں سختی اور درشتی یہ سب دمشق میں ہی ہوئی۔ اس کی ذمہ داری سے تو یزید انکار

لہ ﷺ تاریخ طبری، جلد ششم صفحہ ۲۶۶،

نہیں کرسکتا ہے۔ اہلِ بیت رسولؐ کی مستقل تذلیل کا یزید کے دار الحکومت دمشق میں ہونا یہ خود ثابت کرتا ہے کہ یزید ملعون کے حکم سے ہی قتل حضرت امام حسینؑ ہوا اور پھر عداوت و بغض و عناد کے نتیجے میں ہی اہلِ حرم کی شہر بہ شہر، دیار بہ دیار تشہیر، ظلم و ستم، یزید کے ہی ظلم کا سبب تھے، اور اس ظلم یزید کو نمایاں اور روشن کرنے کے لئے ہی حضرت امام حسینؑ اپنے بچوں اور عورتوں کو ساتھ لے کے گئے تھے۔ جس کی سب سے اہم ترجمان اور نقیب حضرت زینبؑ ہیں۔ جہاں جہاں سے اہلِ بیت رسولؐ کا لٹا ہوا قافلہ گزرا، حضرت زینبؑ نے ظلم یزید کا پردہ فاش کیا اور اعلان صداقت حضرت امام حسینؑ عام کیا۔ اس امر کا وعدہ حضرت زینبؑ نے اپنے بھائی سے فرمایا بھی تھا ؎

وعدہ کرتی ہوں کہ جس راہ میں جاؤں گی میں
اس کے ہر موڑ پہ تاریخ بناؤں گی میں
قوم کو آپ کا پیغام سناؤں گی میں
اس کی سوئی ہوئی غیرت کو جگاؤں گی میں

تربیت یافتہ یا شاہ زمن آپ کی ہوں میں
یہ سمجھ لیجئے بھیا کہ بہن آپ کی ہوں میں

(جمیل مظہری)

اگر مخدرات عصمت و طہارت اسیر ہو کر در بدر پھرائی نہ جاتیں تو عوام ظلم یزید سے واقف نہ ہوتے۔ اسیری و بے کسی کے عالم میں بھی حضرت زینبؑ کے حق و صداقت میں ڈوبے ہوئے جرأت مندانہ ارشادات ظالم یزید کے تخت و تاج پر ضرب کاری لگا رہے تھے۔ حضرت زینبؑ کی واقعۂ کربلا میں سب سے بڑی اور اہم افادیت یہ ہے کہ بعد شہادت حضرت حسین علیہ السّلام حضرت زینب، حسینؑ بن کر اٹھیں اور حکومت شام کی بنیادیں ہلا دیں۔

مدینہ سے کربلا اور کربلا سے کوفہ و شام تک ہر ہر گام پر حضرت زینبؑ کا مثالی کردار

نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ کبھی بھائی کی مشیر اور کبھی بھائی کی مددگار اور سوگوار بعد شہادت حضرت امام حسینؑ، اطفال اور خواتین کا سہارا اور ان کی امیدوں کا مرکز۔ شام غریباں کی ظلمتوں میں ان کا کردار اور روشن ہو جاتا ہے۔ بقول جمیل مظہری ؎

اس کی سیرت یہ ہو کیا شام غریباں کا اثر
جس نے ظلمت کے گریباں سے نکالی ہو سحر
جس کا ہر مرحلہ فرض جہاد اکبر
جس کے دامن سے یتیموں کو ملی بوئے پدر
آیت اللہ ہے کردار مکمل جس کا
سایۂ دامنِ رحمت ہوا آنچل جس کا

ایک گرتا ہوا گھر اٹھ کے سنبھالا جس نے
آگ میں پیر کے بچوں کو نکالا جس نے
کر دیا صبر کی راہوں میں اجالا جس نے
بھر دیا ظلم کی ہمّت کا پیالا جس نے
فتح مظلوم کا عنوان نتیجے کو دیا
حوصلہ صبر کا بیمار بھتیجے کو دیا

حضرت زینبؑ واقعۂ کربلا میں وہ اہم سیرت و کردار کی مالک ہیں کہ جن پر بار فرائض کا انجام ہے۔ بچوں کی نگہبانی اور حفاظت بھی ان کے سپرد ہے۔ بے کس بیبیاں بھی انھیں سے دلاسہ اور تسلّی پاتی ہیں۔ خود حضرت زینبؑ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خاتون جنتؑ سے فریاد کرتی ہیں :- ؎

مجھ کو اٹھنے نہیں دیتا کوئی بچہ اماں
میں جو بیٹھوں تو پھرے کون طلایہ اماں
اس کو بہلاؤں کہ دوں اس کو دلاسہ اماں

وہ اگر باپ کو پوچھیں تو کہوں کیا اماں
یہ تو ممکن ہے کہ لونڈی بنوں دایہ بن جاؤں
کس طرح ان کے لئے باپ کا سایہ بن جاؤں
(جمیلؔ مظہری)

دراصل حضرت زینبؑ ناشر احکام خدا و رسولؐ ہیں۔ معرکۂ صبر و رضا کی فاتح ہیں۔ مقصد حسینؑ کی امین، محافظ اور نقیب ہیں۔ فلسفۂ رسم عزاداری کی بانی ہیں۔ آج کی اس بدلتی ہوئی دنیا میں بھی حضرت زینبؑ کا کردار نمایاں اور قابل عمل ہے اور قیامت تک نمونۂ عمل رہے گا۔ کاش! حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ کی کنیزی کا دم بھرنے والی خواتین ان کی سیرت کے نقش و نگار کی طرف بھی متوجہ ہوں۔ اس لئے کہ ثانی زہرا حضرت زینب کبریٰؑ اس مقدس اور باعمل سیرت و کردار کا نام ہے جس نے مدینہ سے مکہ، مکہ سے کربلا اور کربلا سے کوفہ اور دمشق تک کے سخت سے سخت حالات میں قید و بند کی زندگی میں کبھی نماز شب تک ترک نہیں کی اور فرائض کی تکمیل میں مصروف و مشغول رہیں اور منزل صبر و رضا پر گامزن رہیں۔

تہذیب کو اک درس گوارہ بھی دیا
سیدانیوں کو صبر کا یارا بھی دیا
مقتل میں جو آنے لگا بیمار کو غش
زینبؑ نے امامت کو سہارا بھی دیا
(جمیلؔ مظہری)

حضرتِ زینبؑ و حضرتِ اُمِّ کلثومؑ

کے

خُطبات، اِرشادات، مراثی اور زیارتِ مُبارکہ

مع تراجم

حضرت امام حسینؑ کی لاش کو دیکھ کر حضرت زینبؑ نے اس طرح فریاد کی :-

وَامُحَمَّدَاهُ صَلّٰی عَلَیْکَ مَلِیْکُ السَّمَآءِ هٰذَا حُسَیْنُکَ مُرَمَّلٌ بِالدِّمَآءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَآءِ وَبَنَاتُکَ سَبَایَا، اِلَی اللّٰهِ الْمُشْتَکٰی وَاِلٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاِلٰی عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی اِلٰی فَاطِمَةَ الزَّهْرَا وَاِلٰی حَمْزَةَ سَیِّدِ الشُّهَدَآءِ وَامُحَمَّدَا مُحَمَّدَاهُ هٰذَا حُسَیْنٌ بِالْعَرَاءِ تَسْفِیْ عَلَیْهِ رِیْحُ الصَّبَا قَتِیْلُ اَوْلَادِ الْبَغَایَا وَاحُزْنَاهُ وَاکَرْبَاهُ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَلْیَوْمَ مَاتَ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ هٰؤُلَاءِ ذُرِّیَّةُ الْمُصْطَفٰی یُسَاقُوْنَ سَوْقَ السَّبَایَا۔

فریاد ہے اے محمدؐ مالک آسمان آپ پر درود بھیجے۔ یہ حسینؑ خون آلودہ ریت پر پڑے ہوئے ہیں ان کے اعضا پارہ پارہ ہیں اور آپ کی بیٹیاں اسیر ہو رہی ہیں خدا سے شکایت ہے محمد مصطفٰے سے شکایت ہے، علی مرتضٰی سے شکایت ہے اور حمزہ سید الشہدا سے شکایت ہے فریاد ہے اے محمدؐ یہ حسینؑ چٹیل میدان میں پڑے ہوئے ہیں ان پر ہوا نے خاک کی چادر اڑھائی ہوئی ہے۔ بدکار عورتوں کی اولاد نے انکو قتل کر دیا ہے۔ ہائے کیسا غم ہے، ہائے کیسا کرب ہے۔ آج میرے نانا رسولؐ نے انتقال فرمایا۔ اے اصحاب محمد یہ لوگ ذریت مصطفٰے ہیں جو قیدیوں کی طرح ہکائے جا رہے ہیں۔

اس طرح بھی فریاد کی :-

یَا مُحَمَّدَاهُ بَنَاتُکَ السَّبَایَا وَذُرِّیَّتُکَ مُقَتَّلَةٌ تَسْفِیْ عَلَیْهِمْ رِیْحُ الصَّبَا وَهٰذَا الْحُسَیْنُ مَجْزُوْزُ الرَّاْسِ مِنَ الْقَفَا مَسْلُوْبُ الْعِمَامَةِ وَالرِّدَاءِ بِاَبِیْ مَنْ اَضْحٰی عَسْکَرُهُ

فریاد ہے اے محمد! آپ کی بیٹیاں قید ہو گئیں اور آپ کی ذریت بے طرح قتل کی گئی ان پر ہوا خاک کی چادر اڑا رہی ہے، اور یہ حسینؑ ہیں جن کا سر پس گردن سے کاٹا گیا۔ ان کا عمامہ اور ردا لوٹ لی گئی۔ میرے باپ اس پر فدا جس کا لشکر

فِی یَوْمِ الاثْنَیْنِ نُہِبَا بِاَبِی مَنْ ، فُسْطَاطُہٗ مُقَطَّعُ العُرٰی بِاَبِی مَنْ لَا غَائِبٌ فَیُرْتَجٰی وَلَا جَرِیْحٌ فَیُدَاوٰی بِاَبِی مَنْ نَفْسِی لَہُ الفِدَاءُ بِاَبِی مَنْ لَہُ الھُمُوْمُ حَتّٰی قَضٰی بِاَبِی مَنْ ھُوَ العَطْشَانُ حَتّٰی مَضٰی ، بِاَبِی مَنْ شَیْبَتُہٗ تَقْطُرُ بِالدِّمَاءِ ، بِاَبِی مَنْ جَدُّہٗ رَسُوْلُ اللہِ السَّمَاءِ بِاَبِی مَنْ ھُوَ سِبْطُ النَّبِیِّ الھُدٰی بِاَبِی مُحَمَّدِ المُصْطَفٰی بِاَبِی خَدِیْجَۃِ الکُبْرٰی ، بِاَبِی عَلِیِّ المُرْتَضٰی بِاَبِی فَاطِمَۃَ الزَّھْرَا سَیِّدَۃِ النِّسَاءِ بِاَبِی مَنْ رُدَّتْ لَہُ الشَّمْسُ حَتّٰی صَلّٰی ۔

دوشنبہ کے دن لوٹا گیا۔ میرے باپ اس پر قربان جس کے خیمہ کی طنابیں کاٹ ڈالی گئیں۔ میرے باپ اس پر نثار جو ایسا غائب نہیں ہے کہ اس کے واپس آنے کی امید کی جا سکے اور نہ ایسا زخمی ہے کہ جس کا علاج کیا جا سکے میرے باپ اس پر فدا جس پر میری جان بھی قربان ہے میرے باپ اس پر فدا جس کے حصہ میں غم ہی غم تھا۔ یہاں تک کہ اس نے قضا کی۔ میرے باپ اس پر اس پر نثار جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا۔ میرے باپ اس پر فدا جس کے نانا رسول خدا تھے میرے باپ اس پر فدا جو نبی ہدیٰ کا نواسہ تھا۔ میرے باپ محمد مصطفٰے پر فدا، میرے باپ خدیجہ کبریٰ پر نثار میرے باپ علی مرتضیٰ پر قربان، میرے باپ فاطمہ زہرا سیدۃ النساء پر فدا، میرے باپ اس پر فدا جس کی خاطر سے سورج کو لوٹایا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے نماز پڑھی۔

• تقریر حضرت زینبؑ بازارِ کوفہ میں

جب یہ قافلہ کوفہ میں پہنچا جہاں کے لوگ حضرت علیؑ و حضرت امام حسنؑ سے غداری کر چکے تھے اور حضرت مسلمؑ کو بلا کر اور ان سے بیعت کر کے ان کو تنہا چھوڑ دیا تھا اور حضرت امیر المومنینؑ کی لڑکیاں اور بیویاں ان بازاروں میں بے چادر و مقنع زنجیروں میں بندھی ہوئی لائی گئی ہیں، اور ان کو دیکھ کر لوگوں نے گریہ وزاری شروع کر دی تو حضرت زینبؑ نے ان کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور پھر فرمایا :-

تزئین زندگی ہے صداقت کی آن بان
حسنِ معاشرت ہے، دیانت کی آن بان
عزم وفا کے عہد، امانت کی آن بان
کردار کا نکھار، ثقافت کی آن بان
گلدستۂ حیات سجاتے ہوئے چلو
انسانیت کی ساکھ جماتے ہوئے چلو

: ” :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی
مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ (اَمَّا بَعْدُ)
يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ يَا اَهْلَ الْخَتْلِ
وَالْغَدْرِ اَتَبْكُوْنَ فَلَا رَقَاَتِ
الدَّمْعَةُ وَلَا قَطَعَتِ الرَّنَّةُ
وَلَا هَدَاَتِ الزَّفْرَةُ اِنَّمَا
مَثَلُكُمْ كَمَثَلِ الَّتِیْ نَقَضَتْ
غَزْلَهَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا
تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ
هَلْ فِيْكُمْ اِلَّا الصَّلَفُ وَالْعُجْبُ
وَالشَّنَفُ وَالْكِذْبُ وَمَلَقُ الْاِمَاءِ
وَغَمْزُ الْاَعْدَاءِ اَوْ كَمَرْعًی عَلٰی
دِمْنَةٍ اَوْ كَفِضَّةٍ عَلٰی مَلْحُوْدَةٍ
اَلَا سَاءَ مَا قَدَّمَتْ لَكُمْ
اَنْفُسُكُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ
وَفِی الْعَذَابِ اَنْتُمْ خٰلِدُوْنَ
اَیْ اَجَلْ وَاللّٰهِ فَابْكُوْا فَاِنَّكُمْ
وَاللّٰهِ اَحَقُّ بِالْبُكَاءِ فَابْكُوْا
كَثِيْرًا وَاضْحَكُوْا قَلِيْلًا فَلَقَدْ
ذَهَبْتُمْ بِعَارِهَا وَلَنْ تَرْحَضُوْهَا
بِغَسْلٍ بَعْدَهَا اَبَدًا وَاَنّٰی تَرْحَضُوْنَ
قَتْلَ سَلِيْلِ خَاتَمِ النُّبُوَّةِ وَ

اے اہل کوفہ، اے غدارو، اے مکارو! ہم پر گریہ کر رہے ہو۔ تمہارے آنسو کبھی نہ تھمیں اور تمہاری فریاد کبھی نہ ختم ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی ہے جو سوت اچھی طرح کاتنے کے بعد توڑ دیتی ہے۔ تم نے بھی رشتہ عہد کو توڑ ڈالا اور اصلی کفر کی طرف لوٹ گئے۔ کیا تم اپنی قسموں میں مکر و خیانت کو پیش نظر رکھے ہوئے ہو۔ تم لوگوں میں صرف غلط دعوے ہیں اور تم سب کے سب عیب و کذب سے وابستہ ہو۔ تم میں کنیزوں کی سی چاپلوسی اور دشمنوں کی سی غمازی ہے۔ تمہاری مثال اس ہری گھاس کی سی ہے جو کوڑے پر لہلہا رہی ہو۔ یا اس چاندی کی طرح ہو جس سے کوئی قبر سنواری گئی ہو۔ تم نے اپنی آخرت کے لئے بہت خراب توشہ بھیجا ہے۔ خدا کا غضب تمہارے لئے مہیا ہے۔ اور تم عذاب میں ہمیشہ رہو گے۔ اے تم ہم پر رو رہے ہو ہاں قسم بخدا بہت روؤ، قسم بخدا تمہارے لئے یہی مناسب ہے کہ تم روتے رہو۔ زیادہ روؤ اور کم ہنسو یعنی خوشی تمہیں کم نصیب ہو عیب و ننگ تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہے اور

معدن الرسالة وسيد
شباب اهل الجنة وملاذ
حربكم ومعاذ حزبكم
ومقر سلمكم واسى كلمكم
ومفزع نازلتكم والمرجع
اليه عند مقالتكم ومدرة
حججكم ومنارة محجتكم
الا ساء ما قدمت لكم
انفسكم وساء ما تزرون
ليوم بعثكم فتعسا تعسا
ونكسا نكسا لقد خاب السعى
وتبت الايدى وخسرت
الصفقة وبؤتم بغضب
من الله وضربت عليكم
الذلة والمسكنة اتدرون
ويلكم اى كبد لمحمد
فريتم واى عهد نكثتم
واى كريمة له ابرزتم
واى حرمة له هتكتم
واى دم له سفكتم لقد
جئتم شيئا ادا تكاد السموات
يتفطرن منه وتنشق الارض

اس ذلت کو تم اپنے سے کسی طرح دور نہیں کر سکتے اور کسی پانی سے اس دھبّہ کو نہیں دھو سکتے اور تم کیونکر اس بات کی تلافی کر سکتے ہو کہ تم نے خاتم النبیین کے جگر گوشہ اور جوانان جنت کے سردار کو قتل کر دیا ہے۔ جو تمہاری جنگ میں تمہارا مقام امن تھا جو تمہارے گروہ کے لئے جائے پناہ اور تمہاری صلح کی جائے قرار تھا۔ تم مباحثے میں جس کی طرف رجوع کر سکتے تھے۔ جو تمہاری دلیلوں کا معدن اور تمہارے دینی راستہ کا روشن کرنے والا تھا۔ کتنے بڑے گناہ کے تم مرتکب ہوئے ہو۔ رحمت خدا سے دور ہو گئے ہو تمہاری کوشش بیکار ہو کر رہ گئی تم دنیا و آخرت کے خسارے سے دوچار ہو گئے ہو۔ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے ہو اور ذلت و خواری کو تم نے اپنے لئے خرید لیا ہے۔ اے اہل کوفہ تم پر وائے ہو جناب رسالت مآب کے کیسے جگر گوشہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور ان کے خانوادہ کی کیسی کیسی مخدرہ اور عفت مآب بیبیوں کو بے پردہ کر دیا۔ ان کے کیسے کیسے برگزیدہ فرزندوں کا خون بہایا۔ اور آنحضرت کی کیا کیا حرمت ضائع کی ایسا قابل نفرت کام تم نے کیا ہے کہ جس کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکرے

وَتَخِرَّ الْجِبَالُ هَدًّا لَقَدْ جِئْتُمْ
بِهَا صَلْعَاءَ عَنْقَاءَ سَوْآءَ فَقْمَاءَ
وَفِي بَعْضِهَا خَرْقَاءَ وَشَوْهَاءَ
طِلَاعَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ
اَفَعَجِبْتُمْ اَنْ قَطَرَتِ السَّمَاءُ
دَمًا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
اَخْزٰى وَاَنْتُمْ لَا تُنْصَرُوْنَ
فَلَا يَسْتَخِفَّنَّكُمُ الْمَهَلُ
فَاِنَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَحْضِرُهُ
الْبِدَارُ وَلَا يُخَافُ عَلَيْهِ
فَوْتُ الثَّارِ كَلَّا اِنَّ رَبَّكُمْ
لَنَا وَلَكُمْ لَبِالْمِرْصَادِ.

ٹکڑے ہو کر اڑ جائیں۔ تم نے ایسی بری حرکت کی ہے کہ جس نے زمین و آسمان کو گھیر لیا ہے۔ تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے اس واقعہ پر خون برسا (یہ تو فقط نشانی ہے) دیکھو عذاب آخرت تمہیں اس سے بھی زیادہ رسوا کرے گا اور کوئی تمہاری مدد نہ کرے گا۔ وہاں خدا کی نرمی اور مہلت تمہارے بوجھ کو ہلکا نہ کرے گی (وہاں کے عذاب کے منتظر رہو) کیونکہ خداوند عالم عذاب میں جلدی نہیں کرتا اسے وقت اور انتقام کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے تمہارا پروردگار گنہگاروں کی گھات میں ہے

ثُمَّ اَنْشَأَتْ تَقُوْلُ ؎

پھر جناب زینبؑ نے یہ اشعار انشا فرمائے

۱۔ مَاذَا تَقُوْلُوْنَ اِذْ قَالَ النَّبِيُّ لَكُمْ
مَاذَا صَنَعْتُمْ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ

۱۔ تم اس وقت کیا جواب دو گے جب پیغمبر خدا تم سے کہیں گے کہ تم تو آخری امت (امت مرحومہ) ہو تم نے یہ کیا کیا۔

۲۔ بِاَهْلِ بَيْتِيْ وَاَوْلَادِيْ وَمُكَرَّمَتِيْ
مِنْهُمْ اُسَارٰى وَمِنْهُمْ ضُرِّجُوْا بِدَمِ

۲۔ میرے اہل بیت و میری اولاد میری حرمت کے ساتھ بعض کو ان میں سے قید کیا اور بعض کو قتل کر ڈالا۔

۳۔ مَا كَانَ ذٰلِكَ جَزَائِيْ اِذْ نَصَحْتُ لَكُمْ
اَنْ تَخْلُفُوْنِيْ بِسُوْءٍ فِيْ ذَوِيْ رَحِمِ

۳۔ یہ تو صلہ نہ تھا میری نصیحت و رسالت و اصلاح کا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا کہ تم میرے بعد میرے قرابت داروں کے ساتھ ایسا برا سلوک کرتے۔

۴۔ اِنِّی لَاَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ یَّحِلَّ بِکُمْ مِثْلُ الْعَذَابِ الَّذِیْ اُوْدِیَ عَلٰی اِرَمِ

۴۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں تم پر بھی وہی عذاب نازل نہ ہو جائے جس نے ارم و شداد والوں کو ہلاک کر ڈالا تھا۔

خطبۂ حضرت زینبؑ در بارِ ابنِ زیاد میں

حضرت زید بن موسیٰ بن جعفر علیہم السّلام فرماتے ہیں کہ جناب فاطمہ بنت حسین علیہ السّلام نے بازار کوفہ میں یہ تقریر فرمائی:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَدَدَ الرَّمْلِ وَالْحَصٰی وَزِنَۃَ الْعَرْشِ اِلَی الثَّرٰی اَحْمَدُہٗ وَاُوْمِنُ بِہٖ وَاَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَنَّ وُلْدَہٗ ذُبِحُوْا بِشَطِّ الْفُرَاتِ لِغَیْرِ ذَحْلٍ وَّلَا تِرَاتٍ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ اَنْ اَفْتَرِیَ عَلَیْکَ الْکِذْبَ وَاَنْ اَقُوْلَ عَلَیْکَ خِلَافَ مَا اَنْزَلْتَ عَلَیْہِ مِنْ اَخْذِ الْعُھُوْدِ لِوَصِیِّہٖ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْمَسْلُوْبِ حَقَّہٗ الْمَقْتُوْلِ مِنْ غَیْرِ ذَنْبٍ کَمَا قُتِلَ وُلْدُہٗ

ساری حمد خدا کیلئے ہے ایسی حمد جو ریگ بیاباں اور سنگ ریزوں سے تعداد میں اور عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک سارے اجسام وزن میں برابر ہو۔ میں اس کی حمد کرتی ہوں اس پر ایمان رکھتی ہوں اور اسی پر مجھے بھروسہ ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہوں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ گواہی دیتی ہوں کہ محمدؐ اس معبود کے بندے اور اس کے رسول ہیں خدا کی رحمت ہو ان پر اور ان کی آل پر اور میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ آنحضرتؐ کے بیٹے فرات کے کنارے اس طرح ذبح کئے گئے کہ نہ ان کا خون بہا لیا جاتا ہے نہ بدلا خداوندا میں تیری مدد کے سہارے اس بات سے پناہ مانگتی ہوں کہ تجھ پر جھوٹ باندھوں اور اس عہد کے خلاف بولوں جو تو نے اپنے پیغمبر کے وصی علی ابن ابی طالب

بالاَمس في بيتٍ من بيوتِ اللهِ تعالىٰ فيهِ معشرٌ مسلمةٌ .... بالسنتهم تعساً لرؤسهم ما دفعت عنهُ ضيماً في حياتهِ ولا عندَ مماتهِ حتىٰ قبضتهُ اليكَ محمودَ النقيبةِ طيبَ العريكةِ معروفَ المناقبِ مشهورَ المذاهب لم ياخذهُ . اللهمَّ فيكَ لومةَ لائمٍ ولا عذلُ عاذلٍ هديتهُ يا ربِّ للاسلامِ صغيراً وحمدتَ مناقبهُ كبيراً ولم يزلْ ناصحاً لكَ ولرسولكَ حتىٰ قبضتهُ اليكَ زاهداً في الدنيا غيرَ حريصٍ عليها راغباً في الآخرةِ مجاهداً لكَ في سبيلكَ رضيتهُ واخترتهُ وهديتهُ علىٰ صراطٍ مستقيمٍ .

اما بعد يا اهلَ الكوفةِ يا اهلَ المكرِ والغدرِ والخيلاءِ فانا اهلُ بيتٍ ابتلانا اللهُ بكم وابتلاكم بنا فجعلَ بلاءنا حسناً وجعلَ علمهُ ...

کے بارے میں نازل کیا ہے۔ یعنی امر خلافت وہ علی جن کا حق چھین لیا گیا اور بغیر جرم کے قتل کر دیئے گئے۔ جس طرح کل روز عاشورہ اُن کا فرزند قتل کر دیا گیا۔ وہ علی جن کی شہادت خدا کے گھر (مسجد کوفہ) میں واقع ہوئی جہاں وہ لوگ موجود تھے جو صرف زبان سے مسلمان تھے۔ خدا ان کا سر توڑے انھوں نے نہ تو آنجناب کی زندگی میں ان سے کسی ظلم کو دور کیا اور نہ آنجناب کے مرتے وقت تا اینکہ خدا نے ان کو اپنی طرف بلا لیا۔ درآنحالیکہ وہ طبیعت کے پاک اور فطرت کے پاکیزہ تھے ان کے مناقب سب کو معلوم تھے اور ان کا مسلک مشہور تھا۔ خداوندا تیرے بارے میں آنجناب کو نہ تو کسی ملامت کرنے والے کا خوف ہوتا تھا اور نہ کسی سرزنش کرنے والے کا ڈر۔ پروردگارا تو نے انھیں ان کی طفلی ہی میں اسلام کی طرف رہبری کی اور ان کے بڑے ہونے پر ان کے مناقب کی مدح فرمائی۔ وہ جناب ہمیشہ تیرے اور تیرے رسول کی خدمت میں خالص بات پیش کرتے رہے۔ تا اینکہ تو نے اس حالت میں اپنی طرف بلا لیا کہ وہ دنیا کی چیزوں میں زاہد تھے۔ حریص نہ تھے۔ آخرت کے کاموں میں ہمہ تن راغب تھے اور تیری راہ میں تیری خوشنودی کے لئے سچا جہاد کرنے والے تھے

عِنْدَنَا وَفَهْمَهُ لَدَيْنَا فَنَحْنُ
عَيْبَتُهُ عِلْمِهِ وَوِعَاءُ فَهْمِهِ
وَحِكْمَتِهِ وَحُجَّتِهِ فِي الْاَرْضِ
لِبِلَادِهِ وَلِعِبَادِهِ اَكْرَمَنَا اللّٰهُ
بِكَرَامَتِهِ وَفَضَّلَنَا بِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ عَلٰى كَثِيْرٍ
مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا بَيِّنًا
فَكَذَّبْتُمُوْنَا وَكَفَّرْتُمُوْنَا
وَرَاَيْتُمْ قِتَالَنَا حَلَالًا وَ
اَمْوَالَنَا نَهْبًا كَاَنَّا اَوْلَادُ تُرْكٍ
اَوْ كَابُلٍ كَمَا قَتَلْتُمْ جَدَّنَا
بِالْاَمْسِ وَسُيُوْفُكُمْ تَقْطُرُ
مِنْ دِمَائِنَا اَهْلَ الْبَيْتِ
لِحِقْدٍ مُتَقَدِّمٍ قَرَّتْ لِذٰلِكَ
عُيُوْنُكُمْ وَفَرِحَتْ قُلُوْبُكُمْ
اِفْتِرَاءً مِنْكُمْ عَلَى اللّٰهِ وَمَكْرًا
مَكَرْتُمْ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ
فَلَا تَدْعُوَنَّكُمْ اَنْفُسُكُمْ
اِلَى الْجَذَلِ بِمَا اَصَبْتُمْ مِنْ
دِمَائِنَا وَنَالَتْ اَيْدِيْكُمْ مِنْ
اَمْوَالِنَا فَاِنَّ مَا اَصَابَنَا مِنَ
الْمَصَائِبِ الْجَلِيْلَةِ وَالرَّزَايَا

تو ان سے راضی ہوا۔ تو نے ان کو منتخب کر لیا اور صراط مستقیم کی طرف تو نے ان کی رہبری فرمائی۔ اما بعد! اے اہل کوفہ، اے مکر و بیوفائی والو، اے تکبر والو، بے شک ہم وہ ہیں جن کی آزمائش خدا نے تمہارے ذریعہ کی ہے اور ہماری آزمائش کو اچھا قرار دیا۔ اس خدا نے اپنا علم ہمیں بخشا اپنی فہم ہمیں عنایت کی۔ چنانچہ ہم اس کے علم کا ظرف اور اس کے فہم و حکمت کا مقام ہیں اور ہم روئے زمین پر اس کے ملکوں اور اس کے بندوں کیلئے اس کی حجت ہیں۔

خدا نے ہمیں اپنی کرامت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ہمیں اپنے نبی محمد مصطفٰے کے ذریعہ اکثر مخلوقات پر بیّن فضیلت دی ہے۔ باوجود اس کے تم نے ہمیں جھٹلایا ہمیں کافر کہا اور ہمارے قتل کو حلال جانا اور ہمارے مالوں کو لوٹنا جائز سمجھا۔ گویا ہم ترک و کابل کی نسل سے ہیں۔ ایسے ہی تم نے کل ہمارے جد بزرگوار علی ابن ابی طالب کو قتل کر ڈالا اور اب تک تمہاری تلواروں سے ہم اہلبیت محمد کا خون ٹپک رہا ہے۔ یہ اس کینہ کی وجہ سے ہے جو پہلے سے تمہارے دل میں چلا آرہا ہے۔ اس قتل و غارت سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تمہارے دل مسرور ہوئے حالانکہ تمہارے یہ افعال سر تا سر خدا و رسول پر افترا و بہتان تھے۔ اور یہ ایسا مکر تھا جو تم نے دیدہ و دانستہ کیا ہے۔ خدا مکر کا اچھی طرح بدلہ لینے والا ہے۔

الْعَظِيمَةِ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنْ قَبْلِ
اَنْ نَبْرَاَهَا اِنَّ ذٰالِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرٌ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ
وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتَاكُمْ وَاللّٰهُ لَا
يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ تَبًّا
لَكُمْ فَانْتَظِرُوا اللَّعْنَةَ وَالْعَذَابَ
وَكَانْ قَدْ حَلَّتْ بِكُمْ وَتَوَ
اتَرَتْ مِنَ السَّمَآءِ نَقِمَاتٌ
فَيُسْحِتَكُمْ بِمَا كَسَبْتُمْ وَيُذِيْقَ
بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ثُمَّ تُخَلَّدُوْنَ
فِي الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
بِمَا ظَلَمْتُمُوْنَا اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ
عَلَى الظّٰلِمِيْنَ وَيْلَكُمْ اَتَدْرُوْنَ
اَيَّةَ يَدٍ طَاعَنَتْنَا مِنْكُمْ وَاَيَّةَ
نَفْسٍ نَزَعَتْ اِلٰى قِتَالِنَا اَمْ
بِاَيَّةِ رِجْلٍ مَشَيْتُمْ اِلَيْنَا
تَبْغُوْنَ مُحَارَبَتَنَا قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ
وَغَلُظَتْ اَكْبَادُكُمْ وَطُبِعَ عَلٰى
اَفْئِدَتِكُمْ وَخُتِمَ عَلٰى سَمْعِكُمْ
وَبَصَرِكُمْ وَسَوَّلَ لَكُمُ الشَّيْطَانُ
وَاَمْلٰى لَكُمْ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِكُمْ
غِشَاوَةً فَاَنْتُمْ لَا تَهْتَدُوْنَ

لہٰذا خبردار تمہارے نفوس ہمارا خون بہانے پر تم کو خوش ہونے پر آمادہ نہ کریں۔ اور ہمارا مال و اسباب لوٹنے پر تم کو فرح و سرور کی طرف مائل نہ کریں کیونکہ ہم پر جو بڑی بڑی مصیبتیں نازل ہوئیں ہیں وہ خدا کی کتاب میں خلقتِ دنیا سے پہلے ہی ثبت ہو چکی تھیں اور یہ امر خدا کے لئے سہل ہے۔ ہرگز فوت شدہ چیز پر افسوس نہ کرو اور جو نئی شے حاصل ہو اس پر خوشی نہ کرو۔ خدا کسی اکڑنے والے اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا تمہیں ہلاک کرے۔ لعنت و عذاب کے منتظر رہو۔ گویا لعنت تم پر اتر چکی ہے جو تمہارے کرتوت کے سبب تم کو ہلاک کر دے گی۔ پھر قیامت کے روز تم لوگ دائمی اور دردناک عذاب میں مبتلا رہو گے کیونکہ تم نے ہم آلِ محمدؐ پر ظلم کیا ہے۔ آگاہ ہو کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ تم پر وائے ہو۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے کن ہاتھوں نے ہمیں نیزے مارے ہیں اور کیسے کیسے دل ہمارے قتال پر کھینچ کر آئے تھے۔ اور کن پیروں سے ہم سے جنگ کرنے کے ارادے سے ہماری طرف بڑھے تھے۔ تمہارے دل سخت اور تمہارے جگر موٹے ہو گئے ہیں۔ تمہارے دلوں پر اور تمہارے کانوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ شیطان نے تمہارے فعلوں کو تمہاری نظر میں خوشنما کر کے دکھایا ہے اور تمہاری آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ لہٰذا اب تم راہِ ہدایت

تَبًّا لَكُمْ يَا أَهْلَ الْكُوفَةِ أَيَّ تِرَاتٍ
لِرَسُولِ اللّٰهِ قِبَلَكُمْ وَذُحُولٍ لَهُ
لَدَيْكُمْ بِمَا غَدَرْتُمْ بِأَخِيهِ
عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ جَدِّي وَبَنِيهِ
عِتْرَةِ النَّبِيِّ الطَّاهِرِينَ الْأَخْيَارِ
وَافْتَخَرَ بِذَالِكَ مُفْتَخِرٌ
نَحْنُ قَتَلْنَا عَلِيًّا وَبَنِي عَلِيٍّ
بِسُيُوفٍ هِنْدِيَّةٍ وَرِمَاحٍ وَ
سَبَيْنَا نِسَائَهُمْ سَبْيَ تُرْكٍ
وَنَطَحْنَاهُمْ فَأَيَّ نِطَاحٍ
بِفِيكَ أَيُّهَا الْقَائِلُ الْكِثْكِثُ
وَلَكَ الْأَثْلَبُ افْتَخَرْتَ بِقَتْلِ
قَوْمٍ زَكَّاهُمُ اللّٰهُ وَطَهَّرَهُمْ
وَأَذْهَبَ عَنْهُمُ الرِّجْسَ فَاكْظِمْ
وَاقْعِ كَمَا أَقْعَى أَبُوكَ وَإِنَّمَا
لِكُلِّ امْرِءٍ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ
وَحَسَدْتُمُونَا وَيْلًا لَكُمْ عَلَى
مَا فَضَّلَنَا اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ۔ فَمَا
ذَنْبُنَا أَنْ جَاشَ دَهْرًا بُحُورُنَا
وَبَحْرُكَ سَاجٍ لَا يُوَارِي الدَّعَا
مِصَا ۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ
مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

نہ پاؤ گے ۔ اے اہل کوفہ خدا تمہیں ہلاک کرے
رسول خدا کا کیسا کیسا خون بہا تمہارے سروں
پر اور کیسی کیسی جانوں کا بدلہ تمہاری گردنوں
پر ہے ۔ کیونکہ تم نے آنحضرت کے بھائی اور میرے
جد بزرگوار علی ابن ابی طالب اور ان کی اولاد
اور نبی کی عترت پاکیزہ کے ساتھ بے وفائی کی
ہے ۔ اور اس پر ایک فخر کرنے والے نے یوں
فخر بھی کیا ۔ ؎ ہم نے علی اور اولاد علی کو ہندی
تلواروں اور نیزوں سے قتل کیا ۔ ان کی عورتوں
کو ترک کی عورتوں کی طرح قید کیا ۔ اور بڑی بڑی
ٹکر دی ہے ۔ اے اس طرح بولنے والے تیرے منہ میں
خاک اور ریت تو اس قوم کے قتل پر فخر کرتا ہے جسے
خدا نے پاکیزہ بنایا ہے طاہر کیا ہے اور ان سے ہر برائی
کو دور رکھا ہے ۔ لہٰذا تو غصہ کے گھونٹ پیتا رہ
اور کتے کی نشست سے بیٹھ جس طرح تیرا باپ بیٹھا تھا
ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا ۔ تم پر وائے ہو ۔
تم نے ہمارے فضل پر حسد کیا ۔ ہمارا کیا قصور ہے
اگر ہمارے سمندر جوش مارتے رہیں اور تیرا دریا عیب
کے جانور کو چھپا نہ سکے ۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے
چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔ وہ بڑا فضل والا
ہے اور خدا جسے نور نہیں دیتا اسے کہیں سے نور
نہیں ملتا ۔

وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُوْرٍ ۔

تقریر حضرت اُمّ کلثومؑ

سید ابن طاؤس علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ حضرت ام کلثومؑ نے بھی ایک نہایت مؤثر تقریر فرمائی تھی۔ وہ خطبہ یہ ہے :-

يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ سُوْءً لَّكُمْ مَالَكُمْ خَذَلْتُمْ حُسَيْنًا وَقَتَلْتُمُوْهُ وَانْتَهَبْتُمْ اَمْوَالَهٗ وَرَثَيْتُمُوْهُ وَسَبَيْتُمْ نِسَاءَهٗ وَبَكَيْتُمُوْهُ فَتَبًّا لَّكُمْ وَسُحْقًا وَيْلَكُمْ اَتَدْرُوْنَ اَيَّ دَوَاهٍ دَهَتْكُمْ وَاَيَّ وِزْرٍ عَلٰى ظُهُوْرِكُمْ حَمَلْتُمْ وَاَيَّ دِمَاءٍ سَفَكْتُمُوْهَا وَاَيَّ اَمْوَالٍ انْتَهَبْتُمُوْهَا قَتَلْتُمْ خَيْرَ رِجَالَاتٍ بَعْدَ النَّبِيِّ وَنُزِعَتِ الرَّحْمَةُ مِنْ قُلُوْبِكُمْ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْفَائِزُوْنَ وَحِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ ۔ ثُمَّ قَالَتْ ۔

اے اہل کوفہ! خدا تمہارا بُرا کرے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے حسینؑ کو چھوڑ دیا ان کو قتل کر دیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹا۔ اب ان پر تم افسوس کرتے ہو۔ حالانکہ تم نے اب بھی ان کی عورتوں کو اسیر کر رکھا ہے اور پھر ان پر تم روتے بھی ہو۔ تم پر ہلاکت نازل ہے۔ تم جانتے ہو کہ تم پر کیسی آفت آنے والی ہے۔ اور کن مخدرات کی چادریں تم نے چھینی ہیں اور کیسے محترم مال و اسباب کو لوٹا ہے رسولؐ کے بعد جو سب سے بہتر مرد تھے، ان کو تم نے قتل کر ڈالا۔ تمہارے دلوں سے رحم دور ہو گیا ہے۔ یاد رہے کہ خدا ہی کا گروہ کامیاب رہتا ہے۔ اور شیطان کا لشکر ناکامیاب ہے۔

پھر فرمایا :-

(۱) قَتَلْتُمْ اَخِيْ صَبْرًا فَوَيْلٌ لِاُمِّكُمْ سَتُجْزَوْنَ نَارًا حَرُّهَا يَتَوَقَّدُ

(۱) تم نے میرے بھائی کو مجبور کر کے قتل کر ڈالا۔ تمہاری ماں ہلاک ہو۔ عنقریب اس کے بدلے میں تم کو وہ آگ ملے گی جس کی گرمی بھڑکتی رہے گی۔

(۲) سفکتم دماء حرم الله سفکها
وحرمها القرآن ثم محمد

(۲) تم نے ایسے خون بہائے ہیں جن کو خدا نے محترم قرار دیا تھا، جسے قرآن نے محترم بتایا ہے اور محمد مصطفےٰ نے اس سے امت کو آگاہ کر دیا

(۳) الا فابشروا بالنار انکم غدا
لفی سقر حقا یقینا تخلدوا

(۳) خبردار تم کو جہنم کی خوشخبری ہو۔ بیشک تم قیامت کے دن سقر میں ڈالے جاؤ گے جس میں یقیناً تم ہمیشہ رہو گے۔

(۴) وانی لابکی فی حیاتی علی اخی
علی خیر من بعد النبی یولد

(۴) میں زندگی بھر اپنے بھائی کو روتی رہوں گی جو بعد پیغمبر ہر مولود سے بہتر تھا۔

(۵) بدمع غزیز مستهل مکفکف
علی الخد منی ذائبا لیس یجمد

(۵) میں آنسو بہاؤں گی جو مسلسل ہوگا، برابر جاری رہے گا جس سے ہمیشہ رخسار تر رہیں گے۔ جو کبھی بند نہ ہوگا۔

• خطبہ حضرت زینبؑ دربار یزید میں

الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی رسوله وآله اجمعین صدق الله کذالک (ثم کان عاقبة الذین اساؤا السوء ان کذبوا بایات الله وکانوا بها یستهزؤن) تقول اظننت یا یزید حیث اخذت علینا اقطار الارض وآفاق السماء فاصبحنا نساق کما تساق

حمد ہے واسطے رب العالمین کے، صلوٰۃ و درود ہے اس کے رسول پر اور ان کی آل پر۔ خداوند تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے، "پھر برا ہوا انجام ان لوگوں کا جو برائی کرتے تھے۔ خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔" اے یزید تو نے ہم پر ناکہ بند کر دیا۔ آسمان کی فضا تنگ کر دی۔ یہاں تک کہ اہلبیت کی مخدرات عظمت کو قید کر کے دیار بہ دیار پھرایا اس وجہ سے کیا تجھے یہ گمان ہو گیا ہے کہ ہم خدا

○ جائزہ (۲)

دنیائے تاریخ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی ہے کہ خواتین نے نسلِ انسانی کی تربیت و نشو نما میں ہر دور میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ صنف نازک محبت، خلوص، ایثار و ہمدردی کا مرقع رہی ہے۔ سماجی اعتبار سے اس کے مختلف جہات ہیں۔ بحیثیت ماں، بحیثیت بہن، بحیثیت بیٹی اور بحیثیت زوجہ اس کی شناخت خصوصیت کی حامل ہے۔ لیکن اس کے مزید رشتے جیسے پھوپھی اور چچی وغیرہ کے ہیں۔ ان تمام تر سماجی رشتوں سے علاحدہ اور بلند و برتر رشتہ انسانی ہمدردی کا ہوتا ہے جو عورتوں میں بغایت بلند ہوتا ہے۔ انسانی تہذیب و تمدن کی کوئی بھی داستان بغیر عورتوں کی شمولیت کے پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ حالانکہ بعض محاورے انتشار اور فشار کی کہانی بھی سناتے ہیں۔ مگر محاوروں اور کہاوتوں سے قطع نظر حقائق کی دنیا میں جب تلاش و تجسس اور ذوق و جستجو سے کام لیا جاتا ہے تو ایک دوسری اور سچی تصویر سامنے آتی ہے۔ جس میں وجود آدم کے ساتھ وجود حوا از بس کہ لازمی ہو جاتا ہے۔

عورت ہی ماں ہوتی ہے اور بچے کی بہترین تربیت گاہ اور درس گاہ آغوش مادر ہوتی ہے۔ عہد طفلی میں جو بھی نقش بچے کے ذہن پر ابھارا جاتا ہے وہی بنیادی اور دائمی ہوتا ہے۔ اسی لئے ماہرین تعلیمات و نفسیات نے متفقہ طور پر یہ نتیجہ برآمد کیا ہے کہ سو معلموں کی تعلیمات سے زیادہ کارآمد اور مفید ایک باعلم بامعرفت، پاکیزہ اور طاہر ماں کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے۔ اسی لئے دنیا میں "مادری زبان" کہلاتی ہے کہیں بھی "پدری زبان" نہیں ہے۔ اس لئے کہ ماں جو زبان یا بولی بولتی ہے۔ یا جس زبان یا بولی میں بچوں کو لوریاں دے کر سلاتی ہے، تھپکیاں دے کے بہلاتی ہے وہی بچے کی

اَلاُسَارٰی اَنَّ بِنَا عَلَی اللّٰہِ ھَوَانًا
وَبِكَ عَلَيْهِ كَرَامَةً وَاَنَّ ذٰلِكَ
لِعِظَمِ خَطَرِكَ عِنْدَهٗ فَشَمَخْتَ
بِاَنْفِكَ وَنَظَرْتَ فِیْ عِطْفِكَ
جَذْلَانَ مَسْرُوْرًا حِيْنَ رَاَيْتَ
الدُّنْيَا لَكَ مُسْتَوْسِقَةً وَ
الْاُمُوْرُ مُتَّسِقَةً حِيْنَ صَفَا لَكَ
مُلْكُنَا وَسُلْطَانُنَا مَهْلًا مَهْلًا
اَنَسِيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ (وَلَا يَحْسَبَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ
خَيْرٌ لِاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ
لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ
مُهِيْنٌ) اَمِنَ الْعَدْلِ يَا ابْنَ
الطُّلَقَاءِ تَخْدِيْرُكَ حَرَائِرَكَ
وَاِمَائَكَ وَسَوْقُكَ بَنَاتِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ سَبَايَا قَدْ هَتَكْتَ
سُتُوْرَهُنَّ وَاَبْدَيْتَ وُجُوْهَهُنَّ
تَحْدُوْ بِهِنَّ الْاَعْدَاءُ مِنْ بَلَدٍ
اِلٰى بَلَدٍ وَيَسْتَشْرِفُهُنَّ اَهْلُ
الْمَنَاهِلِ وَالْمَنَاقِلِ وَيَتَصَفَّحُ
وُجُوْهَهُنَّ الْقَرِيْبُ وَالْبَعِيْدُ
وَالدَّنِيُّ وَالشَّرِيْفُ لَيْسَ لَهُنَّ

کے نزدیک ذلیل و خوار ہیں اور تو اس کی نظر میں
مکرم ہے۔ اور تیرا یہ ظلم جو ہم پر گزر رہا ہے تو کیا
یہ خیال کرتا ہے کہ تجھے اس کی بارگاہ میں شان
و منزلت حاصل ہو گئی ہے اور تو اس گمان
بد کے سبب متکبروں کی طرح پر شکن ڈالتا ہے
اور دائیں بائیں متکبرانہ انداز سے دیکھ رہا ہے
خوشی سے اپنے شانوں کو حرکت دے رہا ہے
اور اترا اترا کر کولے مٹکا رہا ہے اور اس پر خوش
ہے کہ تو نے دنیا کو اپنے لئے ہموار پایا ہے اور اپنے
کام درست کر لئے ہیں اور ہماری مملکت و سلطنت
تجھ کو بے خار و خلش مل گئی ہے جلدی نہ کر ذرا دم لے
کیا تو نے یہ بات فراموش کر دی ہے کہ خدا قرآن میں
فرماتا ہے، "زنہار یہ گمان نہ کر کہ میں نے کفار کو مہلت
دیدی ہے اور جو کچھ ان کو یہ ڈھیل ہے، یہ خیر ہے۔ بلکہ ہم
اس جماعت کو زمانہ دراز تک چھوڑ رکھتے ہیں تاکہ ان
کا گناہ اور بڑھے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب
موجود ہے۔" (۳/۱۷۸) اے طلقاء کے بیٹے (فتح مکہ کے
دن رسول خدا نے ابو سفیان وغیرہ کو یہ کہہ کر چھوڑ
دیا تھا کہ اِذْھَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ (جاؤ تم آزاد غلام
ہو) اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے) کیا یہ تیرا عدل و
انصاف ہے کہ تو نے اپنی عورتوں اور کنیزوں کو پردے
میں رکھا ہے اور دختران پیغمبر کو اسیر کر کے تشہیر کرایا

مِنْ رِجَالِهِنَّ وَلِيٌّ وَلَا مِنْ حُمَا
تِهِنَّ حَمِيٌّ وَكَيْفَ يُرْتَجَى
مُرَاقَبَةُ ابْنِ مَنْ لَفَظَ فُوهُ
أَكْبَادَ الْأَذْكِيَاءِ وَنَبَتَ
لَحْمُهُ بِدِمَاءِ الشُّهَدَاءِ
وَكَيْفَ يَسْتَبْطِئُ فِي بُغْضِنَا
أَهْلَ الْبَيْتِ مَنْ نَظَرَ إِلَيْنَا
بِالشَّنَفِ وَالشَّنَانِ وَالْإِ
حَنِ وَالْأَضْغَانِ ثُمَّ تَقُولُ
غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ وَلَا مُسْتَعْظِمٍ
لَأَهَلُّوا وَاسْتَهَلُّوا فَرَحًا
ثُمَّ قَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تُشَلَّ
مُتَنَحِّيًا عَلَى ثَنَايَا أَبِي عَبْدِ
اللّٰهِ سَيِّدِ شَبَابِ أَهْلِ
الْجَنَّةِ تَنْكُتُهَا بِمِخْصَرَ
تِكَ وَكَيْفَ لَا تَقُولُ ذَالِكَ
وَلَقَدْ نَكَأْتَ الْقُرْحَةَ وَاسْتَا
صَلْتَ الشَّأْفَةَ بِإِرَاقَتِكَ
دِمَاءَ ذُرِّيَّةِ مُحَمَّدٍ وَنُجُومِ
الْأَرْضِ مِنْ آلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
وَتَهْتِفُ بِأَشْيَاخِكَ
زَعَمْتَ أَنَّكَ تُنَادِيهِمْ

ہے۔ ان کی حرمت ضائع کر دی ہے۔ ان کو سر برہنہ کر دیا ہے۔ دشمنوں نے انھیں ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرایا ہے۔ لوگ ان کے چہروں پر نظر کرتے ہیں اور دور و نزدیک کے لوگ، شریف اور کمینے سب ان کے رخساروں کو گھور گھور کے دیکھتے ہیں۔ اس پر مصیبت یہ ہے کہ ان بیچاروں کے ساتھ کوئی ان کی حمایت کرنے والا با اختیار مرد نہیں ہے ہاں اس شخص سے کیونکر مراعات کی امید کی جائے جس کے بزرگوں (یزید کی دادی) کے منہ نے پاکیزہ لوگوں کا جگر چبا کے تھوکا ہو اور جس کا گوشت پوست شہیدوں کے خون سے پرورش یافتہ ہو۔ کیوں یہ حالت نہ ہو۔ جو ہمیں بغض و دشمنی اور کینہ کی نظر سے دیکھتا ہے وہ دشمنی کرنے میں کیا کمی کرے گا۔ اے یزید پھر تو بغیر گناہ اور امر عظیم کا خیال کئے ہوئے اپنے بزرگوں کو یاد کر کے کہتا ہے لاھلوا واستھلوا فرحا۔ ثم قالوا لا یزید لا تشل (میرے نزدیک یہ منظر دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑتے اور کہہ اٹھتے کہ اے یزید تیرا ہاتھ شل نہ ہو) حالانکہ سردار جوانان جنت ابو عبداللہ الحسین کے دانتوں سے تو بے ادبی کر رہا ہے۔ اے یزید تو کیوں نہ خوش ہو اور ایسے کلام زبان پر کیوں نہ لائے۔ اس لئے کہ تو نے زخم کو گہرا کر دیا ہے۔ اور شجرہ طیبہ کو اس کی جڑ سے کاٹ کر پھینک دیا ہے یعنی ذریت محمد کا خون بہایا ہے اور آل محمد اور اولاد عبدالمطلب کی ان افراد کو جو مثل

فَلَتَرِدَنَّ وَشِيكًا مَوْرِدَهُمْ
وَلَتَوَدَّنَّ اَنَّكَ شَلَلْتَ وَبَكِمْتَ
وَلَمْ تَكُنْ قُلْتَ مَا قُلْتَ وَ
فَعَلْتَ مَا فَعَلْتَ اَللّٰهُمَّ
خُذْ بِحَقِّنَا وَانْتَقِمْ مِنْ ظَالِمِنَا
وَا غَضَبَكَ بِمَنْ صَفَكَ
دِمَائَنَا وَقَتَلَ حُمَاتَنَا
فَوَاللّٰهِ مَا فَرَيْتَ اِلَّا
جِلْدَكَ وَلَا حَزَزْتَ اِلَّا
لَحْمَكَ وَلَتَرِدَنَّ عَلٰى رَسُوْلِ
اللّٰهِ بِمَا تَحَمَّلْتَ مِنْ
سَفْكِ دِمَاءِ ذُرِّيَّتِهٖ
وَانْتَهَكْتَ مِنْ حُرْمَتِهٖ
فِيْ عِتْرَتِهٖ وَلُحْمَتِهٖ حَيْثُ
يَجْمَعُ اللّٰهُ شَمْلَهُمْ وَيَلُمُّ
شَعْثَهُمْ وَيَاْخُذُ بِحَقِّهِمْ
(وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ
اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ)
حَسْبُكَ بِاللّٰهِ حَاكِمًا وَ
وَ مُحَمَّدٍ خَصِيْمًا وَ
بِجَبْرَئِيْلَ ظَهِيْرًا وَ

ستارہ ہائے زمین تھے قتل کر ڈالا ہے اور اپنے اسلاف کو اپنی اس کامیابی پہ صدا دے رہا ہے پس تو عنقریب ان سے ملحق ہوگا اور اس وقت آرزو کرے گا کہ کاش دنیا میں نہ تیرے ہاتھ ہوتے اور نہ تیری زبان ہوتی تاکہ تو نے جو کچھ کیا نہ کرتا اور جو کچھ تو نے کہا وہ نہ کہتا اس کے بعد اس معظمہ نے آسمان کی جانب رُخ کرکے عرض کی کہ میرے معبود میرے حق کا بدلہ ظالموں سے لے اور ستمگاروں سے تو خود انتقام لے اور اس پر اپنا غضب نازل کر جس نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے جوانوں کو تہ تیغ کیا اے یزید قسم بخدا جو کچھ ظلم تو نے کیا ہے وہ اپنے ساتھ کیا ہے۔ تو نے اپنی ہی کھال چاک کی ہے اور اپنا ہی گوشت کاٹا ہے تو رسول خدا کے حضور میں بصورت مجرم لایا جائے گا۔ کہ تو نے ان کی ذریت کا خون بہایا ہے اور انکی عترت اور پارہ ہائے جگر کے ناموس کی ہتک حرمت کی ہے اس وقت خداوند عالم ان کی پریشانی کو دور کریگا اور ستمگاروں سے بہ سکون کریگا اور ستمگاروں سے ان کا حق لے گا۔ تو ہرگز گمان نہ کر کہ کشتگان راہ خدا مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں طرح طرح کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہیں اور خدا کا انصاف کرنا پیغمبر خدا کا تجھ سے دعویدار ہونا اور جبرئیل کا ان کی ذریت کی مدد کے لئے

سَيَعْلَمُ مَنْ سَوّٰى لَكَ وَ
مَكَّنَكَ مِنْ رِقَابِ الْمُسْلِمِيْنَ
بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا وَ اَيُّكُمْ
شَرٌّ مَّكَانًا وَاَضْعَفُ جُنْدًا
وَلَئِنْ جَرَّتْ عَلَيَّ الدَّوَاهِيْ
مُخَاطَبَتَكَ اِنِّيْ لَاَسْتَصْغِرُ
قَدْرَكَ وَاَسْتَعْظِمُ تَقْرِيْعَكَ
وَاَسْتَكْثِرُ تَوْبِيْخَكَ لٰكِنَّ
الْعُيُوْنَ عَبْرٰى وَالصُّدُوْرَ
حَرّٰى اَلَا فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ
لِقَتْلِ حِزْبِ اللّٰهِ النُّجَبَاءِ وَ
بِحِزْبِ الشَّيْطَانِ الطُّلَقَاءِ
فَهٰذِهِ الْاَيْدِيْ تَنْطِفُ
مِنْ دِمَائِنَا وَالْاَفْوَاهُ
تَتَحَلَّبُ مِنْ لُحُوْمِنَا وَتِلْكَ
الْجُثَثُ الطَّوَاهِرُ الزَّوَاكِيْ
تَنْتَابُهَا الْعَوَاسِلُ وَتُعَفِّرُهَا
اُمَّهَاتُ الْفَرَاعِلِ وَلَئِنْ
اتَّخَذْتَنَا مَغْنَمًا لَتَجِدُنَا وَ
شِيْكًا مَغْرَمًا حِيْنَ لَا تَجِدُ
اِلَّا مَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَمَا
رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيْدِ فَاِلَى

مستعد ہونا تیری سزا کے لئے کافی ہے۔ عنقریب وہ شخص جس نے تیرے لئے بساطِ سلطنت بچھائی تھی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا تھا بہت جلد معلوم کرلے گا کہ ظالموں کا بدلہ برا ہوتا ہے۔ اور جائے قیام کے اعتبار سے تم میں سے کون بدتر ہے اور کس کے اعوان و مددگار ضعیف تر ہیں۔ اگرچہ گردش زمانہ اور حوادث روزگار نے مجھے تجھ سے ہم کلام کر دیا ہے۔ یا اگر تجھ سے اس دلیری سے ہمکلام ہونا مجھ پر ستم پر ستم ڈھائے۔ پھر بھی میں تجھ کو حقیر ہی سمجھتی ہوں گی۔ اور میں اپنی سرزنش اور شماتت کو جو تو ہمارے ساتھ عمل میں لا رہا ہے بہت عظیم جانتی ہوں اور جانتی رہوں گی۔ افسوس ہے کہ آنکھیں گریاں ہیں اور سینے آتش غم سے جل رہے ہیں۔ نہایت تعجب ہے کہ رحمان کا لشکر شیطانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ ہمارا خون ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں سے ابھی تک ٹپک رہا ہے اور ان کے دہنوں سے ہمارے گوشت کی رطوبت جاری ہے۔ اور صحرا کے بھیڑیے ان پاکیزہ اجساد کا طواف کر رہے ہیں۔ اے یزید اگر تو نے آج ہم کو تباہ کر کے غنیمت پائی ہے تو کل قیامت کے دن خسارے میں پڑے گا۔ جبکہ تو سوائے اپنے اعمال بد کے اور کوئی چیز وہاں نہ پائے گا۔ حق تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ خدا ہی سے

اللهِ المُشتَكىٰ وَعَلَيهِ المُعَوَّلُ
فَكِدْ كَيدَكَ وَاسعَ سَعيَكَ
وَنَاصِبْ جُهدَكَ فَوَاللهِ
لَا تَمحُوا ذِكرَنَا وَلَا تُمِيتُ
وَحيَنَا وَلَا تُدرِكُ اَمَدَنَا
وَلَا يُدحَضُ عَنكَ عَارُهَا
وَهَل رَايُكَ اِلَّا فَنَدٌ وَ
اَيَّامُكَ اِلَّا عَدَدٌ وَجَمعُكَ
اِلَّا بَدَدٌ يَومَ يُنَادِي
المُنَادِي اَلَا لَعنَةُ اللهِ
عَلَى الظَّالِمِينَ فَالحَمدُ لِلهِ
الَّذِي خَتَمَ لِاَوَّلِنَا
بِالسَّعَادَةِ وَلِاٰخِرِنَا بِالشَّهَادَةِ
وَالرَّحمَةِ وَنَسئَلُ اللهَ
اَن يُكمِلَ لَهُمُ الثَّوَابَ
وَيُوجِبَ لَهُمُ المَزِيدَ
وَيُحسِنَ عَلَينَا الخِلَافَةَ
اِنَّهٗ رَحِيمٌ وَدُودٌ
وَحَسبُنَا اللهُ وَنِعمَ
الوَكِيلُ ۔

شکایت ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔ اے یزید
جتنا کید و مکر چاہے کئے جا اور اپنی کوشش
سے باز نہ آ اور ستم کو اپنا نصب العین بنا لے۔
لیکن قسم بخدا تو ہمارا ذکر صفحۂ جہان سے محو نہیں
کر سکتا۔ اور اس واقعہ کا ننگ و عار تجھ سے
دھل نہیں سکتا۔ تیری رائے سست ہے
اور تیری زندگی صرف گنے ہوئے دن ہیں
اور تیرا ذخیرہ اس دن صرف پریشانی ہوگی
جس دن منادی ندا کرے گا۔ ظالموں پر
خدا کی لعنت۔ خدا کا شکر ہے کہ جس نے
ہمارے اوّل (محمد مصطفےٰ ص) کو سعادت سے
بہرہ اندوز کیا۔ اور ہمارے آخر (حسین علیہ
السّلام) کو شہادت کا فخر عطا فرمایا۔ میں خدا
سے دعا کرتی ہوں کہ ہمارے شہیدوں
کا ثواب مکمل کرے۔ ان کے اجر کو زیادہ
فرمائے۔ اور ہمارے بقیہ افراد کے حالات
کی درستی اور اصلاح میں احسان سے
کام لے۔ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔
اور ہر پہلو سے وہی بہترین وکیل ہے۔

مرثیۂ حضرت ام کلثوم بوقتِ رسیدن مدینہ

(بحوالہ ناسخ التواریخ، جلد ششم صفحہ ۳۷۲)

۱۔ مدینۃَ جدّنا لا تقبلینا ... فبالحسرات والاحزان جئنا
۲۔ الا اخبر رسول اللہِ فینا ... بانّا قد فُجِعنا فی ابینا
۳۔ وانّ رجالنا بالطفّ صرعیٰ ... بلا رؤسٍ وقد ذبحوا البنینا
۴۔ واخبر جدّنا انّا اُسرنا ... وبعد الاسر یا جدّا سُبینا
۵۔ ورھطک یا رسول اللہِ اضحوا ... عرایا بالطفوف مُسلبینا
۶۔ وقد ذبحوا الحسین ولم یراعوا ... جنابک یا رسول اللہِ فینا
۷۔ فلو نظرت عیونک للاُساریٰ ... علیٰ اقتاب الجمالِ محمّلینا
۸۔ رسول اللہِ بعد الصون صارت ... عیونُ الناس ناظرۃً الینا
۹۔ وکنت تحوطنا حتّیٰ تولّت ... عیونک ثارت الاعدا علینا
۱۰۔ افاطمُ لو نظرتِ الی السبایا ... بناتکِ فی البلادِ مشتّتینا
۱۱۔ افاطمُ لو نظرتِ الی الحیاریٰ ... ولو ابصرتِ زینَ العابدینا
۱۲۔ افاطمُ لو رأیتِ بنا سھاریٰ ... ومن سھرِ اللیالی قد عمینا
۱۳۔ افاطمُ مالقیتِ من عداکِ ... ولا قیراطَ ممّا قد لقینا
۱۴۔ فلو دامت حیاتکِ لم تزالی ... الیٰ یومِ القیٰمۃِ تندبینا
۱۵۔ وعرّج بالبقیع وقف وناد ... ءابنَ حبیبِ ربِّ العالمینا
۱۶۔ وقل یا عمّ یا الحسنَ المزکّیٰ ... عیالُ اخیک اضحوا ضائعینا
۱۷۔ ایا عمّاہ انّ اخاک اضحیٰ ... بعیدًا عنک بالرّمضا رھینا
۱۸۔ بلا راسٍ تنوحُ علیہِ جھرًا ... طیورٌ والوحوشُ الموحشینا
۱۹۔ ولو عاینتَ یا مولای ساقوا ... حریمًا لا یجدن لھم معینا

۲۰- علىٰ متن نياق بلا وطاءٍ — وشاهدت العيال مكشفينا

۲۱- مدينة جدنا لا تقبلينا — فبالحسرات والاحزان جئنا

۲۲- خرجنا منك بالاهلين جمعاً — رجعنا لا رجال ولا بنينا

۲۳- وكنا في الخروج بجمع شملي — رجعنا خاسرين مسلبينا

۲۴- وكنا في الامان الله جهراً — رجعنا بالقطيعة خائفينا

۲۵- ومولانا الحسين لنا انيس — رجعنا والحسين به رهينا

۲۶- فنحن الضائعات بلا كفيل — ونحن النائحات على اخينا

۲۷- ونحن السائرات على المطايا — نشال على جمال المبغضينا

۲۸- ونحن بنات ياسين وطاها — ونحن الباكيات على ابينا

۲۹- ونحن الطاهرات بلا خفاءٍ — ونحن المخلصون المصطفونا

۳۰- ونحن الصابرات على البلايا — ونحن الصادقون الناصحونا

۳۱- الا يا جدنا قتلوا حسينا — ولا يرعوا جناب الله فينا

۳۲- الا يا جدنا بلغت عدانا — مناها واشتفى الاعداء فينا

۳۳- لقد هتكوا النساء وحملوها — على الاقتاب قهراً اجمعينا

۳۴- وزينب اخرجوها من خباها — وفاطمة واله تبدي الانينا

۳۵- سكينة تشتكي من حر وجد — تنادي الغوث رب العالمينا

۳۶- وزين العابدين بقيد ذل — وراموا قتله اهل الخؤنا

۳۷- فبعدهم على الدنيا تراب — فكاس الموت فيها قد سقينا

۳۸- وهذي قصتي مع شرح حالي — الا يا سامعون ابكوا علينا

ترجمہ

۱- ہمارے نانا کے مدینہ تو ہمیں قبول نہ کر، کیونکہ ہم حسرتیں اور رنج وغم لے کر آئے ہیں۔

۲۔ ہاں رسولؐ خدا کو ہمارے متعلق خبر کردے کہ ہم کو ہمارے باپ کی جدائی کا صدمہ... پہنچایا گیا۔

۳۔ یہ بھی خبر کردے کہ ہمارے خاندان کے مرد زمین طف میں مقتول پڑے ہوئے ہیں۔

۴۔ جن کے جسموں پر سر نہیں ہیں۔ اور دشمنوں نے ہمارے بچوں کو ذبح کر ڈالا۔

۴۔ ہمارے نانا کو یہ بھی خبر دیدے کہ ہم گرفتار کئے گئے اور گرفتار کر کے قیدی بنا کر لے جائے گئے۔

۵۔ اے رسولؐ خدا آپ کی جماعت زمینِ طف میں برہنہ پڑی ہے۔ اور ان کے جسم کا لباس لوٹ لیا گیا ہے۔

۶۔ دشمنوں نے حسین کو ذبح کر دیا ہے اور ہمارے بارے میں اے رسولؐ خدا آپ کی کوئی رعائت یا مروّت نہ کی۔

۷۔ کاش آپ کی آنکھیں ہم قیدیوں کو دیکھتیں کہ پالانِ شتر پر سوار کئے گئے۔

۸۔ اے رسولؐ خدا پردہ داری کے بعد ہمیں نامحرموں کی نگاہوں نے بے تامل دیکھا۔

۹۔ آپ تو ہماری بڑی حفاظت کرتے تھے۔ لیکن اِدھر آپ کی آنکھیں بند ہوئیں اور اُدھر دشمن ہم پر حملہ کر بیٹھے۔

۱۰۔ اے فاطمہ کاش آپ اپنی قیدی بیٹیوں کو دیکھتیں کہ شہر بہ شہر تشہیر کی گئیں۔

۱۱۔ اے فاطمہ کاش آپ اپنی اولاد کو حیران و سرگرداں دیکھتیں۔ کاش زین العابدین پر نظر کرتیں۔

۱۲۔ اے فاطمہ کاش ہمیں دیکھتیں کہ کس طرح راتیں بیداری میں گزاری ہیں۔ یہاں تک کہ نابینائی کو پہنچ گئیں۔

۱۳۔ اے فاطمہ آپ نے اپنے دشمنوں کے ہاتھوں وہ مصیبتیں بلکہ ان کا ایک ذرہ بھی نہ دیکھا جو ہم پر نازل ہوئیں۔

۱۴۔ اگر آپ اس وقت زندہ ہوتیں اور ہمیشہ زندہ رہتیں تو قیامت تک ہم پر روتی رہتیں۔

۱۵۔ اے خبر پہنچانے والے بقیع کی طرف متوجہ ہو۔ اور وہاں ٹھہر اور پکار کہ اے حبیب رب العالمین کے فرزند۔

۱۶۔ اور ان سے کہہ کہ اے چچا، اے حسنِ پاکیزہ سرشت آپ کے بھائی کے اہلبیت ضائع ہو گئے۔

۱۷۔ اے چچا آپ کے بھائی حسین آپ سے دور جلتی ریت پر سپرد لحد کر دیے گئے۔

۱۸۔ مگر اس طرح کہ جسم پر سر نہ تھا۔ اور ان پر وحوش و طیور چیخ چیخ کر نوحہ کر رہے تھے۔

۱۹۔ کاش آپ دیکھتے کہ دشمن آپ کے گھرانے کی ان مخدراتِ عصمت کو قیدی بنا کر لے گئے جن کا کوئی مددگار نہ تھا۔

۲۰۔ آپ کی اولاد اونٹوں کی برہنہ پیٹھ پر بٹھائی گئی۔ اور وہ عورتیں کھلے منہ پھرائی گئیں۔ کاش آپ ان کی یہ حالت دیکھتے۔

۲۱۔ اے نانا کے مدینہ تو ہم کو قبول نہ کر کیونکہ ہم حسرتوں اور رنج و آلام کے ساتھ آئے ہیں۔

۲۲۔ جب تجھ سے ہم نکلے تھے تو گھر بھرا تھا اور اب واپس آئے ہیں تو نہ مرد ساتھ ہیں اور نہ بچے۔

۲۳۔ جب نکلے تھے تو پوری جماعت کے ساتھ۔ اور جب واپس ہوئے تو برہنہ سر اور لٹے ہوئے۔

۲۴۔ اس وقت ہم اعلانیہ خدا کی امان میں تھے۔ اور آج خوفزدہ اور بے پناہ آ رہے ہیں۔

۲۵۔ اس وقت ہمارے آقا امام حسین مونس دیاور تھے۔ اور آج میں انھیں اسی جنگل کے سپرد کر آئی ہوں۔

۲۶۔ اب تو ہم وہ تباہ شدہ ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں اور ہم اپنے بھائی پر نوحہ کر رہے ہیں۔

۲۷۔ ہم ہی وہ ہیں جو اونٹوں پر دیار بہ دیار پھرائے گئے، اور وہ بھی ان دشمنوں کے اونٹ جو ہمارے بغض اور کینہ سے بھرے ہوئے تھے۔

۲۸۔ ہم لیسین وطٰہٰ کی بیٹیاں ہیں اور ہم اپنے باپ کی جدائی پر گریاں ہیں۔

۲۹۔ ہم بے شک وشبہ طاہرہ اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور ہم خدا کے مخلص وبرگزیدہ بندے ہیں۔

۳۰۔ ہم مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہیں۔ ہم سچے اور لوگوں کو نصیحت کرنے والے ہیں۔

۳۱۔ اے نانا دشمنوں نے حسین کو قتل کر دیا اور ہمارے بارے میں ذات خدا کی رعایت نہ کی۔

۳۲۔ اے نانا ہمارے دشمن اپنی آرزو کو پہنچ گئے اور ہمیں ستا کر شقی بن گئے۔

۳۳۔ عورتوں کی پردہ دری کی۔ ان سب کو پالان شتر پر سوار کر کے پھرایا۔

۳۴۔ زینب علیا مقام کو ان کے پردہ سے نکالا۔ اور فاطمہ دختر امیر المومنین سرگرداں و نالہ کناں تھیں۔

۳۵۔ سکینہ آتش جدائی سے فریاد کرتی تھیں اور بار بار پکارتی تھیں۔ اے رب العالمین فریاد ہے فریاد ہے۔

۳۶۔ زین العابدین ذلت کی قید میں گرفتار تھے۔ اس پر بھی دشمنوں نے کئی بار ان کے قتل کر دینے کا قصد کیا۔

۳۷۔ شہدائے کربلا کے بعد اس دنیا پر خاک ہے۔ ہمیں اسی دنیا کے لئے جام مرگ پلایا گیا۔

۳۸۔ یہ میرا واقعہ ہے اور یہ میرا مفصّل حال ہے۔ اے سننے والو ہم پر گریہ کرو۔

اس وقت جناب امام زین العابدین اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور اہلبیت نے دوسرے خیمہ میں قیام کیا۔ بشیر ابن جذلم کو حکم دیا کہ ہمارے آنے کی خبر اہل مدینہ کو جا کر سنا دے۔ وہ آیا۔ بغیر کسی سے کچھ بولے ہوئے سیدھا مسجد رسولؐ میں چلا گیا اور وہاں نہایت بلند آواز سے یہ شعر پڑھے:۔

یَا اَھْلِ یَثْرِبَ لَا مَقَامَ لَکُمْ بِھَا   قُتِلَ الْحُسَیْنُ فَاَدْمُعِیْ مِدْرَارٗ

"مادری زبان" قرار پاتی ہے۔ جس میں فطری پن اور نرم روی کے ساتھ خالصتاً ایک سچا جذبہ ہوتا ہے۔ ماں کی تعلیم میں ایک طرح کی نازکی اور نرمی کا احساس رہتا ہے۔ باپ کی شفقتوں، محبتوں اور قربانیوں سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ باپ کا انداز اور لہجہ لاکھ نرم سہی پھر بھی اس میں ایک سختی اور کرختگی کی جھلک ضرور آجاتی ہے۔ حالانکہ تعلیم و تربیت کے لئے شفقت اور نرمی کے ساتھ سختی اور درشتی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ بہرکیف، ان سب مباحث سے قطع نظر یہ بات ذہن نشین رہے کہ ماں کی تعلیم و تربیت بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ جسے ہر حال اور ہر ماحول میں تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ عورت ہی ہے جو کلیدی اور مرکزی حیثیت کی حامل رہی ہے۔ یہی عورت کبھی حوّا، تو کبھی سارا، کبھی مریم، کبھی حاجرہ اور آسیہ، کبھی آمنہ تو کبھی فاطمہ بنت اسد کے روپ میں اجاگر ہوتی ہے۔

تو کبھی ایثار و فداکاری کا اعلیٰ نمونہ بن کر خدیجۃ الکبریٰؑ کی شکل میں اجاگر ہوتی ہے۔ اور یہی عورت گہوارۂ شعورِ امامت بن کر سیدۃ النساء العالمین کے روپ میں رسالت کی نطق پاک میں بضعۃ منی ہو کر فاطمہ زہراؑ، صدیقہ، راضیہ اور مرضیہ قرار پاتی ہے۔ اور یہی عورت ثانیٔ زہرا، نیابت الزہرا اور شریکۃ الحسینؑ کی صورت میں پاسبانِ شریعت کے مدارج حاصل کر کے "زینب کبریٰؑ" کے نام نامی اور اسم گرامی سے معروف اور مقبول ہو جاتی ہے۔

زینبؑ، صبر، تسلیم، رضا، عزم، تحمل اور ایثار کے پیکر کا نام ہے۔ ولولہ، حوصلہ شکر اور ضبط اس کے جوہر ہیں۔ استقامت، قناعت، شجاعت اور عبادت ان کے وصف خاص ہیں۔ ظلمتِ شام کو اپنے علم اور عمل سے پُرنور کر دینے والی سیرت کا نام زینبؑ ہے۔ زینبؑ دین اسلام کی زندہ اور پائندہ روشن تصویر ہیں جو صبر میں فاطمہ زہراؑ اور جرأت و ایثار میں خدیجۃ الکبریٰؑ کی نظیر ہیں۔ گلستانِ رسالت کی پاکیزہ کلی جس کی ہر سانس نکہت گیسوئے واللیل میں رچی بسی ہے۔ جس کی ہر بات میں آیت تطہیر

اَلْجِسْمُ مِنْہُ بِکَرْبَلَاءَ مُضَرَّجٌ وَالرَّاسُ مِنْہُ عَلَی الْقَنَاۃِ یُدَارُ

ترجمہ:۔ (اے اہل یثرب اب مدینہ میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں (یعنی اب تمہارا یہاں رہنا بے سود ہے) کیونکہ حسینؑ قتل ہوئے اور میرے آنسو لگاتار بہہ رہے ہیں۔

(۲) ان کا جسم کربلا میں خون سے سرخ کیا ہوا (خون آلود) پڑا تھا۔ اور ان کا سر نیزے پر پھرایا گیا۔)

اہل مدینہ یہ منادی سُن کر سَر و پا برہنہ مرد و عورت گھروں سے نکل کر اہلبیت علیہم السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک کہرام مچ گیا۔ امام زین العابدین نے اپنے والد بزرگوار کے حالات بیان کئے۔ خود بھی روتے جاتے تھے اور حاضرین کو بھی رُلاتے تھے۔ یہ دُنیا میں دوسری مجلس عزا تھی جو امام حسینؑ کے سوگ میں قائم ہوئی۔ خدا کی قدرت دیکھو سب سے پہلی مجلس عزا خود قاتل کے محل میں قائم ہوئی تھی اور ہندہ زوجۂ یزید نے قصر دمشق میں منعقد کی تھی۔ وہاں اہلبیت علیہم السّلام کو گریہ و بُکا کے لئے مدعو کیا گیا۔ سب مخدرات عصمت تشریف لے گئیں۔ حضرت زینبؑ نے نہایت حزن و ملال کے ساتھ امام حسینؑ کا مرثیہ پڑھا۔ وہ پہلا مرثیہ تھا جو امام حسینؑ کے غم میں مجلس عزا میں پڑھا گیا۔ بحار الانوار میں جناب زینب علیہ السّلام کا مرثیہ درج ہے۔ ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

۱۔ تَمَسَّکْ بِالْکِتَابِ وَمَنْ تَلَاہُ فَاَھْلُ الْبَیْتِ ھُمْ اَھْلُ الْکِتَابِ

۲۔ بِھِمْ نَزَلَ الْکِتَابُ وَھُمْ تَلَوْہُ وَھُمْ کَانُوْا الْھُدٰی اِلَی الصَّوَابِ

۳۔ اِمَامِیْ وَحَّدَ الرَّحْمٰنَ طِفْلاً وَاٰمَنَ قَبْلَ تَشْدِیْدِ الْخِطَابِ

۴۔ عَلِیٌّ کَانَ صِدِّیْقَ الْبَرَایَا عَلِیٌّ کَانَ فَارُوْقَ الْعَذَابِ

۵۔ شَفِیْعِیْ فِی الْقِیَامَۃِ عِنْدَ رَبِّیْ نَبِیٌّ وَالْوَصِیُّ اَبُوْ تُرَابِ

۶۔ وَفَاطِمَۃُ الْبَتُوْلُ وَسَیِّدَامَنْ یُخَلَّدُ فِی الْجِنَانِ مَعَ الشَّبَابِ

۷۔ عَلَی الطَّفِّ السَّلَامُ وَسَاکِنِیْہِ وَرُوْحُ اللّٰہِ فِیْ تِلْکَ الْقِبَابِ

۸۔ نُفُوْسٌ قَدَّسَتْ فِی الْاَرْضِ قِدْمًا وَقَدْ خَلُصَتْ مِنَ النُّطَفِ الْعِذَابِ

۹۔ مَضَاجِعُ فِتْیَۃٍ عَبَدُوْا فَنَامُوْا — هُجُوْدًا فِی الْفَدَافِدِ وَالشِّعَابِ
۱۰۔ عَلَتْهُمْ فِیْ مَضَاجِعِهِمْ کِعَابٌ — بِاَوْرَاقٍ مُنَعَّمَۃٍ رِطَابٍ
۱۱۔ وَصَیَّرَتِ الْقُبُوْرُ لَهُمْ قُصُوْرًا — مُنَاخًا ذَاتَ اَفْنِیَۃٍ رِحَابٍ
۱۲۔ لَئِنْ وَارَتْهُمْ اَطْبَاقُ اَرْضٍ — کَمَا اُغْمِدَتْ سَیْفًا فِیْ قِرَابٍ
۱۳۔ کَاَنْمَارٍ اِذَا جَاسُوْا رِوَاضٍ — وَاَسَادٍ اِذَا رَکِبُوْا غِضَابٍ
۱۴۔ لَقَدْ کَانُوْا الْبِحَارَ لِمَنْ اَتَاهُمْ — مِنَ الْعَافِیْنَ وَالْهَلْکٰی السِّغَابِ
۱۵۔ فَقَدْ نُقِلُوْا اِلٰی جَنَّاتِ عَدْنٍ — وَقَدْ عِیْضُوْا النَّعِیْمَ مِنَ الْعِقَابِ
۱۶۔ بَنَاتُ مُحَمَّدٍ اَضْحَتْ سَبَایَا — یُسُقْنَ مَعَ الْاُسَارٰی وَالنِّهَابِ
۱۷۔ مُغَبَّرَۃَ الذُّیُوْلِ مُکَشَّفَاتٌ — کَسَبْیِ الرُّوْمِ دَامِیَۃَ الْکِعَابِ
۱۸۔ لَئِنْ اَبْرَزْنَ کُرْهًا مِنْ حِجَابٍ — فَهُنَّ مِنَ التَّعَفُّفِ فِی الْحِجَابِ
۱۹۔ اَیُجْلَدُ فِی الْفُرَاتِ عَلَی الْحُسَیْنِ — وَقَدْ اَضْحٰی مُبَاحًا لِلْکِلَابِ
۲۰۔ فَلِیْ قَلْبٌ عَلَیْهِ ذُوْ الْتِهَابٍ — وَلِیْ جَفْنٌ عَلَیْهِ ذُوْ انْسِکَابٍ

ترجمہ :

۱۔ (اے مومن) کتاب کے ساتھ تمسک کر اور اس کے ساتھ جس نے اس کی صحیح تلاوت کی ہے۔ پس اہلبیت نبی ہی اہل کتاب ہیں۔

۲۔ انھیں پر کتاب نازل ہوئی ہے اور انھوں ہی نے اس کی تلاوت بھی کی ہے اور وہی لوگ حق کے جانب رہبر ہیں۔

۳۔ میرے امام (علیؑ) نے اس سن میں خدا کی وحدت کا اعلان کیا تھا جس سن میں انسان درستی سے بولنے کے قابل بھی نہیں ہوتا۔

۴۔ وہ علی ہیں جو ساری دنیا میں صدیق ہیں اور علی ہی ہیں جو فاروق عذاب ہیں یعنی ثواب و عذاب کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔

۵۔ میرے شفیع روز قیامت خدا کے حضور میں نبی اور ان کے وصی ابوتراب ہیں۔

۶۔ میری شفیع فاطمہ بتول اور جنت میں جوان ہو کر جانے والوں کے سردار حسنؑ و حسینؑ ہیں۔

۷۔ طف اور اس کے رہنے والوں پر سلام ہو اور ان قبروں پر خدا کی مہربانی نازل ہوتی رہے۔

۸۔ طف کے ساکن وہ نفوس ہیں جو سارے اہلِ ارض سے مقدس ہیں اور جو پاکیزہ نطفوں سے پیدا ہوئے ہیں۔

۹۔ زمین طف ان جوانوں کی خواب گاہ ہے جنہوں نے تا زندگی خُدا کی عبادت کی اور پھر ان صحراؤں اور گھاٹیوں میں ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

۱۰۔ ان کی خواب گاہوں پر نیستان اپنی ہری اور نرم پتیوں کے ساتھ سایہ کئے ہیں۔

۱۱۔ نیستان نے ان کی قبروں کو قصر بنا دیا ہے۔ جس کے اِدھر اُدھر وسیع اور کشادہ صحن ہیں۔

۱۲۔ اگرچہ اس وقت زمین نے انھیں اس طرح چھپا دیا ہے جیسے نیام میں شمشیر۔

۱۳۔ لیکن (زندگی) میں جب یہ راہ چلتے تھے تو مانوس چیتوں کی طرح اور جب گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے تو غضبناک شیروں کی طرح معلوم ہوتے تھے۔

۱۴۔ یہ لوگ حاجت مند، گرسنہ اور قریب بہ ہلاکت اشخاص کے لئے مثل دریا کے ہوتے تھے۔

۱۵۔ یہ لوگ اب جنات عدن کو منتقل ہو گئے ہیں۔ اور انھیں دنیا کے مصائب کے عوض نعمات بہشت مل گئے ہیں۔

۱۶۔ محمد مصطفےٰؐ کی بیٹیاں قید ہو گئیں اور قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ تشہیر کی گئیں۔

۱۷۔ کفار قیدیان روم کی طرح ان کے دامن گرد آلود تھے اور چہرے برہنہ تھے۔ اور نیزوں کی نوکوں سے ان کی پشتیں خون آلود تھیں۔

۱۸۔ اگرچہ وہ پردوں سے بہ جبر باہر نکلی ہوئی تھیں لیکن ان کے چہروں پر عفت کے

نقاب پڑے ہوئے تھے۔

١٩۔ حسین کے لئے فرات کے پانی سے بخل کیا گیا، اگرچہ کتوں کے لئے وہ پانی مباح تھا۔

٢٠۔ پس میرا دل حسین کے غم میں جل رہا ہے اور میری آنکھیں اِن پر برابر آنسو بہا رہی ہیں

مرثیۂ حضرت زینبؑ کبریٰ

"ایک اور مرثیہ حضرت زینبؑ نے شام کی مجلس میں پڑھا تھا، بحارالانوار سے درج کیا جاتا ہے۔"

(١) أَمَا شَجَاكَ يَا سَكَنُ   قَتْلُ الْحُسَيْنِ وَالْحَسَيْنُ

(٢) ظَمْآنَ مِنْ طُولِ الْحَزَنْ   وَكُلُّ وَغْدٍ نَاهِلُ

(٣) يَا قَوْمُ يَا قَوْمُ أَبِي   عَلِيُّ الْبَرُّ الْوَصِي

وَفَاطِمُ أُمِّيَ الَّتِي   لَهَا التُّقَى وَالنَّائِلُ

(٣) مُنُّوا عَلَى ابْنِ الْمُصْطَفَى   بِشَرْبَةٍ يُحْيَى بِهَا

أَطْفَالُنَا مِنَ الظَّمَا   حَيْثُ الْفُرَاتُ سَائِلُ

(٤) قَالُوا لَهُ لَا مَاءَ لَا   إِلَّا السُّيُوفُ وَالْقَنَا

فَانْزِلْ بِحُكْمِ الْأَدْعِيَا   فَقَالَ بَلْ أُنَاضِلُ

(٥) حَتَّى أَتَاهُ مِشْقَصٌ   رَمَاهُ وَغْدٌ أَبْرَصُ

مِنْ سَقَرٍ لَا يَخْلُصُ   رِجْسٌ دَعِيٌّ وَاغِلُ

(٦) فَهَلَّلُوا بِخَتْلِهِ   وَاعْصَوْصَبُوا لِقَتْلِهِ

وَمَوْتُهُ فِي نَصْلِهِ   قَدْ أَقْحَمَ الْمُنَاضِلُ

(٧) وَعَفَّرُوا جَبِينَهُ   وَخَضَّبُوا عُثْنُونَهُ

بِاللَّهِ يَا مُعِينَهُ   مَا أَنْتَ عَنْهُ غَافِلُ

(٨) وَهَتَكُوا حَرِيمَهُ   وَذَبَحُوا فَطِيمَهُ

وَ اَسَرُوْا کُلْثُوْمَہٗ | وَ سِیْقَتِ الْجَلَائِلِ

(٩) یَسُقْنَ بِالتَّنَائِفِ | بِضَجَّةِ الْهَوَاتِفِ

وَ اَدْمُعٍ ذَوَارِفِ | عُقُوْلُهَا ذَوَائِلُ

(١٠) یَقُلْنَ یَا مُحَمَّدٌ | یَا جَدَّنَا یَا اَحْمَدٌ

قَدْ اَسَرَتْنَا الْاَعْبُدُ | وَ کُلُّنَا ثَوَاکِلُ

(١١) تُهْدٰی سَبَایَا کَرْبَلَا | اِلَی الشَّامِ وَالْبَلَاءِ

قَدْ اُنْتَعِلْنَ بِالدِّمَاءِ | لَیْسَ لَهُنَّ نَاعِلٌ

(١٢) اِلٰی یَزِیْدِ الطَّاغِیَہ | مَعْدَنِ کُلِّ دَاهِیَہ

مِنْ نَحْوِ بَابِ الْجَابِیَہ | فَجَاحِدٌ وَخَاذِلٌ

(١٣) حَتّٰی دَنَا بَدْرُ الدُّجیٰ | رَاسُ الْاِمَامِ الْمُرْتَجٰی

بَیْنَ یَدَیْ شَرِّ الْوَرٰی | ذَاكَ اللَّعِیْنُ الْقَاتِلُ

(١٤) یُظِلُّ فِیْ بَنَانِہٖ | قَضِیْبُ خَیْزُرَانِہٖ

یَنْکُتُ فِیْ اَسْنَانِہٖ | قُطِّعَتِ الْاَنَامِلُ

(١٥) اَنَامِلٌ بِجَاحِدٍ | وَحَافِدٍ مُرَاصِدٍ

مُکَائِدٍ مُعَانِدٍ | فِیْ صَدْرِہٖ غَوَائِلُ

(١٦) طَوَائِلٌ بَدْرِیَّةٌ | غَوَائِلٌ کُفْرِیَّةٌ

شَوْهَاءُ جَاهِلِیَّةٌ | ذَلَّتْ لَهَا الْاَفَاضِلُ

(١٧) فَیَا عُیُوْنِیْ اِسْکُبِیْ | عَلٰی بَنِیْ بِنْتِ النَّبِیّ

بِفَیْضِ دَمْعٍ نَاضِبٍ | کَذَاكَ یَبْکِی الْعَاقِلُ

ترجمہ:

١۔ اے صاحب سکینہ، اے رسولؐ خدا، کیا آپ کو حسنؑ و حسینؑ کا قتل رنجیدہ نہیں کرتا۔
وہ حسین جو پیاسا قتل کیا گیا اور طویل حزن و غم میں گرفتار رہا۔ اور سب کمینے سیر د

سیراب تھے۔

۲۔ اے قوم، اے قوم، میرے باپ علی مرتضیٰ خدا کے بڑے نیک بندے اور وصی رسول ہیں۔ میری ماں فاطمہ زہرا ہیں جن کے حصے میں تقویٰ وجود وسخا آیا ہے۔

۳۔ ابن مصطفےٰ پر ایک گھونٹ پانی دے کر احسان کرو جس سے۔ ہمارے بچے پیاس کی موت سے بچ جائیں۔ نہر فرات بہہ رہی ہے۔

۴۔ اس سوال کے جواب میں انھوں نے جواب دیا کہ پانی تو ہرگز نہ دیں گے۔ ہاں تلواریں اور نیزے ہیں۔ اگر ان سے بچنا چاہتے ہو تو ابن زیاد و یزید کا حکم مانو —— امام نے فرمایا، بلکہ میں اس ننگ و عار کو اپنے سے دُور کر دوں گا۔

۵۔ آخر کار ایک تیر آپ کو لگا، جسے ایک سفید داغ والے کمینے نے مارا تھا۔ جو ہمیشہ سقر میں رہے گا۔ جو ناپاک حرامزادہ اور کمینہ تھا۔

۶۔ لوگوں نے امام کے ساتھ دغا کر کے تکبیر کہی۔ ان کے قتل پر مضبوط ہو کر آئے۔ آخر آں جناب کی موت اس تیر سے ہوئی۔

۷۔ آں جناب کی پیشانی دشمنوں نے خاک آلود کر دی۔ ریش مبارک کو خون سے رنگین کر دیا۔ اے مددگار حسین تو ان سے غافل نہ ہونا۔

۸۔ ان لوگوں نے امام کی ہتک حرمت کی اور ان کے بچوں کو ذبح کر ڈالا۔ ان کی بہن اُمّ کلثوم کو قید کیا اور ان کی بیویوں کو دیار بہ دیار پھرایا۔

۹۔ وہ مخدرات صحراؤں میں تشہیر کی گئیں ان پر ہاتف گریہ کر رہے تھے۔ ان کی بیویوں کے آنسو نہ تھمتے تھے اور عقلیں بجا نہ تھیں۔

۱۰۔ وہ بیبیاں پکار رہی تھیں، اے محمدؐ، اے ہمارے نانا، اے احمدؐ۔ ہمیں غلاموں نے قید کر لیا۔ حالانکہ ہم سب کے عزیز مردہ تھے۔

۱۱۔ کربلا کے قیدی شام کے دیار بلا میں جبراً لے جائے جاتے ہیں۔ اور بجائے پاپوش ان کے پیروں میں خون کے موزے ہیں۔

۱۲۔ یزید سرکش مخزن، مکر و فریب کے دربار میں اب جابیہ سے داخل کی گئیں۔ جہاں منکرینِ حق و دین میں خلل ڈالنے والے موجود تھے۔

۱۳۔ مخدرات کے پاس اندھیرے کا چاند یعنی بے کس امام کا سر لایا گیا اور بدترین خلق، ملعون اور حقیقی قاتل کے پاس رکھا گیا۔

۱۴۔ اُس ملعون کے ہاتھ میں خیزران کی چھڑی تھی۔ جس سے لب و دندانِ حسین کو چھیڑنے لگا۔ خدا اس کے ہاتھ قطع کرے۔

۱۵۔ اس منکرِ حق کے ہاتھ قطع ہوں جو کینہ پرور گھات میں رہنے والا ہے۔ مکّار اور دشمن خبیث ہے جس کا سینہ کینہ سے مملو تھا۔

۱۶۔ جو بدر کے عضوں، کفر کے کینوں اور جاہلیت کی برائیوں کا مالک ہے جس کے سامنے صاحبانِ فضل ذلیل ہو رہے تھے۔

۱۷۔ اے میری آنکھوں، بنتِ نبیؐ کے فرزند پر آنسو بہاؤ، عاقل اسی طرح روتا ہے۔

: // :

زیارت حضرت زینبؑ
بنت
امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ عَلِيِّنِ الْمُرْتَضٰى، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ سَيِّدِ الْاَوْصِيَاءِ وَالصِّدِّيْقِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا بِنْتَ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ سَيِّدَةِ النِّسَآءِ الْعَالَمِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اُخْتَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ سَيِّدَيْ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اَجْمَعِيْنَ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا السَّيِّدَةُ الزَّكِيَّةُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الدَّاعِيَةُ الْحَفِيَّةُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا التَّقِيَّةُ النَّقِيَّةُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الرَّاضِيَةُ الْمَرْضِيَّةُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الْعَالِمَةُ الْغَيْرُ الْمُعَلَّمَةِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الْفَهِيْمَةُ الْغَيْرُ الْمُفَهَّمَةِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الْمَظْلُوْمَةُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الْمَهْمُوْمَةُ، اَلسَّلَامُ لَكِ اَيَّتُهَا الْمَغْمُوْمَةُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الصَّابِرَةُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الْمَاسُوْرَةُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ اَيَّتُهَا الصَّاحِبَةُ

اَلْمُصِيبَةِ الْعُظْمٰى، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا زَيْنَبَ الْكُبْرٰى، اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا اَيَّتُهَا الْعِصْمَةُ الصُّغْرٰى اَشْهَدُ اَنَّكِ كُنْتِ صَابِرَةً شَاكِرَةً مُجَلَّلَةً مُعَظَّمَةً مُكَرَّمَةً مُحَدَّثَةً مُخَدَّرَةً مُوَقَّرَةً فِي جَمِيعِ حَالَاتِكِ وَمُنْقَلَبَاتِكِ وَمُصِيبَاتِكِ وَبَلِيَّاتِكِ وَامْتِحَانَاتِكِ حَتّٰى فِي اَشَدِّهَا وَاَمَرِّهَا وَهِيَ وَاللّٰهِ وُقُوفُكِ فِي هٰذَا الْمَكَانِ وَاَخُوكِ الْعَطْشَانُ مَصْرُوعٌ فِي عُمْقِ الْحَائِرِ مِنْ كَثْرَةِ جِرَاحَاتِ الْمُسَيَّفِ وَالسِّنَانِ وَالشِّمْرُ جَالِسٌ عَلٰى صَدْرِهٖ وَاحُزْنَاهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْكِ يَا بِنْتَ الزَّهْرَاءِ وَبِنْتَ خُدَيْجَةَ الْكُبْرٰى اَشْهَدُ اَنَّكِ قَدْ اَطَعْتِ اللّٰهَ وَلِرَسُولِهٖ وَلِاَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْفَاطِمَةِ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَنَصَرْتِهِمْ بِقَلْبِكِ وَلِسَانِكِ وَجَاهَدْتِ فِي اللّٰهِ بِلِسَانِكِ حَقَّ جِهَادِهٖ فَنِعْمَتِ الْاُخْتُ اَنْتِ لِلْحُسَيْنِ وَنِعْمَ الْاَخُ لَكِ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْكُمَا وَعَلٰى مَنْ اَحَبَّكُمْ وَنَصَرَكُمَا، وَلَعَنَ اللّٰهُ اُمَّةً سَلَبَتْ قِنَاعَكِ وَطَعَنَتْ بِلِعَابِ الرِّمَاحِ عَلٰى اَعْضَائِكِ وَمَزَّقَتْ خِيَامَكِ وَاَسَرَتْ عِيَالَكِ آهْ سَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَرَضِيَتْ بِهٖ وَلَمْ تَحْزَنْ، يَا سَيِّدَتِي اَنَا زَائِرُ اَخِيكِ الْحُسَيْنِ وَزَائِرُكِ وَمُحِبُّكُمَا وَمُعِينُكُمَا فَاشْفَعَا لِي وَلِآبَائِي وَاُمَّهَاتِي وَاَجْدَادِي وَاَسْئَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ بِحَقِّكِ وَبِحَقِّ جَدِّكِ وَاَبِيكِ اَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَاُمِّكِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ وَاَخَوَيْكِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ

النُّبُوَّةِ وَ مُخْتَلَفِ الْمَلَائِكَةِ وَ مَهْبَطِ الْوَحْيِ وَالتَّنْزِيْلِ جَمِيْعًا وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ ۞

ترجمہ

اے خدا کے رسولؐ کی بیٹی آپ پر سلام ہو، اے انبیاء و مرسلین کے سردار محمد مصطفٰےؐ کی دختر آپ پر سلام ہو، اے خدا کے ولی کی بیٹی آپ پر سلام ہو، اے علی مرتضٰیؑ کی دختر آپ پر سلام ہو۔ اے اوصیاء و صدیقین کے سردار کی بیٹی آپ پر سلام ہو۔ اے دختر فاطمہ زہراؑ جو دونوں جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں آپ پر سلام ہو۔ اے تمام جوانان اہل جنت کے دونوں سردار حسن اور حسین کی بہن آپ پہ میرا سلام ہو۔ اے پاک نفس سیدہ، اے خدا سے لجاجت اور اصرار کے ساتھ دعا کرنے والی آپ پر سلام ہو۔ اے پرہیزگار اور پاک باطن شہزادی میرا سلام قبول فرمائیے۔ اے خدا کے حکم پر راضی ہونے والی پسند الٰہی میرا سلام لیجئے۔ اے بغیر سکھائے سب باتوں کی جاننے والی بی بی میرا سلام لیجئے۔ اے بغیر کسی کے سمجھائے سمجھ رکھنے والی خاتون میرا سلام لیجئے۔ اے ظلم سہنے والی بی بی میرا سلام لیجئے۔ اے رنجیدہ بی بی سلام لیجئے۔ اے غمزدہ خاتون میرا سلام لیجئے۔ اے بلاؤں پر صبر کرنے والی شہزادی میرا سلام قبول ہو۔ اے ظالموں میں قید ہونے والی، اے عظیم مصیبتوں کی جھیلنے والی شہزادی میرا سلام ہو۔ اے زینب کبریٰ آپ پر میرا سلام ہو۔ اے عصمت صغریٰ آپ پر میرا سلام ہو۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہر مصیبت میں بسر کرنے والی اور ہر حال میں شکر کرنے والی اور بڑے مرتبہ والی اور بڑی منزلت رکھنے والی اور فرشتوں کا کلام سننے والی، پردے میں رہنے والی اور اپنے تمام حالات میں اور کل بدلتی ہوئی حالتوں میں اور سب مصیبتوں میں اور ساری بلاؤں میں اور ہر طرح امتحانوں میں کامیابی کی عزت پانے والی ہیں۔ یہاں تک کہ اس سخت امتحان اور بزرگ ترین مصیبت میں بھی آپ صابرہ ہیں۔ یعنی خدا کی قسم اس مقام پر آپ کا

کی تنویریں ہیں جو امام تو نہیں ہے لیکن نوائے امامت کی نقیب ضرور ہے۔ کربلا سے کوفہ و شام تک وہ مظہرِ عزم دلِ شیرِ خدا ہے۔ مثلِ عباس امامت کی سپر کا نام زینبؑ ہے۔ یوں کہہ دیا جائے کہ کربلا میں حضرت ابوطالبؑ کا سفرِ تمام کی علامت زینبؑ ہیں۔ اور فکر محمد مصطفٰےؐ کی ہو بہو تصویر ہیں۔ اپنی ماں فاطمہؑ زہرا کی مانند صبر و رضا کی تابناک آیت ہیں۔ بابا کی طرح صاحبِ عزم و حوصلہ اور ایثار ہیں۔ خلق میں مثلِ حسنؑ، صبر و شکر میں شبیرؑ صفت، بخششِ جود و سخا میں خدیجہؑ کی نظیر ہیں۔

خطباتِ زینب کبریٰ آج بھی صداقتوں کا حرم بنے ہوئے ہیں۔ دربارِ ابن زیاد اور یزید میں نطقِ ثانیٔ زہرا علوی فکر کو اعجاز کے سانچے میں ڈھال [illegible] بنا رہی تھی دربارِ یزید میں جب گستاخیٔ یزید گرمِ گفتار ہوئی تو یہ محمدؐ کی نواسی اور علیؑ کی بیٹی ہی تھی جس نے حیرانیٔ افکارِ یزید کو قابلِ دید بنا دیا تھا۔ افصح الفصحا کی لختِ جگر [illegible] حکومت، سطوت اور سلطنت کے فسوں کو پارہ پارہ کر دیا اور تاریخِ ظلم کے رُخ کو ہی موڑ دیا۔ دراصل خطبات بنتِ زہراؑ صداقت کا گراں قدر سرمایہ ہیں جو نہج البلاغہ کا لہجہ اور قرآن کا انداز لئے ہوئے ہیں۔ ابھی تک خطباتِ ثانیٔ زہرا کا تاریخ اور ادب نے تجزیہ نہیں پیش کیا ہے۔ ذہنِ انسانی پر ابھی ان خطبوں کا بھرپور اعجاز ظاہر نہیں ہو سکا ہے۔ یہ خطبات حق شعاروں کے لئے آج بھی راہ نما اور راہبر ہیں۔ اس لئے کہ ان میں صبر کا درس اور ضبط و تحمل کی معراج ہے۔

کھڑا ہونا جس وقت کہ آپ کا ماں جایا پیاسا تھا اور تلوار اور تیروں کے زخموں کی کثرت کی وجہ سے اس نشیب میں پڑا تھا اور اس عالم میں شمر ملعون ان کے سینۂ مبارک پر بیٹھا ہوا تھا ہائے کس قدر افسوس ہے کہ آپ کے بھائی اور آپ پر۔ اے دخترِ زہرا اور دل پارۂ خدیجۃ الکبریٰؑ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے خدا کی اور اس کے رسولؐ کی اور امیر المومنینؑ اور فاطمہ زہرا اور حسن اور حسین کی بڑے خلوص سے اطاعت کی اور اپنے دل اور زبان سے ان سب کی نصرت کی اور راہ خدا میں اپنی شمشیر زبان سے کما حقہٗ جہاد کیا۔ کس قدر اچھی بہن تھیں آپ حسینؑ کی اور کس قدر اچھے بھائی تھے حسینؑ آپ کے۔ آپ دونوں پر خدا کی رحمت نازل ہو اور اس پر جو آپ دونوں سے محبّت کرے اور آپ کی مدد کرے اور خدا لعنت کرے اس امّت پر جس نے آپ کے سر سے مقنعہ چھینا اور جس نے نوکِ نیزہ سے آپ کے اعضا کو تکلیف پہنچائی۔ اور جس نے آپ کے خیمے جلائے اور جس نے آپ کے بچوں کو قیدی بنایا۔ بلکہ اس امّت پر بھی لعنت ہو جس نے ان مظالم کو سنا اور ان پر راضی رہی۔ اور رنج و غم نہ کیا۔ اے میری سیدہ میں آپ کے بھائی اور آپ کا زائر ہوں اور آپ دونوں سے محبّت رکھتا ہوں اور آپ کا ناصر ہوں۔ پس آپ میری اور میرے آباؤ اجداد اور میری ماؤں کی شفاعت فرمائیے۔ اور میں آپ کے واسطے سے اور آپ کے نانا رسولؐ خدا اور بابا علیؑ مرتضیٰ اور مادر گرامی فاطمہ زہرا اور آپ کے دونوں بھائی حسنؑ و حسینؑ کے واسطے خداوند عالی سے سوال کرتا ہوں۔ اے نبوت کے گھرانے والے اور اس گھر کے رہنے والے جہاں ملائکہ کی آمدورفت تھی اور ایسے مقام میں بسنے والے جہاں وحی نازل ہوا کرتی تھی اور جہاں قرآن پاک اترتا تھا۔ آپ سب پر میرا سلام ہو اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوتی رہیں۔

تقویمِ واقعاتِ متعلّقہ

نمبر شمار	واقعہ	تاریخ	کتب
۱	رخصت حضرت امام حسین علیہ السّلام از روضۂ رسولؐ	۲۸ رجب سنہ ۶۰ھ شب یک شنبہ	تاریخ خمیس
۲	روانگی امام علیہ السّلام از مدینہ بہ مکّہ	۴ شعبان سنہ ۶۰ھ	تاریخ خمیس
۳	ورود امام در مکّہ	آخر شعبان سنہ ۶۰ھ	اعثم کوفی
۴	روانگی حضرت مسلمؑ از مکّہ بہ کوفہ	۱۲ ذی القعدہ سنہ ۶۰ھ	ابواسحق اسفرآئینی
۵	روانگی امامؑ از مکّہ بہ کوفہ	۳ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ	سرالشہادتین
	″ ″ ″ ″ ″	۸ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ	روضۃ الصفا، طبری جلد ششم
	″ ″ ″ ″ ″	۹ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ	اعثم کوفی
	″ ″ ″ ″ ″	۱۰ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ	ابن خلدون
۶	شہادت حضرت مسلمؑ در کوفہ	۳ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ	سرالشہادتین، روضۃ الاحباب
	″ ″ ″ ″ ″	۸ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ	لہوف
	″ ″ ″ ″ ″	۹ ذی الحجہ سنہ ۶۰ھ	اعثم کوفی
۷	ورودِ امامؑ در کربلا	۲ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ پنجشنبہ	ابوالفدا، ابن خلدون، طبری
۸	آمدِ عُمر سعد، سپہ سالار لشکر یزید	۳ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ	طبری، الاخبار الطوال

نمبر شمار	واقعہ	تاریخ	کتب
۹	بندشِ آب	۷، محرم الحرام ۶۱ھ	طبری، الاخبار الطول تاریخ کامل، اعثم کوفی
۱۰	آمد شمر بن ذی الجوشن قاتل امامؑ	۹، محرم الحرام ۶۱ھ	طبری جلد ششم
۱۱	دفن مقتولین لشکر یزید	۱۱، ۱۲، محرم الحرام ۶۱ھ	تاریخ کامل
۱۲	ورودِ اہل بیت علیہم السّلام در دمشق۔	۱۶، ربیع الاول ۶۱ھ	حسب تحقیق کامل بہائی علیہ الرحمۃ، تاریخ کامل
۱۳	ورود اہل بیتؑ در کربلا، بعد رہائی	۲۰، صفر ۶۲ھ	لہوف، عوالم، منتخب طریحی، ناسخ التواریخ
۱۴	وفات حضرت زینبؑ، در مدینہ	جمادی الثانی ۶۲ھ	روضۃ الاحباب، ابو اسحٰق اسفرائینی

کتابیات

یوں تو اس کتاب کی تکمیل میں بہت سی کتب تواریخ و سیر و مقاتل کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ لیکن درج ذیل کتب کا مطالعہ اور حوالہ بطور خاص پیش نظر رہا ہے :-

۱۔ طراز المذہب :- تالیف .... مرزا عباس قلی خاں (فارسی) پسر علامہ سپہر کاشانی۔

۲۔ خصائص زینبیہ :- تالیف .... سیّد نور الدین بن آقا سیّد محمد جعفر بن عبد اللہ موسوی جزائری (فارسی)

۳۔ سلسلۃ الذہب فی فضائل حضرت زینب (اردو ۱۹۲۶ء)
تالیف .... خان بہادر سید محمد مظفر علی خاں، رئیس جانٹھ

۴۔ سیرت حضرت صدیقہ صغریٰ جناب زینب المعروف بہ مظلومۂ کربلا۔
تالیف .... سیّد اظہار حسین عرش گوپالپوری

۵۔ سیرت زینبؑ :- تالیف .... سیّد احمد حسن ترمذی

۶۔ سیّدہؑ کی بیٹی :- تالیف .... رازق الخیری ابن راشد الخیری

۷۔ السیّدہ زینبؑ :- امیر ابو العباس احمد بن طولون دمشقی، متوفی ۲۷۰ھ

۸۔ الرسابیۃ الزینبیہ فی السلالستہ الزینبیہ :- شمس الدین ابو الخیر مصری

۹۔ المجاجتہ الزینبیہؑ فی السلالتہ الزینبیہ :- علامہ جلال الدین سیوطی، مصری شافعی ۹۱۰ھ

۱۰۔ الدر الفاخرہ، شرح خطبۂ زینب الطاہرہ :- آقا جمال الدین ابن شیخ ابو تراب شیرازی ۱۳۴۱ھ

۱۱۔ تاریخ اُمّ المصائب سیّدتنا زینبؑ :- تالیف .... شیخ محمد بن ملّا اسماعیل

سلطان المتکلمین شیخ محمد واعظ علی صاحب البشارۃ الائمہ متوفی ۱۳۵۳ھ، ضخیم فارسی

۱۲۔ شرح خطبۂ زینبؑ :۔ مرزا حیدر قلی خاں سردار کلبلی سنہ ۱۳۵۸ھ

۱۳۔ شرح خطبۃ الزینبیہؑ :۔ مولیٰ باوی بنامی (عبد شیخ انصاری)

۱۴۔ السیدہ زینبؑ :۔ محمد علی احمد مصری

۱۵۔ سیدہ زینبؑ :۔ حسن قاسم مصری

۱۶۔ زینبؑ کبریٰ :۔ علامہ شیخ جعفر نقدی، مطبوعہ نجف اشرف سنہ ۱۳۶۱ھ

۱۷۔ زینبؑ کربلا :۔ آغا اشہر

۱۸۔ حضرت زینبؑ :۔ محمد علی سالمین۔ بمبئی (انگریزی)

۱۹۔ خاتون کربلا کا کردار :۔ مہتاب جعفر رضا

۲۰۔ خاتون کربلا :۔ صالحہ عابد حسین، دہلی (اردو)

۲۱۔ صدیقۂ صغریٰ :۔ مولوی اسد علی، الہ آباد (اردو)

۲۲۔ شیر زنِ کربلا :۔ ترجمہ فارسی (لبطلۃ کربلا) جعفر شیرازی ایرانی

۲۳۔ کربلا کی شیر دل خاتون :۔ ترجمہ اردو، خان بہادر سید محمد عباس زیدی جلالوی سنہ ۱۹۵۹ء

۲۴۔ سیرت جناب زینب سلام اللہ علیہا :۔ سید محمد حسین جعفری، حیدرآباد سنہ ۱۹۴۵ء

۲۵۔ لبطلۃ کبریٰ :۔ عائشہ بنت الشاطی مصری، عربی، سنہ ۱۹۵۲ء

۲۶۔ ثانیٔ زہراؑ :۔ مولوی محمد صادق حسین، بار دوم، ستمبر سنہ ۱۹۷۱ء

۲۷۔ پاسبانِ شریعت :۔ حکیم سید علی حیدر زیدی، لکھنؤ، محرم سنہ ۱۳۸۹ھ

۲۸۔ سیرت فاطمۃ الزہراؑ :۔ جسٹس آغا سلطان مرزا دہلوی

عرضِ ناشر

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں عربی اور فارسی کے اختتام کے بعد صرف اُردو زبان ہی ہمارے مذہبی اور دینی افکار و خیالات کے اظہار کا موثر ترین واحد ذریعہ ہے۔ لیکن عرصہ سے اُردو میں ایک ایسی کتاب کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی رہی جو ثانیٔ زہرا حضرت زینبؑ کبریٰ کی سوانح، شخصیت اور گراں قدر خدمات پر مشتمل ہو۔ جو کتابیں دستیاب ہیں وہ تشنہ ہیں اور طوالت کلام کے باعث پیچیدہ اور گنجلک انداز میں ملتی ہیں۔ جس سے مطالب کی تفہیم میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ میں نے اس ذیل میں برادر محترم پروفیسر سیّد فضل امام رضوی سے گزارش کی کہ اگر آپ کی توجہ اس جانب مبذول ہو جائے تو یہ کام بہتر انداز میں انجام پاسکتا ہے۔ برادر محترم کی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیات کے باعث یہ بات ٹلتی رہی۔ لیکن میں نے جب بار بار اصرار کیا تو وہ آمادہ ہو گئے۔ خدا نے انھیں جو زبان و بیان پر قدرت دی ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں۔ بلکہ ایک زمانہ اس کا قائل اور گرویدہ ہے۔ وہ متعدد زبان و ادبیات پر دسترس رکھتے ہیں۔ اردو، ہندی اور انگریزی میں ان کی پچاس سے زاید مطبوعہ تصنیفات و تالیفات کی تعداد ہے جو پایۂ اعتبار قائم کر چکی ہیں۔ مقالے، تبصرے اور مضامین کی تعداد تو ہزاروں پر محیط ہے۔ برصغیر ہند و پاک میں ان کے رشحاتِ قلم کو وزن و وقار حاصل ہے۔ عربی، فارسی اور سنسکرت زبان و ادبیات سے بھی بھرپور واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ ایک کامیاب خطیب کی حیثیت سے بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔ حکومت

اتر پردیش نے ۱۹۹۴؁ میں انھیں اتر پردیش سکنڈری اجوکیشن کمیشن کا چیرمین مقرّر کیا جس کے سبب ان کا ایک ایک لمحہ بیش قیمت اور مصروف ہو گیا ہے۔ لیکن انھوں نے اس طرف توجہ کی اور آپ کے ہاتھوں میں "شریکۃ الحسینؑ" کی شکل میں ان کا گراں قدر کارنامہ ہے۔ اس کتاب میں تاریخ، تحقیق، تدقیق، قرآن، حدیث، روایت اور ادب کا حسین امتزاج پیش کیا گیا ہے جسے فاضل اہل قلم نے اپنے استدلال اور شگفتہ انداز نگارش سے بہت معتبر انداز میں پیش کیا ہے۔ تمام تر معتبر اور مستند حوالوں سے واقعات کو پیش کیا گیا ہے اور حضرتِ زینبؑ کی شخصیت کے اہم گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ان کی اس کاوش کے لئے خاص طور پر میں انتہائی ممنون ہوں اور دین و مذہب اور واقعۂ کربلا سے دلچسپی رکھنے والے حضرات بھی ان کے احسان مند ہیں۔ یہ کتاب ہمارے سماج کے سبھی طبقات کے لئے یکساں مفید اور کارآمد ثابت ہوگی۔

خداوند بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دعا ہے کہ صدقہ میں محمدؐ و آلِ محمدؑ کے اس کتاب کے فاضل مصنف کی توفیقات میں مزید اضافہ عطا فرمائے اور ان کی صحت و سلامتی اور ترقی میں روز افزوں ترقی ہو۔ تاکہ ان کے قلم سے اسی طرح کی اور معیاری کتب کی تکمیل ہو سکے۔ آمین)

احقر العباد:..............

۱۸ جنوری ۱۹۹۶؁

سیّد شمس الحسن
ممتاز الافاضل (جامعہ ناظمیہ، لکھنؤ)
ایم۔ اے (اُردو)۔ ایم۔ اے (فارسی)
حال مقیم:۔ ادارۂ حوزۂ علمیہ، قُم (ایران)

○ اسمِ مبارک، کنیت اور القاب

آپ کا اسمِ گرامی زینبؑ ہے۔ صاحب "خصائصِ زینبیہ" رقم طراز ہیں:۔
" زینب کے معنی اگر فربہ یا درخت خوبصورت و خوشبودار کے لئے جاتے ہیں تو غیر مناسب نہیں۔"

بعض افراد زینب کے معنی مصیبت زدہ کے لیتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ "زینب" دو لفظوں سے تشکیل پاتا ہے۔ "زین اور اَب" سے مل کر زینب بنا ہے جس کے معنی زینتِ پدر کے ہیں۔ لیکن یہ سب معنی صحیح اور درست نہیں۔ لُغت میں زینب کے معنی فربہ ہونا نہیں ہے۔ ایک لفظ 'زَنب' ہے جس کے معنی فربہ کے ہوتے ہیں۔ لیکن 'زنب' سے "زینب" کا اشتقاق ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح "زینب" کے معنی کسی بھی لغت میں مصیبت زدہ کے نہیں ملتے ہیں۔ ہاں! "زینب" کے معنی خوش منظر درخت کے ضرور ملتے ہیں۔[1]

دراصل ثانیٔ زہراؑ، شریکۃ الحسین اور نیابتہ الزہرا کا اسمِ مبارک خود خلاقِ عالم نے تجویز فرمایا ہے۔ مشہور روایت ہے کہ جب حضرت زینبؑ کبریٰ کی ولادت باسعادت ہوئی تو سرورِ کائنات سفر میں تھے۔ حضرت صدیقہ طاہرہؑ نے مولائے کائناتؑ سے فرمایا کہ رسولِ کائنات تشریف نہیں رکھتے ہیں، آپ اس صاحبزادی کا نام تجویز فرما دیں۔ مولائے کائنات نے فرمایا کہ اس باب میں رسولِ کائنات کو ہی اختیار ہے۔ تین روز بعد رسولِ اکرمؐ واپس تشریف لائے اور حسبِ معمول پہلے خانۂ سیدۂ عالمیہ میں رونق افروز ہوئے۔ تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے صورتِ حال سے مطلع فرمایا

---

[1] المنجد، مصباح اللغات

اور نومولود صاحبزادی کے لئے نام تجویز فرمانے کے لئے استدعا کی۔ رسولؐ کائنات نے فرمایا کہ اگرچہ فاطمہؑ کی اولاد میری اولاد ہے لیکن میں حکم خدا کا انتظار کروں گا۔ کچھ ہی دیر میں حضرت جبرئیل تشریف لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! خداوند بزرگ و برتر بعد تحفۂ درود و سلام کے حکم فرماتا ہے کہ آپؐ اس دختر مولود کا اسم گرامی "زینبؑ" رکھیں اس لئے کہ لوح محفوظ میں اس صاحبزادی کا نام یہی درج ہے۔" اس وقت رسول اکرمؐ نے بچی کو طلب فرمایا، اپنی آغوش پاک میں لیا، بوسہ لیا اور فرمایا کہ اس صاحبزادی کا نام خالق کائنات نے "زینب" تجویز فرمایا ہے۔ میں سبھی موجود اور غیر موجود حضرات کو وصیت کرتا ہوں کہ اس صاحبزادی کی عزت و حرمت، تعظیم و تکریم کا ہمیشہ لحاظ اور خیال رکھیں کیونکہ یہ صاحبزادی مثل "خدیجۃ الکبریٰؑ" ہے۔ یہ روایت درایت کی کسوٹی پر بھی کھری اترتی ہے۔ اس لئے کہ اس طرح سے نام تجویز ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ خداوند عالم نے چیدہ اور برگزیدہ ہستیوں کے اسمائے گرامی خود ہی تجویز فرمائے ہیں۔ جس کا ثبوت کلام الٰہی یعنی قرآن مجید سے ملتا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے نام کے ذیل میں ارشاد رب العزت ہو رہا ہے۔ "مُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ" (ترجمہ:۔ خوش خبری دیتے ہیں ہم تجھ کو ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے)۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی قرآن مجید میں معین فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔ "اِسْمُهُ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ"۔

رسول کائنات کا اسم مبارک قرآن مجید میں اس طرح ملتا ہے۔ "يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" (ترجمہ:۔ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمدؐ ہوگا) یا "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ"۔

مولائے کائنات کا اسم گرامی قرآن کریم میں اس طرح ملتا ہے۔ "قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلِيٌّ مُسْتَقِيمٌ"۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔ "وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا"۔ پھر ارشاد ہوا:۔ "لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيمٌ"۔

صاحب بحر المصائب نے ایک اور روایت نقل کی ہے۔ جب حضرت زینبؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت امیرالمومنین خاتون جنتؑ کے حجرہ میں داخل ہوئے اور حضرت امام حسینؑ جو اس وقت کم سن تھے آپ کے ساتھ چلے آئے اور خوش ہو کر بے ساختہ عرض کیا کہ "اے بابا! خدا نے مجھے بہن عطا کی ہے۔" یہ سن کر امیرالمومنینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ امام حسینؑ نے وجہ گریہ دریافت کی، تو امیرالمومنینؑ نے فرمایا، اے نور چشم میری اشک افشانی کی وجہ عنقریب تم پر منکشف ہو جائے گی۔
چند روز گزرے تھے کہ خاتون جنتؑ نے حضرت امیرالمومنینؑ سے پوچھا کہ آپ اس دختر کا نام رکھنے میں کیوں تاخیر فرما رہے ہیں؟ مولائے کائنات نے فرمایا کہ مجھے رسولؐ کائنات کا انتظار ہے۔ سرکار دو عالمؐ ہی سفر کی واپسی پر نام تجویز فرمائیں گے۔ سرور کائنات جب سفر سے واپس تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے خانۂ سیدۂ عالمیہ میں رونق افروز ہوئے۔ نومولود صاحبزادی کو آغوش مبارک میں لیا، پیار کیا۔ اسی اثنا میں حضرت جبرئیل امین کا نزول ہوا اور بعد تحفۂ درود و سلام عرض کی کہ یا رسول اللہ! خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ اس نومولود صاحبزادی کا اسم گرامی "زینب" رکھا جائے یہ کہہ کر حضرت جبرئیل گریہ فرماتے لگے۔ رسولؐ کائنات نے سبب گریہ دریافت کیا تو کہا کہ یا رسول اللہ، یہ صاحبزادی آغاز زندگی سے انتہائے حیات تک اس کائنات بے ثبات میں مصائب و ابتلا میں گرفتار رہیں گی۔

صاحب بحر المصائب نے ایک روایت کی نقل میں یہ بھی درج کیا ہے کہ سرور کائناتؐ نے نومولود صاحبزادی کو اپنے سینۂ مبارک سے لگا لیا اور رخسار پر اپنے رخسار رکھ کر گریہ فرمایا اور مستقبل میں ہونے والے رنج و مصائب کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ "جو اس بچی کے رنج و غم پر آنسو بہائے گا یا رلائے گا تو اس کو وہی ثواب ملے گا جو اس کے بھائیوں حسنؑ اور حسینؑ پر روتے یا رلانے والوں کو ملے گا۔

مجالس الاحزان کی ایک روایت میں ملتا ہے کہ حضرت امیرالمومنین مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت سلمان فارسیؓ خدمت امیرالمومنین میں حاضر ہوئے اور دختر نیک اختر کی ولادت باسعادت کی خوش خبری دی اور مبارکباد پیش کی جناب امیر علیہ السلام یہ خبر سن کر آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے وجہ گریہ دریافت کی تو جوش گریہ میں اضافہ ہو گیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے اصرار میں اضافہ ہوا تو مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا کہ یہ بچی تاحیات مصائب و رنج میں مبتلا رہے گی۔

کُنیّت :۔

آپ کی مشہور کنیت اُم الحسن ہے۔ بعض مورخین نے اُم کلثومؑ بھی تحریر فرمایا ہے۔ بعض خطبات اور مراثی جو جناب اُم کلثوم سے منسوب ہیں وہ دراصل آپ کے بتائے جاتے ہیں۔ صاحب "خصائص زینبیہ" رقم طراز ہیں کہ اگر آپ کی کنیت اُم کلثوم ہو اور آپ کی بہن کا اسم مبارک بھی اُم کلثوم ہو تو یہ کوئی امر عجیب نہیں۔ اس لئے کہ اکثر اہل عرب چند بھائیوں اور بہنوں کا ایک ہی نام اور ایک ہی کنیت مقرر کرتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے ہر فرزند کا نام علی رکھا تھا۔ اور ایک دوسرے کی شناخت کے لئے علی اکبر، علی اصغر، علی اوسط پکارتے تھے۔ آپ کی کنیت اُم کلثوم ہونے کی وجہ ایک یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ آپ کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا اسم گرامی کلثوم تھا۔ کربلا کے رُوح فرسا واقعہ کے بعد آپ کی کنیت "ام المصائب" ہو گئی۔ اس لئے کہ آپ نے بے حد و بے انتہا مصائب کا سامنا کیا۔

القاب :۔

حضرت زینبؑ کے متعدد القاب ہیں۔ جن میں چند پیش کئے جاتے ہیں :۔

(۱) عالمہ غیر معلمہ (۲) فہیمہ (۳) فاضلہ (۴) کاملہ (۵) عاقلہ (۶) زاہدہ (۷) عابدہ (۸) شجیعہ (۹) محدثہ (۱۰) مظلومہ (۱۱) مرضیہ (۱۲) نائبۃ الزہرا (۱۳) الفصیحہ (۱۴) البلیغہ (۱۵) ولیتہ اللہ (۱۶) عصمت صغریٰ (۱۷) الراضیہ (۱۸) بالقدر والقضاء (۱۹) باکیہ (۲۰) شریکۃ الحسین (۲۱) ثانیٔ زہرا۔

درج بالا القاب میں سے چند کی تشریح و توضیح پیش کی جاتی ہے۔

(۱) عالمہ غیر معلمہ :-

یعنی ایسی عالمہ جن کو کسی نے تعلیم نہیں دی ہو۔ یعنی آپ کا علم وہبی تھا کسبی نہیں۔ یہ لقب آپ کو حضرت امام زین العابدین نے دیا ہے۔ جب حضرت زینب بازار کوفہ میں خطبہ ارشاد فرما رہی تھیں اور اہل کوفہ متحیر اور مبہوت تھے۔ ثانیٔ زہرا اس قدر متاثر ہو رہی تھیں کہ امام زین العابدین کو خوف ہوا کہ کہیں آپ کی روح نہ پرواز کر جائے۔ اس وقت آپ نے مودّبانہ عرض کیا ــــ "یا عمہ اُسکتی ففی الباقی من الماضی اعتبار و انت بحمد اللہ عالمۃ غیر معلمۃ فہیمۃ غیر مفہمۃ" (اے پھوپھی جان! مناسب ہے کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ جو چیز گذر گئی اس سے زیادہ معتبر آنے والی چیز ہے۔ بحمد اللہ آپ تو معلمہ غیر معلمہ اور فہیمہ غیر مفہمہ ہیں۔)

ایک روایت میں ہے کہ کوفہ میں عہد مولائے کائنات میں آپ کوفہ کی عورتوں کو قرآن کی تعلیم دیتی تھیں۔ ایک روز تفسیر قرآن مجید بیان فرما رہی تھیں اور کہٰیٰعص کی تشریح کر رہی تھیں کہ اسی اثنا میں باب العلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لختِ جگر تمہاری تفسیر سُن کر دل مسرور ہوا۔ اور پھر خود کہٰیٰعص کی تفسیر بیان فرمائی۔

کوفہ اور شام میں حضرت زینبؑ کے خطبات سے ان کی شان علم ظاہر ہوتی ہے۔

(۲) عصمت صغریٰ / معصومہ :-

عصمت صغریٰ کے معنی گناہوں اور خطاؤں سے محفوظ رکھنے کے ہیں۔ اور عصمت

مخصوص ہے انبیاء اور اوصیاء سے۔ جو خدا کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ عصمت کے مدارج و مراتب محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے مخصوص ہیں۔ خود آیتِ تطہیر اس کا روشن ثبوت ہے۔ حضرت زینبؑ نے چونکہ طینت محمدیہ و مجاہد نفسانیہ و ترک لذات حیوانیہ کی وجہ سے اعلیٰ مراتب حاصل کئے تھے اس لئے عصمتِ صغریٰ اور معصومہ کہی جاتی ہیں۔ آپ کے بعض ارشادات و احتجاجات میں اپنی عصمت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(۳) ولیۃ اللّٰہ :-

آپ کی عبادت و ریاضت کثیر ہے۔ دین اسلام کی بقا کے لئے آپ نے بے شمار اور بے حساب صدمات اور اذیتیں برداشت کی ہیں۔ حضرت امام حسین جو ولی اللہ ہیں آپ سے خاص محبت و الفت کرتے تھے۔ درج بالا وجوہ سے آپ کو ولیۃ اللہ کے لقب سے یاد کرنا حق بجانب ہے۔

(۴) الراضیۃ بالقدر والقضاء

یعنی خدا کی قدر و قضا پر راضی برضا رہنے والے۔ تاریخ کربلا شاہد ہے کہ جو کچھ مصائب اور بلائیں آپ پر نازل ہوئیں انھیں آپ نے بڑے صبر و استقلال، ضبط و تحمل اور تشکر کے ساتھ برداشت فرمایا۔ آپ نے اس قوت و اقتدار کو جو خداوند عالم نے آپ کو بطور خاص عطا کیا تھا۔ اگر استعمال کرتیں، پہاڑوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتیں۔ زمین کی طنابیں کھینچ اٹھتیں۔ چشم زدن میں زمین سے دریا ابل پڑتے۔ لیکن مرضیٔ الٰہی پر راضی رہیں۔ خوشنودیٔ خدا کے لئے بہ کمال کشادہ پیشانی عالم غربت و کلفت میں شدائد و مصائب کو گلے لگاتی رہیں۔

(۵) زاھدہ :-

"زاہدہ" لفظ "زہد" سے مشتق ہے۔ اسلام میں زُہد و ورع کی بڑی اہمیت بتائی گئی ہے اور زہد کی ترغیب کے لئے مختلف طریقہ بتائے گئے ہیں۔ زہد کی تعریف بڑی وسعتوں کی حامل ہے۔ مولائے کائنات امام المتقیان نے 'زہد' کی تعریف میں

میں فرمایا ہے ــــ "الذھد فی الدنیا ثلاثۃ احرف زاء، ھاء ودال فاما الزاء فترك الزینۃ واما الھاء فترك الھویٰ واما الدال فترك الدنیا۔"

(لفظ زہد میں تین حروف ہیں۔ ز، ہ اور دال ــــ "ز" سے مُراد زینت دنیا کو ترک کرنا ــــ "ہ" سے مُراد ہوا اور ہوسِ دنیا کو ترک کرنا ــــ "د" سے مُراد دنیا کو ہی ترک کر دینا ہے۔)

حضرت زینبؑ کے شوہر صاحب حیثیت اور متمول تھے۔ لیکن آپ نے ہمیشہ سادگی کی زندگی بسر کی۔ تکلفات و تصنعات دنیوی سے ہمیشہ دور رہیں۔ مال و زر و جواہرات کو آپ نے ہمیشہ حقیر اور ذلیل سمجھا۔

ارشاد رب العزت ہے کہ ــــ "المالُ والبنونَ زینۃُ الحیٰوۃ الدُّنیا"

(مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں)

حضرت زینبؑ نے مالِ دنیا کو حقیر سمجھا اور اولاد کو دین حق کے لئے کربلا کے میدان میں اپنے بھائی پر سے قربان کر دیا۔

حضرت زینبؑ نے اپنا سارا ساز و سامان مقنع و چادر، کانوں کے گوشوارے تک تحفظِ دین اسلام کے لئے نچھاور کر دیئے۔

حضرت زینبؑ نے باوجود قدرت و اختیار کے رضائے الٰہی کو اپنی خواہشات پر ترجیح دی اور سخت ترین مصائب برداشت کئے۔ گھر بار، مال، اولاد اور شوہر، سب کو رضائے الٰہی کی خاطر ترک کر دیا۔ اس سے بڑھ کر زہد اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ کو زاہدہ کہا جاتا ہے کہ آپ کی عملی زندگی سے آپ کا زہد آشکارا ہے۔

(۶) محدثہ و موثقہ :-

حضرت زینبؑ حافظ اسرار محمدیہ و امانات الٰہیہ ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام جب کوئی حدیث یا خبر بیان فرماتے تھے تو اس کی سند جناب زینبؑ تک

پہنچاتے تھے۔ حضرت عباس رضؓ باوجودیکہ خود حدیثیں بیان فرماتے تھے اور فرماتے تھے اور مقبول القول تھے۔ اکثر حضرت زینبؑ سے روایتیں بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے "حدثنا عقیلہ" یعنی عقیلہ (جناب زینبؑ) نے یہ حدیث بیان کی ہے۔

(۶) شجیعہ :-

شجاعت اور بہادری صفاتِ انبیاء میں داخل ہے۔ حضرت زینبؑ کے والد ماجد اشجع العرب ہیں۔ حضرت حیدر کرارؑ غیر فرار کا لقب ہی شیرِ خدا (اسد اللہ) ہے۔ حضرت زینبؑ کو بھی شجاعت اور بہادری وراثت میں ملی تھی۔ دل سوز اور جاں گداز مناظر میں قلب وجگر میں حوصلہ باقی رکھنا سب کے بس کی بات نہیں۔ جس ثبات قدمی اور پامردی سے آپ نے پرجوش اور ایمان افروز خطبات سے دربار شام وکوفہ میں ظلمِ ظالم کو للکارا ہے اس کی مثال تاریخ عالم کے صفحات میں مشکل سے ملے گی۔ بظاہر اسیری، بندگی اور بے بسی کی زندگی مگر بباطن ایک شیر دل خاتون کا جگر کہ یزید اور ابن زیاد جیسے ظالم بھی دم بخود نظر آنے لگے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسے مظبوط، قوی، پُرجگر اور بلند عزم وحوصلہ کی خاتون نہیں مل سکیں گی۔

(۸) عابدہ :-

کثرت سے عبادت کرنے والے کے لئے عابد اور عابدہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے حضرت صدیقۂ صغریٰ نے اپنی تمام عمر عبادت واطاعت خداوندی میں بسر کی۔ آپ کے تمام حرکات وسکنات عبادت تھے۔ اہلِ فکر وبصیرت کے لئے بس امام عالی مقام کی یہ وصیّت ہی سند کے لئے کافی ہے۔ روز عاشورہ آخری رخصت کے وقت حضرت امام حسین نے فرمایا کہ — "یا اختاہ لا تنسینی فی نافلۃ اللیل"۔ (اے خواہر نافلہ شب پڑھتے ہوئے مجھے نہ بھولنا۔)

عالمِ جلیل شیخ محمّد باقر اپنی کتاب "کبریتِ احمر" میں مقاتلِ معتبرہ کے حوالے سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد نقل کرتے ہیں — "سفرِ شام

پس باوجود ان مصائب اور زحمتوں کے جو آپ پر وارد ہوئے آپ نے کبھی نمازِ شب ترک نہیں کی۔ آپ نے کثرتِ عبادت سے مقامات غیر متناہیہ حاصل کئے۔ لہٰذا "عابدہ" کے لقب سے ملقب ہوئیں۔ حضرت زینب کی عبادت کے متعلق صاحب "طراز المذہب" رقم طراز ہیں ـــــ "قریب بہ رُتبتِ امام است"۔ (یعنی آپ کی شان عبادت امام کے مرتبہ کے قریب ہے)

اس کے علاوہ آپ کی عبادت کے متعلق دو اماموں کا قول ہی بھرپور استدلالی ثبوت ہے۔

(۹) باکیہ :-

باکیہ لفظ باکی سے بنا ہے۔ یعنی کثرت سے بُکا، گریہ کرنے والے۔ حضرت زینب خوف خدا سے اور مصائب حضرت سید الشہداؑ پر ہمیشہ گریہ فرماتی رہتی تھیں۔ خوف خدا اور مصائب محمدؐ و آل محمدؐ پر گریہ و بکا کرنا بہترین عبادت ہے۔ لہٰذا حدیث سرورِ عالمؐ ہے کہ ـــــ "کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الا عین بکت من خشیۃ اللّٰہ"۔ (قیامت کے دن سب آنکھیں روئیں گی سوائے اس آنکھ کے جو دنیا میں خوف خدا سے روتی ہو۔)

حضرت امام حسینؑ اور مصائب اہلِ بیتِ رسولؐ پر رونے کے ذیل میں حدیثِ رسولؐ اکرم ہے :-

"مَن بکیٰ اَو ابکیٰ اَو تباکیٰ علی الحسینؑ وَجَبَت لہ الجنّۃ"۔ (جس نے رویا یا رُلایا یا رونے والی کی صورت بنائی، مصائب حضرت امام حسینؑ پر، اس پر جنّت واجب ہے)۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا ارشاد ہے ـــــ "اِن سمعتم لغریب اور شہید فاندبونی"۔ (اگر تم کسی غریب یا شہید کا حال سُنو تو میری مصیبت کو یاد کر کے مجھ پر گریہ کرو)۔

فارم ۱۴

حضرت زینبؑ خوف الٰہی سے تو ہمیشہ گریہ فرماتی تھیں مگر بعد شہادت حضرت امام حسین اور مصائب کربلا پر تاحیات آنسو بہاتی رہیں۔ اسی لئے آپ کا لقب "باکیہ" قرار پایا۔

(۱۰) الفصیحۃ والبلیغۃ :-

فصاحت و بلاغت کی مالک۔ جناب زینبؑ کی فصاحت اور بلاغت ان کے خطبات سے ظاہر ہے۔ آپ کے لہجے میں سرور کائنات کا لہجہ اور زبان و بیان میں بھی صاحب منبر سلونی کا انداز نمایاں تھا۔ جناب زید ابن ارقم صحابی رسولؐ کا ارشاد ہے کہ جب بازار کوفہ میں حضرت زینبؑ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو یہی معلوم ہو رہا تھا کہ صاحب نہج البلاغہ تقریر فرما رہے ہیں۔ امید فاضلی نے بڑے اچھے انداز سے نظم کیا ہے :-

خطبۂ بنتِ علیؑ سچ کا وہ سرمایہ ہے
جس میں قرآن کا انداز اتر آیا ہے
لہجۂ ختم رُسُلؐ نطق نے پھر پایا ہے
پھر سلونی کا عَلَم، عِلم نے لہرایا ہے

کِلکِ رسوائی سے لکھ دی گئی تقدیر یزید لعن
دیکھتی رہ گئی منہ وقت کا تدبیرِ یزید لعن

تربیت کردۂ زہراؑ کا عجب رنگ تھا آج
حاکم شام کے اشعار پہ برہم تھا مزاج
بڑھ کے لفظوں نے دیا شاہ کی خواہر کو خراج
نطق کے سر پہ رکھا فکر نے سچائی کا تاج

ظلمتِ شام پہ یوں نور مدینہ چھایا
آئینہ دیکھ کے باطل کو پسینہ آیا

ان کی آواز سے ایمان نے طاقت پائی
روشنی عقل نے، الفاظ نے حرمت پائی
غم کو توقیر ملی، اشکوں نے عزت پائی
چشم تاریخ نے گم کردہ بصیرت پائی

افقِ شام پہ طیبہ کی فضا چھانے لگی
لب جو کھولے تو محمدؐ کی صدا آنے لگی [1]

. . .

حضرت زینبؑ کی خطابت کے ذیل میں جناب رازق الخیری اپنی تالیف "سیدہ کی بیٹی" میں رقم طراز ہیں۔

"بی بی زینبؑ کو فن خطابت میں کمال تھا۔ ان کا بیان درد اور تاثیر میں اس قدر ڈوبا ہوا ہوتا تھا کہ سامعین کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آجاتے تھے۔ اسی لئے انھیں فصیحہ اور بلیغہ بھی کہا جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ قدرت نے ان کو فصاحت اور بلاغت کا وہ جوہر عطا کیا تھا جو بہت کم عورتوں کو ملا ہے.......یزید کے دربار میں حاکمِ کوفہ کے روبرو، بازار کوفہ میں بی بی زینبؑ نے جو تقریریں کیں وہ بتا رہی ہیں کہ فن خطابت میں بی بی زینبؑ کا درجہ نہایت بلند ہے۔" [2]

جناب رازق الخیری مزید فرماتے ہیں:۔

"علم و فضل اور فصاحت و بلاغت میں حضرت علیؑ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ نثر و نظم دونوں میں آپ کا رتبہ بلند تھا۔ آپ کی تقریریں انتہا درجہ کی فصیح و بلیغ ہوتی تھیں اور اتنی ہی دل نشیں اور موثر۔ حضرت علیؑ کی اولاد میں فصاحت و بلاغت، صبر و استقامت اور مصائب پر سکون و طمانیت کی صفات سب سے زیادہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؑ کو ملی تھیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ شیر خدا کی اکثر و بیشتر صفات

---

[1] سرِ نینوا، امید فاضلی [2] سیدہ کی بیٹی، رازق الخیری

بی بی زینب میں تھیں۔" [1]

(۱۱) نائبۃ الزہرا :-

حضرت زینبؑ کو نائبۃ الزہرا اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ جملہ کمالات وصفات میں اپنی والدۂ ماجدہ حضرت خاتونِ جنّت کے مثل تھیں۔ مشہور ہے کہ صحابۂ کرام کی مستورات بھی آپ کی رفتار، گفتار، عادات و اطوار کو دیکھ کر برجستہ یہ کہتی تھیں کہ آپ اپنی مادرِ گرامی کی جانشیں ہیں۔ آپ نے بڑی بہن کی حیثیت سے اپنے بھائیوں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام سے وہی سلوک روا رکھا جو ماں کا تھا۔ یعنی وہی اندازِ اُلفت و شفقت رہا جو خاتونِ جنّت اگر حیات ہوتیں تو ویسا ہی برتتیں۔ امید فاضلی نے حضرت زینبؑ کے اس پہلو کو بہت خوب انداز سے نظم کیا ہے :-

سیرتِ بنتِ نبیؐ ان کا نصابِ تعلیم
ان کا ہر لفظ ہے سچائی کا شہکارِ عظیم
عالمِ تشنہ لبی میں رہیں مثلِ تسنیم
ان کے دامن کی ہوا گلشنِ ایماں کی نسیم

روشنی صبر کی، عصمت کی ہیں تنویر یہی
ہو بہو فکرِ محمدؐ کی ہیں تصویر یہی

مصطفیٰؐ خو ہے، یداللہ سیر ہے زینبؑ
قلبِ زہرا ہے، خدیجہؓ کی نظر ہے زینبؑ
مثلِ عباس امامت کی سپر ہے زینبؑ
کربلا میں ابوطالبؑ کا سفر ہے زینبؑ

نازِ بے جائے ستم توڑنے والی ہیں یہی
حرمِ شاہ کی اب وارث و والی ہیں یہی [2]

---

[1] سیدہ کی بیٹی از رازق الخیری [2] سرِ نینوا۔ از امید فاضلی

○ تاریخِ ولادت

حضرت زینب کی تاریخ اور سنہ ولادت کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے صاحب "طراز المذہب" نے ماہ رمضان سنہ ۹ھ تحریر کیا ہے۔ صاحب "بحر المصائب" ماہ شعبان سنہ ۶ھ اور صاحب "سلسلۃ الذہب فی فضائل حضرت زینبؑ" نے جمادی الاوّل سنہ ۵ھ تاریخ ولادت تحریر کیا ہے۔ الحاج محمد علی ساکن بمبئی کی ایک مختصر سی کتاب انگریزی میں ہے جس میں تاریخ ولادت شعبان سنہ ۶ھ تحریر کی ہے۔ صاحب "خصائص زینبیہ" نے پانچویں جمادی الاوّل سنہ ۵ھ یا سنہ ۶ھ تسلیم کی ہے۔ جناب رازق الخیری نے اپنی کتاب "سیّدہ کی بیٹی" میں تاریخ ولادت کے ذیل میں مفصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو :-

"بی بی زینبؑ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں مختلف بیانات ہیں۔ مصنف "بحر المصائب" لکھتا ہے کہ بی بی زینب پہلی یا اوائل شعبان سنہ ۶ھ میں پیدا ہوئی تھیں۔ یعنی امام حسین کے دو سال بعد۔ مصنف "طراز المذہب" کا بیان ہے کہ ماہ رمضان سنہ ۹ھ میں چند روز باقی تھے کہ بی بی زینب پیدا ہوئیں۔ .... مصنف "خصائصِ زینبیہ" کی رائے میں "طراز المذہب" کے مصنف کا یہ بیان محض قیاس اور واقعات کے خلاف ہے۔ کیونکہ سنہ ۱۱ھ میں سرور عالمؐ نے رحلت فرمائی اور آپ کی رحلت کے وقت جناب سیّدہ کے ہاں اور کوئی لڑکی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ جیسا کہ "طراز المذہب" کے مصنف کا خیال ہے۔ جب بھی بی بی زینبؑ کی پیدائش کا سال سنہ ۹ھ قرار دینا قطعاً غلط ہے اس لئے کہ بی بی زینبؑ، رسول اکرمؐ کی زندگی میں خاصی ہوشیار تھیں۔ لہٰذا "طراز المذہب" کے مقابلہ میں مصنف "بحر المصائب" کا بیان سنہ ۶ھ قرین قیاس ہے ....

اگر امام حسینؑ کا سنہ پیدائش سنہ ۳ھ تھا تو حضرت زینبؑ سنہ ۵ھ یا سنہ ۶ھ میں پیدا ہوئی ہوں گی۔ بعض مورخین نے جناب سیّدہ سے روایت نقل کی ہے کہ بی بی زینبؑ ۵ جمادی الاوّل سنہ ۵ھ کو پیدا ہوئی تھیں۔ اور یہی قرین قیاس ہے۔"

مصنف "ثانیٔ زہرا" جناب صادق حسین شعبان سنہ ۶ھ کو مرجح و اقرب بہ صواب سمجھتے ہیں۔[۱]

لیکن درج بالا مباحث کے پیش نظر ۵ جمادی الاوّل سنہ ۵ھ صحیح تاریخ ولادت تسلیم کرنا مناسب ہوگا۔ اس لئے کہ بعض تواریخ اور کتب سیر و اخبار کے مطابق واقعۂ کربلا، یعنی سنہ ۶۱ھ میں حضرت امام حسین کا سن شریف ستاون (۵۷) سال کا اور حضرت زینبؑ کا سن مبارک پچپن (۵۵) سال ملتا ہے۔ یعنی بھائی اور بہن کے سن میں تقریباً دو سال کا فرق تھا۔

---

[۱] ثانیٔ زہرا۔ مولوی محمد صادق حسین، ص ۱۴۲، احباب پبلیشرز، گولہ گنج لکھنؤ (بار دوم سنہ ۱۹۷۱ء)

○ حضرت زینبؑ کے پدر بزرگوار اور والدہ ماجدہ

حضرت زینبؑ کے والد ماجد حضرت امیرالمومنین، سید الوصیین، امام المتقین علی ابن ابی طالبؑ تھے۔

اور

والدۂ ماجدہ حضرت خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہراؑ بنت خاتم الانبیاء سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰؐ تھیں۔

تاریخ میں ملتا ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ پہلے امام حسنؑ، دوسرے حضرت امام حسینؑ، تیسرے جناب محسنؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ۔ حضرت محسنؑ کا حمل ساقط ہوگیا تھا۔

بعض مورخین تین صاحبزادیاں بتاتے ہیں۔ ایک نام حضرت رقیہؑ کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت رقیہؑ کا بچپن میں ہی مدینہ منورہ میں انتقال ہوگیا تھا۔

"سیرت جناب زینب سلام اللہ علیہا" کے مصنف بعض اکابر علمائے شیعہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ کے بطن سے صرف ایک صاحبزادی تھیں یعنی جناب زینب اور آپ کی کنیت اُمّ کلثوم تھی۔ بعض وقت آپ کو زینبؑ اور بعض اوقات اُمّ کلثوم کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

بعض صاحبان اخبار نے اس بات کا بھی قیاس ظاہر کیا ہے کہ ایسا بھی امکان ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے دو صاحبزادیاں ہوں۔ جناب زینب، ام کلثومؑ کبریٰ۔ جناب خاتون جنت کے بطن سے ہوں اور دوسری صاحبزادی ام کلثومؑ صغریٰ کسی دوسری بی بی کے بطن سے ہوں۔

کتاب "بیت الاحزان" کی ایک روایت کے بموجب حضرت فاطمۃ الزہرا وفات کے وقت حضرت امیر علیہ السلام سے جو وصیتیں فرمائی تھیں ان میں ایک وصیت یہ بھی تھی کہ "میرے مال سے امّ کلثوم کو بھی دینا۔" اس روایت کو نقل کرنے کے بعد صاحب "بیت الاحزان" مزید تبصرہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ آپ کو صرف ایک صاحبزادی تھیں۔ اگر ان کے علاوہ بھی ہوتیں تو ایسا ممکن نہیں تھا کہ حضرت فاطمۃ الزہرا ان کا ذکر نہ کرتیں اور اپنے مال سے انھیں بھی کچھ دینے کی وصیت نہ فرماتیں۔"

درج بالا روایت اور اس پر تبصرہ بہرحال محلّ نظر نہیں ہے۔ اس لئے کہ خاتون جنتؑ کے پاس مال دنیا سے تھا ہی کیا جس کے لئے وصیت فرماتیں اور تقسیم کے بابت کچھ کہتیں۔

علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب "خواص الامہ" میں لکھا ہے کہ "حضرت خاتون جنتؑ کے بطن سے فرزندوں میں سب سے پہلے امام حسنؑ، اس کے بعد امام حسینؑ، اس کے بعد حضرت زینبؑ اور پھر حضرت ام کلثومؑ پیدا ہوئیں۔"

سید نعمت اللہ الجزائری اعلی اللہ مقامہ اپنی کتاب "انوار النعمانیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اما اولادہ سبعۃ عشرون ولداً ذکراً و انثے الحسن والحسین علیہما السلام و زینب الکبریٰ و زینب الصغریٰ المکناۃ بامّ کلثوم امہم فاطمۃ البتول"

(حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹیوں کو ملا کر جملہ سترہ کی تعداد تھی۔ جن میں حضرت امام حسنؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت زینب کبریٰ اور حضرت زینب صغریٰ جن کی کنیت حضرت امّ کلثوم تھی، جناب فاطمۃ الزہرا کے بطن سے تھیں۔)

درج بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ کے علاوہ ایک اور صاحبزادی

تھیں جو زینب صغریٰ کہی جاتی تھیں اور ان کی کنیت ام کلثوم تھی۔ جناب سید نعمت اللہ جزائری نے حضرت محسن کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ آپ کی ولادت واقع نہیں ہوئی اور حمل ساقط ہو گیا۔

صاحب "طراز المذہب" نے اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے اور انھوں نے بعض اکابر علمائے شیعہ کے حوالے سے اسی میلان کو ترجیح دی ہے کہ خاتون جنت کے بطن سے صرف ایک ہی صاحبزادی جناب زینبؑ تھیں اور ان کی کنیت اُم کلثومؑ تھی۔ لیکن میرے خیال میں جناب سید نعمت اللہ جزائری نے جو اپنی کتاب "انوار النعمانیہ" نتیجہ بر آمد کیا ہے وہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

شمائل مبارک :-

اخبار و آثار نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کا قد بلند و بالا اور چہرۂ اقدس نورانی تھا۔ وقار و سکینت و متانت میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ عصمت و عفت و حیا میں مثل خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؑ تھیں۔ فصاحت و بلاغت اور طرزِ تکلم میں مثل باب علم حضرت علیؑ مرتضیٰ تھیں۔ تحمل اور بردباری میں مثل امام حسنؑ مجتبیٰ تھیں۔ شجاعت اور طمانیتِ قلب میں مثلِ شہید کربلا حضرت امام حسینؑ تھیں۔

صاحب "خصائص زینبیہ" نے تحریر کیا ہے کہ "حضرت زینبؑ، کشیدہ قامت تھیں۔ چہرۂ انور سے رعب حیدری اور جلالتِ نبویؐ آشکار تھی۔ آپ فضائل صوریہ اور معنویہ کی مجموعہ تھیں۔" [۵]

---

۵ خصائصِ زینبیہ۔

تعلیم و تربیت

حضرت زینبؑ نے عصمت و طہارت کی چہار دیواری میں آنکھیں کھولی تھیں گھر کا ماحول ہی روحانی اور ربانی ہو تو پھر بچوں پر اس کا اثر کیوں نہ پڑے گا۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ذوات قدسیہ اور انوار مطہرہ کا علم بارگاہ الٰہی کا عطا کردہ ہوتا ہے۔ معصومین اور محمدؐ و آلِ محمدؐ نے دنیا کے کسی مدرسہ میں تعلیم و تربیت نہیں حاصل کی ہے۔ بلکہ انھیں کارخانۂ قدرت سے علوم و فنون عطا ہوئے اور اہل بیت رسولؐ نے اپنے بزرگوں سے علوم سینہ بہ سینہ حاصل کئے۔ رسول اکرمؐ نے اپنے تمام علوم و کمالات مولائے کائنات علیؑ ابن ابی طالب کو اور حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے حضرت امام حسنؑ مجتبیٰ کو اور حضرت امام حسن مجتبیٰؑ نے امام حسینؑ کو اور انھوں نے حضرت امام زین العابدینؑ کو۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ بارہویں امام تک قائم ہے۔ حضرت خاتون جنتؑ معصومۂ عالم ہیں۔ وہ شریک کارِ رسالت ہیں۔ لہٰذا مخدومۂ کونینؑ کو بھی علوم اپنے والد ماجد رسول کائناتؐ سے حاصل ہوئے۔ اور ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ خاتون جنت کا عمل ہی طبقۂ نسواں کے لئے واجب اور سنت ہے۔ بہت سے ایسے نسوانی مسائل شرعیہ ہیں جن کا عملی نمونہ سرورِ عالم نہیں پیش کر سکتے تھے۔ لہٰذا ان مسائل کی عملی شکل سیرت شہزادیٔ کونینؑ میں نظر آئے گی۔ عورتوں اور مردوں کی نمازوں تک میں فرق ہے۔ خود حجاب کا مسئلہ ہے۔ اس کا نمونہ سیرت مخدومۂ کونینؑ ہی ہے۔

گلشن عصمت و طہارت کی پاکیزہ کلی کا نام زینبؑ ہے۔ جنہوں نے اپنی مادر گرامی خاتون جنت کی نگاہ تربیت سے فیض اٹھایا۔ علوم و کمالات حاصل کئے۔ اپنے نانا رسولِ اسلامؐ کی آغوش دیکھی کیا جب رسول کائنات نے حضرت زینب کو آغوش

میں پیدا ہوگا تو نگاہ رسالتؐ سے علوم منتقل نہیں ہوئے ہوں گے۔ شہر علم کے بعد اپنے بابا "باب العلم" سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ جس کا بھرپور ثبوت آپ کے خطبات سے ملتا ہے۔ جن میں علوم و فنون و کمالات اور روحانیت اور تقدس کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ جس گھر کی کنیز حضرت فضہؓ کے علم کا یہ عالم ہو کہ بیس سال تک قرآن مجید کی زبان میں گفتگو کرتی رہی ہوں اس گھر کی بیٹی حضرت زینبؑ کے علوم کی رفعتوں کا کیا کہنا۔ جناب رازق الخیری اپنی کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں رقم طراز ہیں :۔

"ایثار و قربانی، فراست و دانش مندی، استقامت اور استقلال، صداقت اور جرأت، تواضع اور مہمان نوازی، زہد و تقویٰ، عبادت اور ریاضت، خلق و کرم سادگی و پاکیزگی، ان تمام صفات کا بی بی زینبؑ میں جمع ہو جانا نہ صرف اثر تھا ان بزرگوں کے خون کا جو ان کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، بلکہ فیض تھا اس ماحول اور صحبت کا جس میں انھوں نے آنکھ کھولی اور بچپن اور کنوارپنہ گذارا۔ پھر سونے پر سہاگہ اس محترم اور مقدسہ ماں کی تربیت تھی جس نے غیروں تک کو جانور سے انسان، پیتل سے سونا اور پتھر سے ہیرا بنا دیا۔"

حضرت زینبؑ چھ یا سات برس کی ہیں کہ ان مادر گرامی خاتونِ جنتؑ کا سانحۂ ارتحال ہوا۔ مولائے کائناتؑ نے کچھ دنوں بعد حضرت اُمّ البنین سے عقد فرمایا۔ اور اس کے لئے اپنے بھائی حضرت عقیل کو بھی مشورہ میں شریک کیا۔ جناب ام البنین بنت حزام ایک صالح دیندار، پرہیزگار، عبادت گذار، رحم دل، سلیقہ شعار اور باعزت اور شجاع خاندان کی خاتون تھیں۔

حضرت ام البنین نے مولائے کائناتؑ کے گھر میں قدم رکھنے کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ کی خدمت میں دل و جان سے شریک رہیں۔ اور ہمیشہ اپنے کو خادمہ کہتی رہیں۔ بڑی شفقت اور محبّت سے حضرت زینبؑ و ام کلثومؑ کے ساتھ رہیں۔ حضرت زینبؑ اپنے کمالات علم و فضل اور رفعت فکر و نظر

کے باعث اہل مدینہ کی خواتین میں مقبول، معزز اور بایۂ اعتبار کی مالک رہیں۔

جیساکہ رازق الخیری صاحب رقم طراز ہیں:۔

"بی بی زینب کنوارپنے ہی میں باعتبار علم و فضل، مدینہ کی تمام لڑکیوں میں قابل ترین سمجھی جاتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے گھر میں محلے اور قبیلے کی لڑکیوں کا اکثر مجمع رہتا تھا۔ جو وقت گھر کے کاموں سے بچتا تھا وہ تعلیم میں صرف کرتی تھیں۔ حضرت زینبؑ کا سن رشد اس قدر اعلیٰ اور بہتر اور برتر تھا کہ مورخین کے بیان کے مطابق اس وقت قریش میں اور بنو ہاشم کی خواتین میں بھی، یہاں تک کہ عبدالمطلب کی اولاد کی تمام لڑکیوں میں ایک بھی ان جیسی نہ تھی۔" [1]

امور خانہ داری میں حضرت زینب کو بدرجۂ اتم ملکہ حاصل تھا۔ حضرت خاتونِ جنت کی نگاہ تربیت کی پروردہ تھیں۔ شادی سے قبل جب تک اپنے والدین کے گھر رہیں، تمام تر امور خانہ داری کی ذمہ داریاں آپ ہی کے ذمہ تھیں۔ بھائی بہنوں کے آرام و آسائش، اسباب خورد و نوش کے انتظامات و انصرامات آپ ہی کے سپرد تھے۔ شادی کے بعد جب اپنے شوہر جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کے گھر تشریف لائیں تو بھی آپ کو کوئی دشواری نہیں محسوس ہوئی اور بڑی آسانی، خوش سلیقگی اور اسلوبی سے گھر کی تزئین اور ترتیب میں نمایاں کردار عطا کیا۔ بقول مصنف "سیدہ کی بیٹی":۔

"ان کی سلیقہ شعاری میں یہ عادت بھی شامل تھی کہ وہ فضول اور بے کار کوئی چیز گھر میں نہ رکھتی تھیں۔ کھانا ضرورت کے مطابق تیار کرتیں اور وقت پر تیار کرتیں۔ جب تمام مرد اور بچے یا مہمان کھانے سے فارغ ہو جاتے تب کھاتیں۔ اور جو بچ جاتا تو اٹھا کر نہ رکھتیں بلکہ کسی بھوکے کو کھلا دیتیں۔ کفایت اور نظم ان کے تمام کاموں میں جلوہ گر ہوتا۔ ضرورت سے زیادہ کوئی چیز خرچ نہ کرتیں...... ان کی خانہ داری میں غریبوں اور بے کسوں اور یتیموں کی مدد بھی شامل تھی۔ جن کی امداد میں ہمیشہ فراخ حوصلگی سے کام

---

[1] "سیدہ کی بیٹی"، رازق الخیری

لیتیں۔ اپنی محترم ماں کی طرح انھیں بھی اچھے کھانوں کا شوق نہ تھا۔ جو کچھ میسّر آتا اس پر صبر و شکر کرتیں۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر کے یہ الفاظ "زینب بہترین گھر والی ہیں" یہ ثابت کرتے ہیں کہ خاتون جنت کی دختر امور خانہ داری میں مہارت تامہ رکھتی تھیں۔ اور سلیقہ و شعور میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔

حضرت زینبؑ کی تزویج اور اولادیں

عقد نکاح :-

حضرت زینب کا عقد آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن حضرت جعفر طیار علیہ السّلام سے ہوا تھا۔ تاریخ اور سن کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن یہ عقد اعلیٰ اقدار کا امانت دار تھا۔ جیسا کہ اس ذیل میں علامہ ابن ابی الحدید "شرح نہج البلاغہ" میں رقم طراز ہیں :-

"اشعث ابن قیس جو قبیلہ بنی کندہ کا سردار تھا۔ حضرت زینبؑ کے لئے حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس پیغام عقد بھیجا تو مولائے کائنات کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ آپ نے انکار فرمادیا اور کہلا بھیجا کہ خدا کی قسم اگر تو نے دوبارہ اس قسم کا پیغام بھیجا تو تلوار سے گردن اڑا دوں گا۔" ؎

حضرت عبداللہ ابن حضرت جعفر طیّار کی پرورش رسول اکرمؐ کی زیرنگرانی ہوئی۔ رسول مقبولؐ آپ کو بہت پسند کرتے تھے۔ بعد وفات رسولؐ کائنات خود مولائے کائناتؑ آپ کے کفیل اور مُربّی رہے اور آپ ہی کے فیض تربیت میں حضرت عبداللہ سن بلوغ کی منزل تک پہنچے۔ حضرت عبداللہ بھی صاحب جمال اور کمال تھے۔ ان کی اخلاقی بلندیاں غربا پروری، بیکس نوازی، مہمان داری پورے مدینہ میں مشہور تھی۔ لہٰذا مولائے کائنات نے انھیں سے حضرت زینبؑ کا عقد نکاح فرمایا تھا۔

حضرت زینبؑ کا عقد نکاح انتہائی سادگی اور تقدس کے ساتھ مسجد نبویؐ میں انعقاد پذیر ہوا۔ خود مولائے کائنات نے صیغے جاری کئے۔ خاندان کی مستورات نے عروس کو حضرت عبداللہ کے گھر پہنچایا اور دوسرے روز حضرت عبداللہ نے دعوت ولیمہ کا

اہتمام کیا۔ تاریخ سے یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ حضرت زینبؑ کا مہر کتنا مقرر کیا گیا تھا ظاہر ہے کہ ان کا بھی مہر اتنا ہی رہا ہو گا جتنا کہ خاتون جنتؑ کا تھا جو عرف عام و خاص میں "مہرِ فاطمی" مشہور ہے۔ جہیز کی بھی تفصیل نہیں ملتی ہے۔ لیکن قرائن بتلاتے ہیں حضرت زینب کو بھی مثل سیدۂ عالمیہ ہی جہیز ملا ہو گا۔

اولادیں:۔

حضرتِ زینبؑ کے پانچ فرزند تھے۔ چار صاحبزادے علیؑ، عونؑ، محمدؑ اور عباسؑ اور ایک صاحبزادی ام کلثومؑ تھیں۔

ابن قتیبہ کتاب "المعارف" میں تحریر کرتے ہیں کہ جعفر ابن عبداللہ، جن کی کنیت عبداللہ تھی، حضرت زینبؑ کے بطن سے تھے۔ لیکن سبط ابن جوزی اور بعض دوسرے مورخین ان کی والدہ کا نام ام عمر بنت خراش لکھتے ہیں۔

بعض مورخین کا نقطۂ نظر ہے کہ جناب زینب کے کوئی دختر نہیں تھیں۔ اس ذیل میں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جناب ام کلثوم صاحبزادی حضرت زینب کے لئے امیر شام نے یزید لعین کا پیام نکاح بھیجا تھا۔ حضرت امام حسین نے انکار فرما دیا تھا اور جناب ام کلثوم کا عقد قاسم بن محمد جعفر سے کر دیا۔

مقاتل میں ملتا ہے کہ یوم عاشورہ حضرت زینب کے دوؑ صاحبزادے شہید ہوئے یعنی حضرت عون اور حضرت محمد۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ روز عاشورا حضرت زینب کے دوؑ صاحبزادے یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ حضرت محمد بن عبداللہ اور حضرت عون بن عبداللہ۔ تاریخ کتب و سیر میں ملتا ہے کہ حضرت محمد ابن عبداللہ کی شہادت کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت عون میدان جنگ میں تشریف لائے۔ ان کا سن نوؑ یا دسؑ سال کا تھا۔ رجز خوانی کے بعد نبرد آزما ہوئے اور آٹھ اشقیا کو قتل کرنے کے بعد زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور عبداللہ ابن بطۃ الطائی نے آپ کو شہید کیا۔

سید نعمت اللہ الجزائری "انوار النعمانیہ" میں رقم طراز ہیں:۔

"وَاما زینب الکبریٰ بنت فاطمۃ البتول علیہا السلام فتزوجہا عبد اللّٰہ بن جعفر بن ابی طالب وَولد لہ منہا علی جعفر وَعون الاکبر وَاُمّ کلثوم۔"

(حضرت زینب الکبریٰ بنت حضرت فاطمۃ البتول علیہا السلام کی شادی حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب سے ہوئی اور ان کے بطن سے علی، جعفر اور عون الاکبر اور امّ کلثوم پیدا ہوئے۔)

درج بالا عبارت میں سید نعمت اللہ الجزائری نے جناب محمد کا نام شامل نہیں کیا ہے۔ لیکن "انوار النعمانیہ" میں جو شہدائے کربلا کی فہرست دی گئی ہے اس میں محمدؑ اور عون فرزندان جناب عبد اللہ ابن جعفر کے نام درج ہیں۔ عبارت درج ذیل ہے

"وَمحمد وَعون ابنان عبد اللّٰہ بن جعفر بن ابی طالب۔"

علامہ سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین عراق کی طرف روانہ ہوئے اور منزل تیغم پر پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن جعفر نے اپنے دو صاحبزادوں، حضرت محمد اور حضرت عون کو آپ کی خدمت میں روانہ کیا اور خط ارسال کیا جس میں درج ذیل عبارت (ترجمہ) درج ہے:۔

"امّا بعد! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ یہ خط دیکھتے ہی مدینہ واپس ہو جائیں۔ اس لئے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہاں ہلاک ہو جائیں گے اور آپ کے اہل بیت مبتلائے آلام ہوں گے۔ اگر آپ کی ہلاکت واقع ہوگی تو دنیا سے نور خدا مٹ جائے گا۔ آپ علم ہدایت اور مومنین کی امید ہیں۔ پس چلنے میں تیزی اور عجلت نہ فرمایئے اور میں بھی ان شاء اللہ جلد حاضر خدمت ہوں گا۔"

مورخین کا اس باب میں اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ خط حضرت عبد اللہ نے اپنے صاحبزادوں کے ذریعہ نہیں بلکہ کسی قاصد کے ذریعہ بھیجا تھا اور خود والیٔ مدینہ کا خط اور امان نامہ لے کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور

مدینہ واپس چلنے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن جب حضرت امام حسین علیہ السلام خدا اور اپنے نانا رسول اللہ سے عہد و میثاق کا ذکر کیا تو مجبور ہو کر اپنے دُو صاحبزادوں حضرت محمد اور حضرت عون کو امام عالی مقام کی خدمت میں پیش کر کے خود مدینہ واپس ہوئے۔ بعض مورخین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ اس وقت کسی مرض کی وجہ سے معذور ہو گئے تھے۔ جنگ میں جانے کے قابل نہ تھے۔ اس لئے اپنے صاحبزادوں کو امام کا فدیہ قرار دیا۔ بعض مورخین نے اس باب میں یہ تحریر کیا ہے کہ خود حضرت امام حسین نے حضرت عبداللہ کو مدینہ واپس فرمایا تھا تاکہ وہاں پر رہ کر خاندانِ بنی ہاشم کے افراد کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہیں۔ صاحبِ "خصائص زینبیہ" اس بات کی تائید اور توثیق فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

"بہ لحاظ مقام و درجہ حضرت عبداللہ معمولی آدمی نہ تھے۔ امام کے حقوق کے عارف تھے اس کے علاوہ امام حسین کو اُن سے اور ان کو امام سے بے حد محبت اور انسیت تھی۔ اس لئے امام کا عمداً ساتھ چھوڑ دینا ان کے لئے ناممکن تھا۔ یقیناً امام حسین نے بنی ہاشم کی حفاظت کی غرض سے انھیں مدینہ واپس کیا ہوگا ...... جیسا کہ جنگ تبوک کے وقت آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں چھوڑ دیا تھا۔"

ابن اثیر نے "تاریخ کامل" اور ابن صباغ نے "الفصول المہمہ" میں شہدائے کربلا کے ناموں کی فہرست میں حضرت محمد اور حضرت عون کو تحریر کیا ہے۔ لیکن یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ حضرت زینب کے صاحبزادے نہیں تھے۔ بلکہ حضرت عبداللہ کی دوسری ازواج کے بطن سے تھے۔ لیکن ان لوگوں کے خیال سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا ہے۔

صاحب "عمدۃ المطالب" نے تحریر کیا ہے کہ روز عاشورا حضرت زینب کے دُو صاحبزادے شہید ہوئے۔ لیکن نام نہیں بتائے ہیں۔ اسی طرح کتاب "اعلام الوریٰ" میں بھی درج ہے کہ یوم عاشورہ حضرت عبداللہ کے دُو فرزند شہید ہوئے لیکن اس کی وضاحت نہیں کی ہے کہ کس کے بطن سے تھے۔ اسی سلسلے میں ابو الفرج

اصفہانی کتاب "آغانی" میں تحریر کرتے ہیں کہ روز عاشورا حضرت عبداللہ کے دو فرزند شہید ہوئے ایک جناب عون بن عبداللہ جو حضرت زینب کے بطن سے تھے۔ دوسرے جناب محمد بن عبداللہ جن کی والدہ خوصا بنت حفصہ بنت ثقیف تھیں۔ صاحب "ناسخ التواریخ" رقم طراز ہیں کہ "روز عاشورہ حضرت حضرت جعفر طیار کی اولاد نے میدان کارزار میں جام شہادت نوش کرنے کے لئے قدم بڑھائے تو سب سے پہلے حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر، حضرت زینب کے صاحبزادے میدان کارزار میں آئے اور نبرد آزما ہوئے۔ فوجِ اشقیا میں در آئے۔ دس اشقیا کو واصل جہنم کیا۔ زخمی ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ آپ کو عاد بن نہشل تیمی علیہ اللعن نے شہید کیا۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت عون بن عبداللہ شہید ہوئے اور یہ بھی حضرت زینب کے بطن سے تھے۔"

مقتل ابی مخنف میں حضرت زینب کے صرف ایک صاحبزادہ حضرت عون کی شہادت کا ذکر ملتا ہے۔ کچھ کتابوں میں روز عاشورہ حضرت زینب کے تین صاحبزادوں کی شہادت کا تذکرہ ملتا ہے۔

مولوی سید اولاد حیدر فوق بلگرامی نے اپنی کتاب "ذبح عظیم" میں تحریر کیا ہے کہ "عبداللہ ابن جعفر طیار کی شہادت کے بعد حضرت عون ابن عبداللہ ابن جعفر میدان کارزار میں آئے اور رجز پڑھنے کے بعد جنگ شروع کی۔ تین سوار اور آٹھ پیادوں کو قتل کیا اور عبداللہ ابن بطۃ الطائی کے ہاتھ شہید ہوئے۔"

اس باب میں کتب سیر، تاریخ و مقاتل میں اختلاف ہے۔ مگر مشہور اور معروف یہی ہے کہ روز عاشورہ حضرت زینب کے دو صاحبزادے حضرت محمد اور حضرت عون شہید ہوئے۔ ان کی عمریں قلیل تھیں۔ نو سالہ اور دس سالہ مشہور ہے۔ اس ذیل میں ابو الفرج اصفہانی کا نتیجہ قابل قبول ہے کہ حضرت محمد حضرت عبداللہ کی دوسری زوجہ سے تھے اور حضرت عون، حضرت زینب کے بطن مبارک سے تھے۔ اب

اب یہ تو ثانیٔ زہرا کی رفعت کردار ہے کہ دنیا آج تک تاریخ کے اس پہلو سے کم ہی واقف ہو سکی ہے۔ یہ حضرت زینبؑ جیسی پاکیزہ خاتون کی محبت، شفقت اور اعلیٰ حُسنِ سلوک کی مثال ہے کہ دونوں فرزندوں میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی اور دنیا نے دونوں کو ایک ہی ماں کے بطن کا ثمرہ قرار دیا۔ یہ دراصل حضرت زینبؑ کے عظمت کردار کا معجزہ ہے۔ جہاں حضرت محمد ابن حضرت عبداللہ ابن حضرت جعفر طیار بھی ثانیٔ زہرا کو اپنی حقیقی ماں ہی سمجھتے رہے اور حضرت زینبؑ دونوں کے لئے ماں کی ممتا لٹاتی رہیں۔

○ حضرت زینبؑ کے فضائل و مناقب

ثانیٔ زہرا حضرت زینبؑ کبریٰ کے فضائل و مناقب کا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ ان کی حیاتِ طیبہؑ کی مختلف جہتیں اور سمتیں ہیں۔ علم و فضل، حلم و عمل، عصمت و عفت نور و ضیاء، شرف و کمال، ضبط و صبر، جلال و خصال میں آپ اپنی مادرِ گرامی حضرت صدیقۂ طاہرہ، خاتونِ جنت، بضعۃ الرسولؐ کے مانند تھیں۔ دراصل آپ صفاتِ مصطفویؐ، کمالِ مرتضویؑ اور جمال و جلال و عصمت و طہارتِ بتول کی آئینہ دار تھیں۔

راویانِ معتبر نے تواتر سے یہ فرمایا ہے کہ رسولِ کائنات نے بطورِ خاص حضرت زینبؑ کے لئے وصیت فرمائی اور انھیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے مماثلت دی ہے اس سے حضرت زینبؑ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ ارشاد سرورِ عالمؐ ہے، خالق نے چار عورتوں کو برگزیدہ کیا ہے۔ جن میں مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمدؐ۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے دین اسلام کے قیام کے لئے اپنا سب مال و متاع قربان کر دیا اور حضرت زینبؑ نے بھی بقائے دین کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا حضرت خدیجۃ الکبریٰ، سرورِ کائناتؐ کی مونس و غم خوار تھیں۔ حضرت زینب نے بھی اپنے بھائی کی موانست اور غم خواری انتہائی روح فرسا اور حوصلہ شکن ماحول میں فرمائی۔ تاریخ کے صفحات پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جن نامساعد حالات، واقعات اور دورِ ابتلا کا سامنا حضرت زینب کبریٰ کو کرنا پڑا اس سے حضرت خدیجہ اور حضرت خاتونِ جنت دوچار نہیں ہوئیں۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ شریکِ مباہلہ تھیں۔ مگر حضرت

زینب کبریٰ شریک جہاد کربلا رہیں۔ جہاد کربلا، کائنات کا وہ جہاد ہے جس میں انتہائے ظلم کا تو اندازہ ہوتا ہے مگر انتہائے صبر کا تعین کرنا آج بھی دشوار ہے۔ اور زینبؑ کبریٰ اسی ظلم و ستم کا نشانہ بن کر پیکر صبر و استقامت بنی رہیں۔ حضرت زینبؑ کی جلالت، قوت نفس، صدق ایمان، حلم و علم، فہم و ذکاوت، عرفان و ایقان کا ثبوت قولِ امام سے ملتا ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آپ کو "عالمۂ غیر معلمہ، فہیمۂ غیر فہیمہ"، عارفہ، زاہدہ، کاملہ وغیرہ کے معزز القاب سے خطاب فرمایا ہے۔

عِلم و فضل :-

حضرت زینبؑ کے علم و فضل کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ عصمت و طہارت کے آخری بلندیوں کی آغوش تربیت سے بہرہ ور ہوئیں۔ نانا شہر علم، بابا باب علم اور ماں افضل النساء و سید النساء عالمین۔ دو بھائی تاجدار عصمت و طہارت، مملکت علم و کمال کے سلطان۔ لیکن جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ خانوادۂ رسالت کے کسی فرد نے دنیا کی کسی درس گاہ میں تعلیم نہیں حاصل کی اور نہ تو دنیا کے کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ بلکہ ان کا علم وہبی اور سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا۔ ان نفوس قدسیہ نے اپنے بزرگوں سے ہی علوم و کمالات حاصل کئے ہیں۔ حضرت زینبؑ کا بھی علم و فضل ان کا ذاتی اور وراثتی تھا۔ اس ذیل میں جناب رازق الخیری تحریر فرماتے ہیں :-

" جس کا باپ شہر علم کا دروازہ تھا۔ جس کی ماں مسجد نبوی میں وعظ کہتی تھیں اور جس کی علمی قابلیت کا سکہ تمام عرب میں بیٹھا ہوا تھا...... مدینہ اور کوفہ میں خواتین کا بی بی زینب کی زبانی قرآن مجید کے رموز و نکات سُن کر زار و قطار رونا علم و فضل میں ان کا درجہ بہت بلند ظاہر کر رہا ہے...... ۳۷ھ میں جب حضرت علیؑ کوفہ تشریف لائے تو ان کے ہمراہ بی بی زینبؑ اور ان کے شوہر بھی آگئے۔ کوفہ پہنچ کر بی بی زینب نے درس و وعظ کی مجلس روزانہ منعقد کی اور بعد نماز ظہر قرآنی احکام

وارشادات نبوی کی تفسیر و تشریح سے خواتین کو مستفید فرماتی رہیں۔ بی بی زینب کی فصاحت اور شیریں بیانی کا ڈنکا مدینہ میں بج رہا تھا۔ کوفہ میں بہت سی خواتین ان کی مشتاق تھیں۔ یہاں پہنچیں اور روزآنہ مجلس وعظ منعقد کی تو خواتین کوفہ پروانہ وار گریں۔ ہر مجلس میں کثیر تعداد میں خواتین شریک ہوتیں اور بی بی کا بیان جو تاثیر و درد سے لبریز ہوتا پوری توجہ سے سُنتیں اور ان کے دلوں پر ان مواعظ اور ارشادات کا گہرا اثر پڑتا۔" [۱]

فاضل دربندی اپنی کتاب میں "اسرار الشہادۃ" میں تحریر فرماتے ہیں کہ......

"حضرت زینب کے اس خطبے کو جو آپ نے یزید عنید لعین کے دربار میں ارشاد فرمایا، اور اس میں جو احتجاجات پیش کئے اگر کوئی بغور پڑھے اور سمجھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ آپ کا علم محض اکتسابی نہیں تھا بلکہ وہبی تھا۔"

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ "حضرت زینب، حضرت امام حسین علیہ السلام کی جانب سے مُخبرۂ موثقہ تھیں۔ جیسے کہ حضرت امام محمد تقی کی جانب سے جناب حکیمہ خاتون تھیں۔" "بحار الانوار" اور "اکمال الدین" میں احمد بن ابراہیم سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں نے جناب حکیمہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو وصیت کر جائے تو کس کی اقتدا کی جائے۔ تو جناب حکیمہ نے فرمایا کہ اس بارے میں ہمارے لئے حضرت امام حسین نظیر قائم کر گئے ہیں۔ قبل شہادت حضرت امام حسین نے حضرت زینب کو وصیتیں فرمائیں اور حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد حضرت زینب احادیث بیان فرماتی تھیں۔ تاکہ دشمنانِ دین حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو ضرر نہ پہنچا سکیں۔ اور اس طرح حضرت زینب، امام عصر علیہ السلام کی نیابت فرما رہی تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینب کا درجہ کتنا بلند ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے آپ کو عالمہ غیر معلمہ فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ نے کسی دُنیوی

---

[۱] "سیدہ کی بیٹی"۔ رازق الخیری

استاد سے تعلیم نہیں حاصل کی۔ مگر ایسا کن صورتوں میں ممکن ہے۔ ایسا انھیں صورتوں میں ممکن ہے جب انبیاء و مرسلین اور ائمہ کرام کے مانند من جانب اللہ ہو۔ یعنی کسبی نہ ہو کہ وہبی ہو۔ لیکن یہ صفت صرف اور صرف نفوس قدسیہ اور ارواح نورانیہ کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ "ہم آلِ محمد کو علم و فضل و کمال و کشف خدا سے عطا ہوا ہے۔ خداوند بزرگ و برتر نے اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو عطا فرمایا اور رسول اکرمؐ نے یہ علوم ہم کو عطا فرمایا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم بھی دوسروں کی طرح ہوتے۔ رسول کائنات نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات میں مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب کو اپنے قریب بلایا اور سینے سے لگا کر ان اسرار و علوم سے مطلع کیا جو خداوند عزوجل نے انھیں عطا فرمائے تھے۔ اس کے بعد حضرت علی نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اور حضرت امام حسن مجتبیٰ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو سپرد فرمائے۔ اور یہ سلسلہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے ہوتا ہوا آج بھی حضرت امام عصر عج اللہ تک قائم و دائم ہے۔"

زُھد و عبادت و تقویٰ :-

حضرت زینبؑ کا لقب زاہدہ اور عابدہ بھی ہے۔ آپ کی عبادت و ریاضت کا بہت اعلیٰ و ارفع معیار ہے۔ آپ کے زہد اور اتقا کے متعلق مولوی رازق الخیری اپنی کتاب "سیدہ کی بیٹی" میں رقم طراز ہیں :-

"زینب کبریٰ کا زہد و اتقا اس درجہ کا تھا کہ بہت کم عورتوں کو نصیب ہوا ہوگا دُنیا کی زینتوں، دنیا کی لذتوں، دنیا کے ساز و سامان سے انھیں دل چسپی نہ تھی۔ دُنیوی خوش حالی، دُنیوی عشرت اور دُنیوی راحت پر وہ ہمیشہ ابدی راحت کو ترجیح دیتی تھیں..... ان کا قول تھا کہ دنیا کی زندگی بالکل ایسی ہے جیسے کوئی مسافر چند لمحوں

کے لئے تکان دور کرنے کے واسطے آسائش کی جگہ ٹھہر جائے۔ بی بی زینبؑ کا تقویٰ اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ کسی مشتبہ چیز کو احتیاط کی بنا پر استعمال نہیں کیا۔ خدا کی رضا مندی کے حصول میں کوشاں رہیں اور خدا کے بندوں کی دل آزاری کی کبھی روادار نہ ہوئیں ۔"

عبادت و ریاضت اس درجہ تھی کہ عابدہ لقب قرار پایا۔ سفر مدینہ سے کربلا تک اور کربلا سے واپس مدینہ تک کی اذیتوں اور صعوبتوں کی زندگی گواہ ہے کہ حضرت زینب نے نماز شب تک نہیں ترک کی۔ یہاں تک کہ قید خانۂ شام میں حضرت ثانیٔ زہرا نماز شب ادا فرما رہی تھیں۔ روایت میں ہے کہ حضرت زین العابدین، سید الساجدین علیہ السلام نے اپنی پھوپھی زینبؑ کو بیٹھ کر نماز شب ادا فرماتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ پھوپھی اماں یہ بیٹھ کر نماز ادا کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ستم رسیدہ پھوپھی نے بھتیجے سے فرمایا کہ اے بیٹا! یزید لعین کی طرف سے اس قدر قلیل آب و دانہ آتا ہے کہ بچوں کو ہی نہیں پورا ہو پاتا۔ اب اس قدر ناطاقتی ہے کہ کیا کروں؟ مجبوراً بیٹھ کر نماز ادا کرتی ہوں۔

جناب نسیم امروہوی نے خوب لکھا ہے ؎

حیاتِ پاک کے لمحاتِ اول و آخر
تمام وقف رہے امرِ خیر کی خاطر
صحابیہ ہیں یہ ان کی جو علم کے ماہر
نبیؐ، علیؑ، حسنینؑ اور عابدؑ و باقرؑ

کئی امام ہیں ایسے جو خورد ہیں ان کے
جبھی تو کارِ امامت سپرد ہیں ان کے

...

عرفان و قرابِ الٰہی :-

معرفت الٰہی و تقربِ الٰہی کو حاصل کرنا بڑی مشکل منزل ہے۔ تزکیۂ نفس اور پاکیزگیٔ باطن کی بلندیوں کو حاصل کرنے کے بعد ایثار و فداکاری، صبر و ضبط و تحمّل کے نتیجے میں ہی عرفان و آگہی کی منزل تک پہنچا جاسکتا ہے۔ حضرت زینب کو جن مصائب و شدائد سے دوچار ہونا پڑا وہ تاریخ کے صفحات میں آج تک نہیں ملتا۔ یہ صرف کربلا کی شیردل خاتون کا ہی جگر تھا جس نے اُسوۂ رسولؐ اور کارِ امامت کو دل دوز حالات میں بھی بڑی حوصلہ مندی سے انجام دیا۔ یہ ان کا عدیم المثال کارنامہ ہے۔

زینب کبریٰ جیسی بہن جب حسین جیسے بھائی کے کٹے ہوئے سر کو نوکِ نیزہ پر دیکھتی ہیں تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر بارگاہ خداوند بزرگ و برتر میں بلند کرکے فرماتی ہیں کہ "بارالہا یہ آلِ محمدؐ کی قربانی قبول فرما" حضرت زینب کا یہ اطمینانِ نفس اور یہ قول و عمل ان کے عرفان و ایقان الٰہی کا بھرپور ثبوت فراہم کرتا ہے۔ شدید سے شدید حالات اور سخت سے سخت ہنگام میں بھی آپ صبر و رضا کا پیکر بنی رہیں۔

مختصر یہ کہ جلوۂ پنجتن پاک حضرت زینب کی شخصیت، کردار اور عمل میں دیکھا جاسکتا ہے۔ بقول امید فاضلی ؎

یہ گلستانِ نبوت کی وہ پاکیزہ کلی
رسمِ ایثار و وفا جس کے گھرانے سے چلی
نکہتِ گیسوئے واللیل میں ہر سانس ڈھلی
لے امامت بھی امامت کی نوا بنتِ علیؑ
نورِ تطہیر کا زینبؑ کی ہر اک بات میں ہے
جلوۂ پنجتن پاک اب اس ذات میں ہے

رہبر جادۂ تسلیم و رضا ہے زینبؑ
منظہر عزم دلِ شیر خدا ہے زینبؑ
بعد شبیرؑ کے شبیر نما ہے زینبؑ
کانپ اٹھا جس سے یزید ایسی نوا ہے زینبؑ

بات کہہ دینا ہے آسان عمل مشکل ہے
قتلِ کردار یہاں تیغ اجل مشکل ہے

اس باب میں صاحب "خصائص زینبیہؑ" رقم طراز ہیں:۔

" جتنے کمالات انسانیت اور مقامات عالیہ ہیں وہ امتحانات کے بعد معین کئے جاتے ہیں۔ اہل معرفت اس مقام کو میزان اور فصل الخطاب کہتے ہیں۔ جناب زینبؑ کے جو امتحانات، خوف، بھوک، پیاس، نقص اموال و اولاد، غارت گری، قید، وغیرہ سے لئے گئے وہ ظاہر ہیں۔ ان امتحانات میں آپ کس طرح کامیاب رہیں۔ اس سے بھی تاریخ داں واقف ہیں۔ جناب زینب سے جیسا سخت امتحان منجانب اللہ لیا گیا ویسا انبیاء تک سے نہیں لیا گیا۔ انبیاء مقربین میں سے کسی پر ایسی مصیبتیں اور بلائیں نازل نہیں ہوئیں۔ یہ امتحانات امام حسینؑ، جناب زینبؑ اور جناب امام زین العابدینؑ اور اہل بیت کے لئے مخصوص تھے۔"

بعض مورخین اور محدثین نے تحریر کیا ہے کہ انبیاء، اوصیاء اور اولیاء کرام مثلاً حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا خداوند تعالیٰ نے مصائب اور بلیات سے امتحان لیا۔ لیکن جب ان انبیاء کے مصائب اور شدائد کا حضرت زینبؑ کے مصائب شدائد اور اذیتوں سے تقابل کیا جاتا ہے تو بہت کم تر نظر آتے ہیں۔ اور حضرت زینبؑ نے ان بلاؤں، مصیبتوں اور سختیوں پر صبر و شکر، تسلیم و رضا کے جو جوہر اور عمل پیش کئے ہیں وہ بھی انبیائے کرام اور اوصیائے عظام سے کسی طرح کم

نہیں ہیں۔

ہر حال میں راضی بہ رضا رہنا، قضائے الٰہی پر صبر و شکر کرنا، ایمان کی رفعتوں نفس کی پاکیزگی اور ایقان کے استحکام کی دلیل ہے۔ حضرت زینب نے کس طرح سے کوہِ گراں جیسے مصائب و شدائد کا انتہائی حوصلہ مندی سے مقابلہ کیا اس کی مثال تاریخ آدمیت میں نظر نہیں آتی ہے۔ آپ کی قوت برداشت اور درجۂ صبر کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ حضرت زینب کا درجۂ کمالِ صبر و ضبط اور منزلِ تسلیم و رضا کے مراتب متعین کرنے آسان نہیں۔ کتاب "مجالس المتقین" میں ملّا محمد تقی، شہیدِ ثالث علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:۔

"عرفانِ مراتب توحید حضرت زینب خاتون سلام اللہ علیہا قریب امامت بود چناں کہ در آں ہنگام کہ امام زین العابدین صلواۃ اللہ علیہ را در گاہ قتل گاہ نظر بر جسد انور پدر و برادر افتاد قلب مبارکش از جائے کندہ و بجد چہرۂ مبارکش زرد شدہ بود کہ گفتی روح مقدسش بآشیان قدس پرواز جستہ۔ زینب سلام اللہ علیہا آنحضرت را تسلّی ہمی داد و ہمی گفت اے جانِ برادر زادہ ام آرام باش کہ ایں عہدیست کہ در ازل بود و حدیث امّ ایمن را مذکور فرمودند۔"

ترجمہ:۔ حضرت زینب خاتون کی معرفت الٰہی و توحید کی شان امام کی معرفت سے قریب تھی۔ چنانچہ بعد شہادت امام حسین جب اہل بیت کا گذر قتل گاہ سے ہوا اور حضرت امام زین العابدین کی نظر اپنے پدر بزرگوار اور بھائی علی اکبر کے جسد ہائے انور پر پڑی تو آپ بے قرار ہو گئے اور چہرۂ اقدس پر ایسی زردی چھا گئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی روح پرواز ہونے کو ہے۔ جب حضرت زینب نے آپ کا یہ حال دیکھا تو آپ کو تسلّی دی اور یہ فرمایا کہ بیٹا صبر کرو اس لئے کہ یہ وہ وعدہ تھا جو روزِ ازل تمہارے باپ نے خدا سے کیا تھا اور وہ پورا کیا۔ پھر حضرت امّ ایمن سے حدیث بیان فرمائی۔

جناب نسیم امروہوی نے خوب نظم کیا ہے :-

شریکِ صبرِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ
کہ عینِ فاطمہؑ کی نورِ عین ہیں زینبؑ
دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چین ہیں زینبؑ
خدا کی راہ میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ

حسینؑ مردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

حسینؑ صبر کا آغاز ہیں تو یہ انجام
حسینؑ دینِ نبیؐ کی بقا ہیں اور یہ دوام
حسینؑ امام، یہ تکمیل مدعائے امام
حسینؑ فاتح کرب و بلا یہ فاتح شام

انھوں نے قصرِ رعونت جلا کے خاک کیا
یزیدیت کا کلیجہ انھوں نے چاک کیا

...

رُعب و جلال :-

اسد کردگار حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی بیٹی، خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے آغوش کی پلی، رسولؐ کی نگاہ تربیت کی رچی بسی اور ڈھلی حضرت زینبؑ کے رعب و جلال کے سامنے یزید عنید جیسا ظالم و ستم گار بھی دم بخود رہ جاتا تھا۔ کوفہ و شام کے بازاروں اور درباروں میں حضرت زینبؑ کی حق گوئی، جرأت، رعب اور بیباکی کے سامنے ایک خاموشی اور سناٹا چھا جاتا تھا۔

فاضل دربندی علیہ الرحمۃ "اسرار الشہادت" میں تحریر کرتے ہیں۔ "حضرت زینبؑ کے ارشادات جو آپ نے ابن زیاد لعین اور یزید لعین کے درباروں میں خطبوں

کی شکل میں فرمائے ہیں۔ ان سے آپ کی دلیری اور رعب وجلال آشکار ہوتا ہے۔
حضرت زینبؑ نے بھرے دربار میں یزید عنید کو کافروزندیق کہا۔ اس کے باپ دادا کے مثالب صراحت کے ساتھ بیان فرمائے۔ یزید عنید کے تخت وتاج کی تباہی کی پیش گوئی فرمائی اور یزید لعین اور اس کے درباری خاموش منہ تکتے رہ گئے۔ کسی کی مجال نہ ہوئی کہ حضرت زینب کے سامنے زبان کو جنبش دے۔ حالانکہ یزید لعین اس وقت حاکم تھا۔ سب سے بڑی حکومت کا مطلق العنان حکمران تھا۔ اس کے جبر وقوت واقتدار سے یہ ممکن تھا کہ قتل کرادیتا۔ لیکن رعب وجلال زینب کے سامنے سکوت اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔
یزید عنید کے اس سکوت کی وجہ سوائے اس کے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کی صاحبزادی کے اقتدار نفسیاتی اور روحانی کا اثر ہو اور کیا ہو سکتی ہے یہ اقتدار اور قہاریت درحقیقت خواص اور خصائص نبوت مطلقہ اور ولایت مطلقہ سے ہے۔ ہر کس وناکس کا حصّہ نہیں ہو سکتا۔ [1]
حضرت زینبؑ کے ہی رعب وجلال کا اثر تھا کہ امام وقت حضرت علی ابن الحسینؑ کو تین دفعہ قتل ہونے سے بچالیا۔ ایک وہ وقت تھا جب بعد شہادت حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام، اہلِ بیت کے خیموں کو لوٹنے کے لئے ملاعین داخل ہوئے۔ شمر ظلم نے بیمار امام حضرت سید سجاد کو بستر پر لیٹے ہوئے دیکھا اور قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زینبؑ بیمار بھتیجے سے لپٹ گئیں اور شمر ملعون سے کہا کہ مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کردے شمر لعین نے قتل کا ارادہ ترک کردیا۔
دوسرا موقع وہ تھا جب دربار ابن زیاد لعین میں حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کی صاف گوئی اور حق گوئی سے خود ابن زیاد ملعون بہت ناراض ہو کر آپ کے قتل کا حکم دیا۔ اس وقت بھی ثانی زہراؑ بیمار بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا کہ مجھے

---
[1] سیرت جناب زینب سلام اللہ علیہا۔ از سید محمد حسین جعفری، ص ۵۷، ۵۸

بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔ مجبوراً ابن زیاد قتلِ امامؑ سے باز آیا۔

تیسرا موقع دربار یزید ملعون کا ہے۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے خاندانی خطابت، فراست اور علم کے جوہر پیش کئے اور یزید عنید کے روبرو بھرے دربار میں اس کے ظلم و جور و ستم کے احوال بیان کئے اور اس کے خاندانی ظلم و جور کی روایات کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے باپ دادا کی حقیقتیں اور اصلیتیں بتائیں تو اس نے غصّہ کے عالم میں امام علیہ السّلام کے قتل کا حکم دے دیا۔ لیکن اس وقت بھی حضرت زینب کے پُرزور احتجاج پر قتلِ امام سے باز آیا۔

اس کے علاوہ حضرت زینب کا بعض مواقع پر امام کو تسلّی اور تشفی دینا، مخدرات عصمت و طہارت کو دلاسہ دینا، اطفال کی پاسبانی اور نگرانی، یزید لعین اور ابن زیاد لعین جیسے پلید سفاک اور بے دین کے درباروں میں دندان شکن جوابات دینا۔ خطبات سے علم و حکمت کے سمندر موجزن کرنا۔ کسی بھی سخت سے سخت موقع پر ظالم و سفاک کے سامنے جزع و فزع، عجز و انکساری نہ کرنا۔ اس بات کی بین دلیل ہے کہ حضرت زینب کے سینے میں اپنے باپ کا جگر اور حسین کا عزم و ارادہ تھا۔ یہ کوئی معمولی خاتون نہ تھیں بلکہ وارثِ اعتبارات و اختیارات و اقتدارات نبوت اور ولایت تھیں۔

اخلاقِ حسنہ :-

لفظ "اخلاق" بڑی وسعتوں کا حامل ہے۔ اس کے نفسیاتی عوامل اور محرکات بھی مسلم ہیں۔ "صاحب خلق عظیم" کی نواسی کے اخلاق کی عظمتوں اور رفعتوں کا کیا کہنا۔ کوئی غلط سے غلط تاریخ بھی خانوادۂ رسالت کے کسی بچے تک کے اخلاق پر انگشت نمائی نہیں کر سکتی ہے۔ حضرت زینب کبریٰ رعب و جلالت کی حامل ہونے کے باوصف میدانِ خلق میں بے مثال تھیں خاتونِ جنت اور صاحب خلق عظیم اور بابا علی مرتضیٰ کا خلق آپ کو میراث میں ملا تھا۔ جس کا باپ اپنے قاتل کو کاسۂ شیر پیش

کرتا ہو اس کی بیٹی کے اخلاقی مراتب کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ جب بھی کوئی خدمت ثانیٔ زہرا میں حاضر ہوتا آپ اس سے انتہائی عاجزی، انکساری اور فروتنی سے مسلوک ہوتیں۔ آپ کی زندگی اپنی مادر گرامی کی طرح سادہ تھی۔ سادہ لباس، سادہ غذا، سادہ مزاج تھیں۔ دوسروں کو بھی سادگی کی عملی تبلیغ اور ترغیب پیش کرتیں۔

جناب رازق الخیری اس ذیل میں تفصیل سے تحریر کرتے ہیں:۔

"بی بی زینب ایک مسلمان کی حیثیت سے ایثار، صداقت، عزم، استقامت اور صبر و رضا کا جو رنگ عقل سلیم، دماغ صحیح اور چشم بینا کو دکھا گئیں۔ ان کے بعد ہمیں کسی مسلمان میں نظر نہیں آتا...... ان کی عملی زندگی اور ان کے اسلام کو پیش نظر رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہ پیغمبر نہ تھیں۔ پیغمبر کی نواسی تھیں۔ لیکن انھوں نے پیغمبر کے فرائض انجام دیئے اور ان کی شخصیت میں پیغمبری جھلک رہی ہے۔" [۱]

حضرت زینبؑ کے فضائل اور مراتب کو حیطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ آپ نے ابتدا سے ہی مصائب و شدائد کا سامنا کیا۔ چار پانچ سال کے سن میں ہی رسولؐ کائنات جیسے مکارم اخلاق نانا کا غم اٹھانا پڑا۔ ان کے چند دنوں بعد خاتون جنت جیسی شفیق ماں کا سر سے سایہ بھی اٹھ گیا۔ مولائے کائنات جیسے باپ کو زہر آلود شمشیر سے شہید ہوتے دیکھا بھائی امام حسن مجتبیٰؑ کے جگر کے ٹکڑے طشت میں گرتے دیکھے۔ اور ان کے جنازے پر تیروں کی بارش ہوتے دیکھی۔ نانا کے پہلو میں دفن نہیں کرنے دیا گیا۔ یہ دلدوز منظر بھی دیکھا اور پھر اپنے چھوٹے بھائی حضرت امام حسینؑ کے ساتھ مدینہ سے مکّہ اور مکّہ سے کربلا اور کربلا سے کوفہ و شام کے خوں چکاں، ہوش رُبا، روح فرسا اور حوصلہ شکن مناظر بھی دیکھے۔ دربار شام اور کوفہ میں اہانت اہل بیت بھی ہوتے ہوئے دیکھی۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ زینبؑ

---

[۱] سیدہ کی بیٹی۔ رازق الخیری۔

زینب کبریٰ ہر مقام اور ہر منزل پر ثابت قدم رہیں۔ کہیں بھی پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے پائی۔ بلکہ ایک کوہ گراں کی مانند اپنے عزم و ارادہ کی توسیع، تشریح اور توضیح عملی طور پر فرماتی رہیں۔ کبھی امام حسین جیسے بھائی کو مشورہ دیتی ہیں، کبھی جلتے ہوئے خیام سے اپنی پشت مبارک پر بیمار بھتیجے حضرت امام زین العابدین کو لے کر باہر آتی ہیں۔ کبھی پردۂ شب میں، گھٹاٹوپ اندھیرے میں، قتل گاہ میں لوٹے ہوئے نیزے کو لے کر عباسِ غازی کے فرائض انجام دیتی ہیں اور کبھی بازار کوفہ و شام میں ایک عدیم المثال خطیب کی طرح سے ظلمِ ظالم کو اجاگر کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ دربارِ ابن زیاد لعین اور دربار یزید لعین میں اپنے پدر بزرگوار کے انداز میں انتہائی جرأت و بیباکی سے مقصد شہادتِ حسینی کی نشر و اشاعت فرماتی ہیں۔ آپ نے جس صبر و ضبط و تحمّل، شکر، حلم و بردباری، علم و عظمت و جلال کا عظیم الشان کردار ان روح فرسا حالات میں پیش فرمایا ہے اُسے صرف انبیاء و مرسلین، ائمہ کرام اور معصومین ہی انجام دے سکتے ہیں۔

حضرت زینب کے علم و حلم، فضل و کمال، رعب اور جلال، زہد و تقویٰ، عصمت اور عفت، عبادت اور قناعت، امانت اور صیانت، عرفان، ایمان اور ایقان، فصاحت و بلاغت، عظمت و رفعت کے مراتب اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہیں کہ اس کو بیان کرنا آسان نہیں۔ صاحب "خصائص زینبیہ" رقم طراز ہیں:۔

ترجمہ:۔ کتب تاریخ و حدیث عامّہ و خاصّہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ عورات قریش و دختران و خواتین بنی ہاشم و دختران آل عبد المطلب میں کثرت زہد و تقویٰ، عفت و عصمت و وفور و عقل و فراست و آداب جلالت و بزرگی ہمکارم اخلاق میں امتیاز رکھتی تھیں۔ بلکہ آپ ملیکۃ العرب والعجم حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور صدیقۂ طاہرہ جناب فاطمۃ الزہراؑ کا نمونہ تھیں۔ جناب امیرؑ بھی آپ کا خاص احترام فرماتے تھے۔ جب آپ اپنے نانا رسول اللہؐ کی زیارت کے لئے رات

میں تشریف لے جانا چاہتی تھیں تو جناب امیر علیہ السّلام خود اہتمام فرماتے تھے۔ حکم دیتے تھے کہ مسجد کے چراغ گل کر دیئے جائیں اور خود آپ اور حضرات حسنین علیہم السلام آپ کے ہمراہ ہوتے تھے اور بعد زیارت گھر واپس آتے تھے۔"

حضرت زینبؑ کے اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ بے شمار ہیں۔ آپ نے اپنی حیات کے سخت سے سخت لمحات میں بھی صبر و شکر کا اعلا نمونہ پیش فرمایا ہے۔ آپ اصطلاحی معنوں میں تو معصوم نہیں ہیں لیکن صاحبانِ عصمت وطہارت بھی آپ سے مشورہ لیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپ کے علم و عمل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت کے متعلق ذوی ذوی معصومین کے ارشاد ہی کافی ہیں۔

○ حضرت زینبؑ کبریٰ اور حضرت امام حسینؑ کی الفت باہمی

بھائی بہن کی الفت و محبت مشہور اور معروف ہے۔ لیکن پوری کائنات حسینؑ جیسا بھائی اور زینبؑ جیسی بہن کی دوسری مثال آج تک نہیں پیش کر سکی ہے۔ جب بھی بھائی بہن کی محبت اور الفت کا تذکرہ آتا ہے، بے ساختہ حسینؑ اور زینبؑ کا نام زبان پر آجاتا ہے۔ یہ محبت اور الفت بچپنے سے ہی تھی۔ ایک روایت میں ملتا ہے کہ حضرت زینبؑ کا عہد طفلی تھا۔ وہ صحن خانہ میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ غنودگی طاری ہو گئی اور آپ سو گئیں۔ سونے میں کچھ دیر ہو گئی اور سورج کی شعاعیں آپ پر پڑنے لگیں جس کو حضرت امام حسینؑ نے دیکھا۔ حضرت امام حسینؑ نے اپنی عبا کا سایہ کیا اور خود دھوپ میں کھڑے رہے تاکہ بہن کی نیند میں خلل نہ پڑے اور تمازت آفتاب سے محفوظ رہیں۔ اس وقت تک حضرت امام حسینؑ بہ نفس نفیس دھوپ میں ایستادہ رہے جب تک حضرت زینبؑ خود سے بیدار نہیں ہوئیں۔ جب آنکھ کھلی تو بھائی کو سایہ کئے ہوئے دیکھا۔ اس روایت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اور حضرت زینبؑ میں کس درجہ محبت اور الفت عہد طفلی سے ہی تھی۔ دونوں بھائی بہن کی عمروں میں سال ڈیڑھ سال یا دو سال کا فرق تھا۔ تقریباً برابر کے تھے مگر دونوں میں باہمی الفت مستحکم تھی۔

صاحب "بحر المصائب" نے تحریر کیا ہے کہ حضرت زینبؑ کی محبت کا یہ حال تھا کہ خاتون جنت کی آغوش میں زیادہ دیر رہنے کے بعد گریہ و زاری فرمانے لگتیں اور جیسے ہی حضرت امام حسینؑ اپنی آغوش میں لے لیتے خاموش ہو جاتیں اور اپنے بھائی کے چہرۂ اقدس کو مسلسل دیکھتی رہتی تھیں۔ بغیر بھائی کے تھوڑی دیر بھی آپ کو چین نہیں ملتا تھا اور بے قرار ہو جاتی تھیں۔ ایک روز خاتون جنت ؑ نے اس کیفیت کو سرور کائنات ؐ

کی خدمت میں عرض کیا تو رسولِ مقبولؐ نے ایک آہ سرد بھری اور آنکھوں سے اشک ٹپک پڑے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ نے اپنے بابا سے سبب گریہ دریافت کیا تو رسول کائناتؐ نے فرمایا کہ اے نورِ نظر یہ میری بچی زینبؑ ہزاروں بلاؤں میں مبتلا ہوگی اور کرب و بلا میں بے شمار متعدد طریقہ کے مصائب و شدائد کا سامنا کرے گی۔

مورخین نے تحریر کیا ہے کہ حضرت زینب کی اپنے بھائی حضرت امام حسین سے محبت والفت کی یہ کیفیت تھی کہ جب حضرت زینبؑ نماز کا قصد فرماتیں تو پہلے روئے اقدس کعبۂ مقصود، قبلۂ اہل حاجات حضرت سیّدالشہداء علیہ السلام کی زیارت کر لیا کرتی تھیں۔ حضرت امام حسینؑ بھی حضرت زینبؑ کو بے حد عزیز رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ آپ کی بڑی عزت و توقیر فرماتے تھے اور ہر معاملہ میں آپ سے استمزاج اور مشورہ فرمایا کرتے تھے۔

عارفِ فقیہہ محدثِ آقا رضا قزوینی نے حضرت زینبؑ اور حضرت امام حسینؑ کی باہمی الفت و مہر کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ روز عاشورہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے کی پشت سے زمین کربلا پر تشریف لائے اور خون آلود حالت میں آسمان کی طرف دیکھا اور استغاثہ فرمایا تو حضرت زینبؑ، حضرت امام حسین کی آواز استغاثہ سُن کر بے تابانہ خیمہ سے باہر نکل آئیں اور بھائی کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے سینۂ اقدس سے لپٹ گئیں اور بوسہ لیا۔ حضرت امام حسینؑ نے بہن کے سر کا بوسہ لیا اور بے ہوش ہو گئے۔ حضرت زینبؑ روتے ہوئے یہ کہہ کر آپ کو ہوشیار کرنا چاہا...... "انت الحسین انت اخی انت ابن امی، انت نور بصری وانت مھجۃ قلبی وفوادی انت حمانا انت رجانا انت ابن محمد ن المصطفیٰ وانت ابن علی ن المرتضیٰ انت ابن فاطمۃ الزھراء۔"

ترجمہ :- تم حسینؑ ہو، تم میرے بھائی ہو، تم میرے ماں جائے ہو، تم میری آنکھوں کا نور ہو، تم میرے لخت جگر دل و جگر ہو، تم ہماری حمایت کرنے والے ہو، تم ہماری

امید ہو، تم محمد مصطفیٰؐ کے فرزند ہو، تم علی مرتضیٰؑ کے بیٹے ہو، تم فاطمۃ الزہراؑ کے بیٹے ہو۔" ـــــ لیکن حضرت امام حسینؑ جراحت اور غشی کی وجہ سے جواب نہیں دے سکے تو حضرت زینبؑ نے شدت سے گریہ فرمایا۔ حضرت امام حسینؑ نے بہ مشکل ایک آنکھ کھولی، بہن کو دیکھا، دونوں ہاتھوں سے کچھ اشارہ فرمایا لیکن منہ سے کچھ نہ کہہ سکے بھائی کا یہ حال دیکھ کر حضرت زینبؑ بے ہوش ہو گئیں اور قریب تھا کہ آپ کی روح پرواز کر جائے۔ جب ہوش آیا تو عرض کیا۔ "اے بھائی جان آپ کو نانا رسول اللہؐ کا واسطہ کچھ منہ سے بولئے، بابا علی مرتضیٰؑ کا واسطہ زبان کھولئے، ماں فاطمۃ الزہراؑ کا واسطہ کچھ بات کیجئے۔" امام مظلوم نے یہ کلمات سماعت فرمائے تو نحیف آواز سے فرمایا۔ "اختی زینب کسرت قلبی وَ زدتنی کربا علی کربی فبا اللہ علیک الاما سکنت وَ سکت" ترجمہ:۔ (اے بہن زینبؑ تمہاری باتوں نے میرے دل کو توڑ دیا اور میرے کرب میں اضافہ کیا۔ تم کو خدا کی قسم سکون اختیار کرو اور خاموش ہو جاؤ)

حضرت زینبؑ نے یہ سُن کر کہا۔ "اے بھائی! میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ کیسے صبر و سکون اختیار کروں، جب کہ دیکھ رہی ہوں کہ آپ پر سکرات الموت غالب ہے اور آپ آخری چند سانس لے رہے ہیں۔" [1]

حضرت زینبؑ کو ان کی والدۂ ماجدہ خاتون جنتؑ نے عہد طفلی سے ہی واقعۂ کربلا کے لئے ذہنی طور پر آمادہ کر دیا تھا۔ ڈاکٹر بنت الشاطی رقم طراز ہیں:۔

"کہتے ہیں ایک روز وہ (حضرت زینبؑ) قرآن کی کچھ آیتیں پڑھ رہی تھیں۔ ان کی تفسیر اپنے پدر بزرگوار سے دریافت کی اور اسی روز ایسا ہوا کہ حضرت علیؑ نے کربلا کے الم ناک واقعہ کا اشارتاً تذکرہ فرمایا اور وہ بہت متعجب ہوئے جب زینبؑ نے جواب میں عرض کیا۔ "بابا جان! میں جانتی ہوں۔ میری ماں نے مجھ کو

ـــــ

[1] :۔ بحوالہ۔ سیرت جناب زینب، از سید محمد حسین جعفری ص ۲۳ ہو ۲۴ ر، اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد ۱۹۸۵ء

اس واقعہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ تاکہ اس دن کی زندگی کے واسطے وہ مجھ کو تیار کر دیں۔" حضرت علیؑ یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔ لیکن ان کا دل اپنی بیٹی کی محبت اور شفقت سے دھڑکنے لگا۔" لے

ایک روایت کے مطابق خاتون جنت نے حضرت زینبؑ سے بوقت رحلت وصیت کی تھی کہ بیٹی دونوں بھائیوں کا خیال رکھنا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ حضرت زینبؑ نے اپنی والدہ ماجدہ کی وصیت کو ہر لمحہ حیات میں پیشِ نظر رکھا۔ بقول ڈاکٹر بنت الشاطی :۔

" زینبؑ اپنے بھائیوں اور بہن کے مقابلہ میں بوجہ اس خاص وصیت کے جو ان کی ماں نے آخری وقت کی تھی، ممتاز تھیں۔ وصیت یہ تھی کہ بیٹی اپنے دونوں بھائیوں کا بڑا خیال رکھنا اور کبھی ساتھ نہ چھوڑنا۔ میرے بعد تم ہی اُن کی ماں ہو۔ زینبؑ نے کبھی بھی اس وصیت کو فراموش نہیں کیا۔ ....

ہم زینبؑ کو دیکھتے ہیں کہ انھوں نے باپ کے گھر میں اپنی عمر سے کہیں زیادہ ذمہ داریاں اٹھا رکھی ہیں۔ ان حادثوں نے کچھ اس طرح ان کی پرورش پر اثر ڈالا کہ وہ اپنی ماں کی جگہ کام کریں اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ اور حضرت ام کلثومؑ کے لئے ماں بنیں۔ ایسی ماں کی محبت اور مہربانی میں جو ایک ماں کی فطرت میں ہوتی ہے۔" ۲

حضرت زینبؑ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کے ہمراہ مدینہ سے عراق کی جانب سفر کا ارادہ کرتی ہیں اور اپنے چچازاد بھائی اور شوہر حضرت عبداللہ سے اجازت طلب فرماتی ہیں اور حضرت عبداللہ سفر عراق کے مصائب اور شدائد کے پیش نظر حضرت امام حسینؑ اور اپنی رفیق حیات حضرت زینبؑ کو منع کرتے ہیں۔ لیکن حضرت زینبؑ اپنے شوہر سے باصرار اجازت لے کر اپنے بھائی کے ساتھ آفات و مصائب کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہتی ہیں۔ مولوی رازق الخیری نے اس مسئلہ پر بڑے

لے ۲ بطلۃ کربلا۔ ترجمہ :۔ کربلا کی شیر دل خاتون ۔ صفہ ۱۰۲،۱۰۳ صفہ ۱۱۳

بہتر انداز سے روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"بی بی زینبؑ نے حضرت عبداللہ سے اجازت طلب کی۔ محض آفات و مصائب کے خیال سے حضرت عبداللہ نے آپ کو اس سفر سے منع کیا تو حضرت زینبؑ نے کہا "میرے بھائی جان کا دنیا میں کوئی رفیق نہ رہا۔ پاؤں تلے کی چیونٹی بھی جان کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے میں اس حالت میں اپنے بھائی کو کیسے اکیلا چھوڑ دوں" ...... جب حضرت عبداللہ نے انھیں آفات و مصائب سمجھائے تو ان کی ہچکی بندھ گئی اور انھوں نے کہا، "اماں مجھے اس دن کے لئے نہ چھوڑ گئیں تھیں کہ جب میرا بھائی بے یار و مددگار، یکہ و تنہا اور دشمنوں کے نرغہ میں پھنس جائے تو میں دور بیٹھی سیر دیکھا کروں۔ عبداللہ تمہیں معلوم ہے کہ میرا اور حسینؑ بھائی کا بچپن برس کا ساتھ ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے۔ اب ہمارا بڑھاپا اور زندگی کا آخری دور ہے۔ اگر اس وقت حسینؑ کا ساتھ چھوڑ دیا تو اماں کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ جنہوں نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت فرمایا تھا کہ "زینبؑ میرے بعد حسینؑ کی ماں بھی ہے اور بہن بھی۔" تمہاری اطاعت میرا فرض ہے۔ لیکن اگر میں حسینؑ بھائی کے ساتھ نہ گئی تو جدائی نہ سہار سکوں گی"۔ حضرت عبداللہ پر اس گفتگو کا بہت اثر ہوا اور انھوں نے کہا۔ "بنتِ مرتضیٰؑ تم اپنا دل بھاری نہ کرو۔ تمہاری خوشی ہے تو میری طرف سے اجازت ہے۔ تم حسینؑ کے ساتھ چلی جاؤ۔" [1]

یہ بھائی بہن کی مہر و محبت اور شفقت کا حال تھا۔ حضرت زینبؑ کسی بھی طرح سے بھائی کو چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ مصائب اور آفات میں تو اور بھی بھائی سے علیحدہ نہیں ہو سکتی تھیں۔ حضرت عبداللہ نے جو حضرت زینبؑ اور خود حضرت امام حسینؑ کو سفر عراق سے منع کیا تھا اس میں صرف سفر کے شدائد اور ایذائیں پیش نظر تھیں۔ اور ساتھ ہی عراق کے باشندوں کی بے وفائی کا بھی شدید احساس تھا۔

---

[1] سیدہ کی بیٹی۔ راز رق الخیری۔

حضرت عبداللہ اپنے چچازاد بھائی حضرت امام حسینؑ کی عظمت اور رفعت کے دل و جان سے معترف تھے۔ جو خط حضرت عبداللہ نے امام عالی مقام کو تحریر کیا ہے اس سے حضرت عبداللہ کی عقیدت اور معرفت خود ظاہر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو اس کا ترجمہ:۔ "آپ کو خدا کی قسم جس وقت کہ آپ میرا خط پڑھیں سفر پہ جانا ترک فرمادیں۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ سفر آپ کی ہلاکت اور آپ کے خاندان کی تباہی اور بربادی کا باعث نہ ہو۔ اگر آپ آج شہید ہو جائیں گے تو روئے زمین سے روشنی جاتی رہے گی۔ کیونکہ آپ مومنوں کی امید اور طالبانِ ہدایت کی آماجگاہ ہیں۔ جانے میں جلدی نہ فرمائیے گا۔ کیونکہ میں خود خط کے پیچھے پیچھے پہنچتا ہوں۔" والسلام [۱]

کربلا میں حضرت عبداللہ کی شرکت کے ذیل میں کچھ راویوں اور مؤرخوں نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ علیل تھے۔ اس لئے جہاد کربلا میں شریک نہیں ہو سکے لیکن ایسا نہیں ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے مدینہ میں بقیہ مخدرات عصمت و طہارت کی حفاظت کے لئے حکم فرمایا تھا اور خود حضرت عبداللہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو (حضرت محمد اور حضرت عون) کو حضرت امام کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ جیسا کہ تاریخی حوالوں سے ثابت ہو جاتا ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابن عباس کو اطلاع ہوئی کہ حضرت امام حسین مدینہ چھوڑ کر عراق کی طرف جا رہے ہیں تو انھوں نے امام عالی مقام کو سفر عراق سے منع کیا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے ان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ حضرت ابن عباس نے مزید اصرار کیا اور کہا کہ اچھا اگر آپ جاتے ہیں تو جائیے مگر اہل حرم اور بچوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔ روایت بتاتی ہے کہ حضرت زینب جو کہ پس پردہ تھیں، حضرت عباس کی یہ رائے سُن کر فرمایا، "اے ابن عباس! افسوس کہ آپ بھائی کو رائے دے رہے ہیں کہ ہم کو یہاں چھوڑ جائیں۔ اے ابن عباس ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ میں بھائی کا ساتھ

---

[۱] طبری، بحوالہ لطلعۃ کربلا (ترجمہ) کربلا کی شیر دل خاتون صفحہ ۱۶۸

کبھی نہ چھوڑوں گی اور انھیں تنہا نہ جانے دوں گی۔

یہ تھی حضرت زینبؑ کو اپنے بھائی سے محبت و الفت جو اِن دونوں بھائی بہن کے عمل سے واضح اور ثابت ہوتی ہے اور جو تاریخ کے الم ناک اور خون چکاں مناظر میں صاف طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔

شریکتہ الحسینؑ

مدینہ سے مکّہ اور مکّہ سے کربلا تا کوفہ و شام اور واپسی مدینہ تک حضرت زینبؑ کبریٰ مقصدِ شہادت حسینؑ کی نقیب، امین اور پاسبان رہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو شہادت حسینؑ مظلوم کو پردۂ خفا میں رکھا جاتا اور حقیقی صورت حال سے دنیا بے خبر اور ناواقف رہتی۔ بقول نسیم امروہوی ؎

شریکِ صبرِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ
کہ عین فاطمہؑ کی نورِ عین ہیں زینبؑ
دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چین ہیں زینبؑ
خدا کی راہ میں بالکل حسینؑ ہیں زینبؑ

حسینؑ مَردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

حسینؑ صبر کا آغاز ہیں تو یہ انجام
حسینؑ دینِ نبیؐ کی بقا ہیں اور یہ دوام
حسینؑ امام، یہ تکمیل مدّعائے امام
حسینؑ فاتح کرب و بلا یہ فاتح شام

انھوں نے قصرِ رعونت جلا کے خاک کیا
یزیدیت کا کلیجہ انھوں نے چاک کیا

مثالِ بنتِ رسولؐ قدیر ہیں زینبؑ
نظیرِ فاطمہؑ ہیں بے نظیر ہیں زینبؑ

امیرِ آلِ جناب امیرؑ ہیں زینبؑ
شہیدِ راہِ خدا کی وزیر ہیں زینبؑ

نثار دونوں کے ہم باطنی علاقے پر
وہ خطبہ خواں سرِ نیزہ ہیں اور یہ ناقے پر

اُٹھے جو بھائی بہن بہر حفظِ دینِ کریم
رہِ عمل میں فرائض کو کر لیا تقسیم
کیا اخی نے جو سر دے کے کارِ ذبحِ عظیم
وفا کے پھولوں کی پھیلی بہن کے دم سے شمیم

عدو کا دل جو نہ خطبوں سے ان کے ہل جاتا
شہادتوں کو بغاوت خطاب مل جاتا

...

درحقیقت حضرت زینبؑ کربلا کے اس اہم اور تاریخی واقعہ میں قدم قدم پر حضرت امام حسینؑ کے ساتھ تھیں۔ مدینہ میں جب حضرت امام حسینؑ سے یزید کا سوال بیعت پیش کیا گیا تب بھی حضرت زینبؑ نے بھائی کے موقف کو بخوبی سمجھا اور پھر تا جب مدینہ سے روانہ ہونے لگیں اور ان کے شوہر حضرت عبداللہ ابن جعفر اور حضرت ابن عباس نے منع فرمایا تو بھی حضرت زینبؑ نے اپنے مقصد کے پیش نظر بھائی کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ حضرت زینبؑ کو پیش ہونے والے تمام آلام و مصائب کا بخوبی علم تھا۔ جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ کو اس واقعہ کے لئے عہدِ طفلی سے ہی ذہنی طور پر آمادہ کیا جاتا رہا۔ خاتونِ جنتؑ کی وصیت اور نانا اور بابا کا بار بار تذکرہ کر کے اشکبار ہونا حضرت زینبؑ کو ذہنی طور پر اس سانحۂ عظیم کے لئے تیار کرتا رہا۔ اسی لئے باوجود شدید ترین مصائب اور آلام کے علم کے آپ نے حضرت امام حسینؑ کا ساتھ کسی لمحہ بھی چھوڑنا گوارہ نہیں کیا۔

اس سانحۂ عظیم میں حضرت زینب کا بھی اہم حصّہ ہے۔ دراصل حضرت زینب شریک جہاد کربلا ہیں۔ بھائی کے ساتھ بہن کی بھی قربانیاں تاریخ کے صفحات میں ثبت ہیں۔ یزید کے کفر واستبداد، جور وظلم کے نیست ونابود کرنے کے لئے حضرت امام حسینؑ کو جہاد بالسیف کرنا تھا اور حضرت زینبؑ کو یزیدیت کی دھجیاں اڑا دینے کے لئے جہاد باللسان اور جہاد بالنفس کا مظاہرہ کرنا تھا۔

صاحب "ناسخ التواریخ" نے تحریر کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین نے مدینہ سے سفر کا ارادہ کیا تو مخدرات عصمت وطہارت کے لئے محملوں کی تیاری کا حکم دیا۔ فاضل دربندی نے اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے تحریر کیا ہے۔ جس میں ایک راوی کا بیان شامل کیا گیا ہے ـــــ "جب حضرت امام حسینؑ مدینہ سے سفر کرنے لگے تو چالیس محملیں بڑے اہتمام اور احترام سے تیار تھیں۔ حکم امام سے بیبیاں سوار ہونے لگیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان ہاشمی جو طویل قامت تھا اور جن کا چہرہ مثل مہتاب درخشاں تھا۔ دولت سرا سے باہر تشریف لائے اور بآواز بلند سب ہاشمی مردوں سے کہا کہ ہٹ جائیں۔ پردے کا پورا انتظام اور اہتمام کیا۔ اس کے بعد دو بیبیاں برآمد ہوئیں جو نہایت شرم و وقار کے ساتھ چل رہی تھیں۔ اور جن کے جسم از سر تا پا چھپے ہوئے تھے اور ان کے چاروں طرف کنیزوں کا حلقہ تھا۔ جب یہ دونوں بیبیاں محمل کے قریب پہنچیں تو وہ خوبصورت اور بلند قامت ہاشمی بزرگ نے ان دونوں کے ہاتھ تھام کر یکے بعد دیگرے محمل میں بڑے احترام کے ساتھ سوار کیا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے یہ حال دیکھا تو دریافت کیا کہ یہ بیبیاں جن کو اس قدر اہتمام اور انتظام کے ساتھ سوار کیا گیا کون ہیں اور وہ جوان ہاشمی کون ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بیبیاں حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ حضرت امیر علیہ السلام اور حضرت فاطمۃ الزہرا علیہما السّلام کی صاحبزادیاں ہیں اور جوان ہاشمی قمر بن ہاشم حضرت ابی الفضل العباس ابن علیؑ

ابن ابی طالب ہیں۔ ان بیبیوں کے بعد دو کمسن لڑکیاں سوار کرائی گئیں جو حضرت امام حسین کی صاحبزادیاں حضرت فاطمہ کبریٰ اور حضرت سکینہ تھیں۔

جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کا قافلہ منزل خزیمیہ پر پہنچا تو ایک شب یہاں قافلہ قیام پذیر ہوا۔ صبح کو حضرت زینبؑ نے حضرت امام حسینؑ سے رات کا واقعہ سنایا کہ نصف شب گذر جانے کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو ندائے ہاتف سنائی دی :۔

الا یا عین فاحتفلی بجهد   وَمن یبکی علی الشهداء بعدی

علی قوم یسوقهم المنایا   بمقدار الی انجاز وعدی

ترجمہ :۔ "اے میری آنکھ تو خوب آنسوؤں سے بھر جا۔ اور کون روئے گا شہیدوں پر میرے بعد اور ان چند لوگوں پر جن کو موت شوق دلاتی ہے تاکہ وہ اپنا پورا کریں جو ان کے لئے مقسوم ہو چکا ہے۔"

حضرت امام حسین نے یہ اشعار سُن کر فرمایا ——— "یا اختاہ کل الذی قضی فهو کائن (یعنی جو چیز قضا و قدر میں مقرر ہو چکی وہ ہو کر رہے گی)

روایت بتاتی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام جب منزل رہیمہ پر پہنچے اور حُر ابن ریاحی کا لشکر سدِّ راہ ہوا اور حضرت امام حسینؑ نے نفرین کی۔ حضرت سکینہؑ نے یہ واقعہ دیکھ کر اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ کو آگاہ کیا۔ اس وقت حضرت زینبؑ نے گریہ اور استغاثہ فرمایا :۔

"وَاجدّاہ وَعلیّاہ واحسناہ واحسیناہ وَاقلتہ ناصراہ لاادری کیف المخلص من ایدی الاعادی وَلیت الاعادی یرضون ان یقتلون بدلا عن اخی۔"

ترجمہ :۔ ہائے نانا، ہائے بابا علیؑ، ہائے حسنؑ، ہائے حسینؑ، ہائے انصار کی قلت معلوم نہیں، دشمنوں سے کیوں کر نجات ملے گی۔ اے کاش دشمن اس بات پر راضی ہو جائیں کہ میرے بھائی کے بدلے ہم سب کو قتل کر دیں۔"

حضرت زینبؑ کے درج بالا استغاثے کے الفاظ اس بات کا اظہار فرما رہے ہیں کہ انھیں حضرت امام حسینؑ سے کس درجہ محبت اور الفت تھی۔ حضرت زینبؑ اس بات کی تمنا کر رہی تھیں کہ اعدائے ایمان اور اسلام، ہم سب مرد اور عورتوں کو قتل کر دیں مگر حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے سے باز آ جائیں۔ جب حضرت امام حسینؑ کو اپنی بہن کے اضطراب اور بے قراری کا احوال معلوم ہوا تو خیمے میں تشریف لائے۔ حضرت زینبؑ نے بھائی سے کہا کہ اے بھائی جان ان اشقیاء سے اتمام حجت فرمائیے اور رسول کائناتؐ سے اپنی قرابت کا اظہار فرمائیے۔ امام عالی مقام نے بہن کو جواب دیا کہ اے بہن، میں نے انھیں سخت سمجھایا، وعظ و نصیحت اور ہدایت کی۔ انھوں نے جو خطوط بھیجے تھے ان کا حوالہ دیا۔ لیکن یہ گمراہی اور کفر و ضلالت میں ایسا مبتلا ہو گئے ہیں، ہوا و ہوس اور طمع دنیا میں اس قدر گرفتار ہو گئے ہیں کہ اب یہ اپنے فسق و فجور اور فساد سے بھرے ارادوں پر قائم رہیں گے۔ یہ ظالم و ستم گار میرے قتل پر آمادہ ہیں۔ اے بہن! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ آنے والی بلاؤں اور مصائب پر صبر و ضبط سے کام لینا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا قافلہ بے کسی دوسری محرم الحرام کو سرزمین کربلا پر وارد ہوا۔ خیام نصب ہوئے۔ حضرت اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے اور خیام میں تلوار پر صیقل کرتے جاتے تھے اور درج ذیل اشعار زبان مبارک پر جاری تھے۔ ؎

یا دھر افٍ لک من خلیل	کم لک بالاشراق والاصیل
من صاحب وطالب قتیل	والدھر لا یقنعُ بالبدیل
وکلّ حیّ سالکٌ سبیلی	ما اقرب الوعد من الرحیل
وانما الامرُ الی الجلیل	سبحان ربی ما لہ مثیل

ترجمہ:۔ "اے زمانے تیری دوستی پر اُف ہے۔ صبح و شام تیرے کئی ساتھی خون کے طالب ہیں اور زمانہ معاوضہ قبول نہیں کرتا۔ ہر زندہ وہی راستہ چلے گا جو

میرا ہے۔ کوچ سے وعدہ کتنا ہی قریب ہے۔ بے شک حکم رب جلیل کا ہے اور پاک ہے رب جس کی کوئی مثال نہیں۔"

صاحب "اعلام الوریٰ" تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یہ اشعار حضرت امام حسینؑ نے شب عاشورہ ارشاد فرمائے تھے اور حضرت زینبؑ ان اشعار کو سُن کر مضطرب اور بے چین ہو کر گریہ فرمانے لگیں اور حالت اضطراب میں در خیمہ پر تشریف لائیں۔ آپ کی چادر زمین پر لٹک رہی تھی۔ آپ نے فرمایا۔

— "واثکلاہ لیت الموت اعدمنی الحیواۃ الیوم ماتت اُمّی فاطمۃ الزھراء وَ ابی علی وَ اخی الحسن یاخلیفۃ الماضین وَ ثمام الباقین ہ"

ترجمہ:۔ اے جانشین گزشتگان اے ملجا و ماویٰ، اے باقی ماندگان، افسوس ہے اس مصیبت جاں سوز پر، اے کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے، آج اماں فاطمۃ الزہراؑ، بابا علیؑ مرتضیٰ اور بھائی حسنؑ مجتبیٰ کی موت واقع ہوئی۔"

"اعلام الوریٰ" کے علاوہ دوسری تواریخ کتب و سیر میں بھی درج بالا روایت ملتی ہے۔

کتاب "مبکی العیون" میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ ایک روز حضرت زینبؑ نے حضرت امام حسین علیہ السّلام سید الشہداء سے استفسار فرمایا کہ اے بھیّا! آپ کے مصائب و آلام کیا حضرت آدم علیہ السّلام سے بھی زیادہ ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن! آدمؑ چند روز کی جدائی کے بعد حضرت حوّا سے مل گئے۔ مگر میں نانا اور مادر گرامی کی وفات کے بعد شہید ہوں گا۔ پھر حضرت زینبؑ نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کے مصائب سے آپ کے مصائب کو کیا مناسبت ہے؟ حضرت سید الشہدا نے فرمایا کہ خلیل اللہؑ جب بذریعہ منجنیق آگ میں ڈالے گئے تو آگ کے لہکتے ہوئے انگارے سرد پڑ گئے۔ لیکن آتش حرب مجھ کو نہ تیغ کر دے گی۔

بھائی سے بہن نے پھر دریافت کیا کہ حضرت زکریاؑ کے مصائب سے آپ کو کیا نسبت ہے؟

سیدالشہدا نے فرمایا کہ اے بہن! زکریاؑ کو تو بعد شہادت دفن کیا گیا۔ لیکن میری لاش تین روز تک بے گور و کفن پڑی رہے گی اور لاش پر گھوڑے دوڑا کر پاش پاش کیا جائے گا۔

حضرت زینبؑ نے حضرت سیدالشہدا سے پھر دریافت کیا کہ حضرت یحییٰؑ کی ایذاؤں اور مصیبتوں سے آپ کے آلام و مصائب سے کیا مناسبت ہے؟ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ حضرت یحییٰؑ کا سر تیغ ظلم سے جدا کیا گیا۔ لیکن ان کی شہادت کے بعد ان کے اہل حرم اور اطفال کو قید و بند کی سختیاں نہیں جھیلنی پڑیں۔ ان پر ظلم و ستم کے کوہ گراں نہیں توڑے گئے۔ لیکن اے بہن! میری شہادت کے بعد ظلم و ستم کی انتہا نہیں رہے گی۔ میرے اہل و عیال اور اطفال قید ہوں گے۔ ان کو دربدر پھرایا جائے گا۔ حضرت زینبؑ نے پھر پوچھا کہ اے بھیا! آپ کے مصائب و آلام سے حضرت ایوبؑ کے مصائب و رنج سے کیا نسبت ہے؟ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن! حضرت ایوبؑ کے زخم تو مندمل ہو گئے تھے۔ مگر آہ، اے زینب! میرے زخم مندمل نہیں ہوں گے۔ میرے سر کو اشقیاء نوک نیزہ پر بلند کریں گے۔

روایت میں ہے کہ بعد شہادتِ حسینؑ جب حضرت زینبؑ قتل گاہ میں پہنچیں تو ان انبیائے کرام کے مصائب کا تذکرہ کر کے اپنے بھائی سیدالشہدا حضرت امام حسین علیہ السّلام کے گراں قدر اور شدید ترین مصائب بیان فرمائے جس سے سارا دشت ہلنے لگا۔ ظاہر ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے مصائب تمام انبیاء کے مصائب سے شدید اور عظیم ترین ہیں۔

علامہ سید نعمت اللہ جزائری کتاب "انوار النعمانیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔۔۔

"روی عن عاصم وعن زرقا اوّل راس حمل فی الاسلام علی رمح راس الحسین بن علی علیہما السّلام۔" ۔۔۔۔ ترجمہ:۔ "عاصم اور زرقا راوی ہیں کہ اسلام میں سب سے پہلا سر جو نیزہ پر بلند کیا گیا وہ سر حسین علیہ السّلام کا تھا۔"

حضرت زینبؑ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ساتھ رہیں۔ کربلا کی سرزمین پر ہر قدم پہ حضرت زینبؑ بھائی کی شریک ہیں۔ ہر فیصلہ میں زینبؑ کی رائے اور مشورہ آخری ہے۔ دوسری محرم الحرام ۶۱ھ کو حضرت امام حسین کا قافلہ بے کسی سرزمین کربلا پر وارد ہوتا ہے۔ خیام حسینی، نہر فرات کے کنارے نصب کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن حکم یزیدی پہنچتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے خیام نہر فرات کے کنارے نہیں نصب ہوں، بلکہ نہر فرات سے دور رہوں تاکہ پانی کسی بھی طرح سے نہیں پہنچ سکے۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے خیام نہر فرات سے ہوں اور خیام ہٹا دیئے جائیں۔ یہ شیر خدا کے شیر حضرت عباسؑ ابن علی کو گوارہ نہیں۔ انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں بپھرے ہوئے بپھرے ہوئے ہیں۔ اب بپھرے ہوئے شیر کو قابو میں لانے کے لئے حضرت امام حسین اپنی بہن زینب کبریٰؑ سے گذارش کرتے ہیں کہ اے بہن! عباس کو جلال آگیا ہے۔ تمہیں اسد کردگار کے شیر کو سمجھا سکتی ہو۔ حضرت زینبؑ حضرت عباسؑ کو بلاتی ہیں اور اپنے بھائی کو تلقین کرتی ہیں اور حضرت عباس خیام کو نہر فرات سے دور ہٹانے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ انتہائی غیظ میں شمشیر کھنچ جانے کے بعد حضرت عباسؑ جیسے غازی کو روک دینا صرف زینبؑ کبریٰ کا ہی کارنامہ ہے۔ اس کے لئے حضرت امام حسینؑ خود حضرت زینبؑ کا سہارا لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

پوری تاریخ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السّلام اور حضرت زینبؑ کے باہم گفتگو اور اور مشورے کے تذکرے ملتے ہیں اور جس قدر حضرت زینبؑ بے قرار اور مضطرب ہیں ویسا حضرت امام حسینؑ کے علاوہ کوئی دوسرا کردار نظر نہیں آتا ہے۔

روایتوں میں ہے کہ شبِ عاشور حضرت زینبؑ نے اپنے بھائی حضرت امام حسین علیہ السّلام سے فرمایا تھا کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں اور آپ بچ جائیں۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔ "لو ترک القطام لنام (یعنی اگر صیاد مرغ قطام کو اپنی حالت پر چھوڑ دے تو وہ سو سکتا ہے)" اس ارشاد سے حضرت امام حسین علیہ السّلام کا بظاہر مقصد یہی تھا کہ اگر دشمنانِ دین اسلام مجھے میری حالت پر چھوڑ دیں تو البتہ

ممکن ہے لیکن ایسا نہ ہوگا۔ روایت میں مزید ملتا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا یہ کلام سُن کر حضرت زینبؑ انتہائی متاثر ہوئیں اور فرطِ غم سے بے ہوش ہو گئیں۔ جب ہوش آیا تو امامؑ نے فرمایا کہ ــــ "کلُّ شیئٍ ھالکٌ الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون فاین ابی وجدی اللہ ان خیر منی ولکل مسلم اُسوۃ حسنۃ" ــــ ترجمہ:۔ "ہر چیز ہلاک اور فنا ہونے والی ہے سوائے ذاتِ خدا کے اور اسی کے لئے حکم و اقتدار ہے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جانے والے ہیں۔ کہاں ہیں میرے باپ اور میرے نانا جو مجھ سے بہتر تھے اور ہر مسلم کے لئے ان کے اسوہ حسنہ کی تقلید ضروری ہے۔"

یہ فرما کر حضرت امام علیہ السّلام نے اپنی بہن حضرت زینب کو تسلّی، تشفّی اور دلاسہ دیا اور خدا کی قسم دے کر فرمایا کہ اے بہن صبر کرنا۔ میری موت پر نالہ و فریاد نہ کرنا۔ گریبان چاک نہ کرنا اور منہ پر طمانچے نہ لگانا۔ اس کے بعد حضرت زینب کو ساتھ لئے ہوئے حضرت امامؑ، زین العابدین علیہ السّلام کے پاس تشریف لائے اور انھیں بٹھا کر اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ ظاہر ہے کہ شبِ عاشور جب حضرت زینب کو حضرت امام حسینؑ کی شہادت کا یقین ہو گیا تو حضرتِ زینب کے دل پر کیا گزری ہوگی تصوّر کرنا محال ہے۔ کس صبر و ضبط سے کام لیا ہوگا۔

کتاب "اسرار الشہادۃ" اور بعض کتب میں درج ہے کہ نویںؑ محرم کو شام عمر سعد نے شمر ملعون کے اصرار پر لشکر کو حکم دیا کہ مسلح ہو جائے اور چاروں طرف سے حضرت امام حسین علیہ السّلام پر حملہ کر دے اور جب حملہ ہو گیا تو حضرت زینبؑ انتہائی کرب و اضطراب کے عالم میں حضرت امام حسینؑ کے خیمے میں تشریف لائیں اور دیکھا کہ امام تلوار پر صیقل کرتے کرتے زانو پر سر رکھ کر سو گئے ہیں۔ حضرت زینبؑ خاموش کھڑی ہو گئیں۔ اس اثنا میں حضرت امام حسینؑ بیدار ہوئے۔ بہن کو عالمِ حسرت و یاس میں کھڑی ہوئی دیکھا تو فرمایا۔ اے بہن! ابھی میری آنکھ لگ گئی تھی

میں نے نانا حضرت محمد مصطفےؐ، بابا حضرت علی مرتضیٰؑ، مادر گرامی حضرت فاطمۃ الزہراؑ، اور بھائی حضرت حسنؑ مجتبیٰ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے حسینؑ، جلد ہمارے پاس آؤ۔ بعض روایات میں ہے کہ فرمایا، "کل ہمارے پاس چلے آؤ۔" اور بعض روایات میں ہے کہ ان بزرگواروں نے فرمایا۔ "انك ستروح الینا" یعنی تم عنقریب ہمارے پاس آؤ گے۔" حضرت زینبؑ نے یہ سُن کر ایک چیخ ماری حضرت امام حسینؑ نے بہن کو تسلّی و تشفی دی اور فرمایا۔ "اے بہن خدا کی رحمت تم پر ہوگی اس قوم جفاکار کی ایذارسانی اور شماتت کا خیال نہ کرو۔"

یوں تو حضرت زینبؑ کا جذبۂ فداکاری ہر جگہ نظر آتا ہے۔ روز عاشورہ آپ کے دو صاحبزادے حضرت عونؑ و حضرت محمدؑ جام شہادت نوش فرماتے ہیں۔ بعض روایتوں میں تین صاحبزادوں کا ذکر ہے۔ مگر مشہور روایت دوؑ ہی صاحبزادوں کی ہے۔ تواریخ اور مقاتل میں ہے کہ روز عاشورہ جب میدان کارزار میں قتال و جدال گرم ہوا اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کے اصحاب و انصار دادِ شجاعت دے کر جام شہادت نوش فرما چکے اور خاندان بنی ہاشم کی باری آئی اور بعض قربان ہو چکے تو حضرت زینب اپنے دونوں صاحبزادوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے حضرت امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ "اگر عورتوں کے لئے جہاد اور قتال کا جواز ہوتا تو میں خود اپنی جان ایک بار نہیں ہزار بار آپ پر فدا کرتی۔ لیکن ایسا قدرت کو منظور نہیں۔ اس لئے میرے عوض میرے ان دونوں صاحبزادوں کی قربانی قبول فرمائیں۔ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بہ تردد ان کی اس استدعا کو قبول فرمایا اور یہ دونوں صاحبزادے حضرت سیدالشہدا پر نثار ہو گئے۔" تاریخ میں ملتا ہے کہ جب ان صاحبزادوں کی شہادت کی خبر حضرت زینب کو ہوئی تو آپ نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا، نہ تو خیمہ سے باہر آئیں اور نہ تو باآواز بلند گریہ اور نوحہ کیا تاکہ حضرت امام حسینؑ کو اور زیادہ رنج والم میں اضافہ نہ ہو۔ لیکن حضرت علی اکبر فرزند حضرت امام حسینؑ کی شہادت پر حضرت زینبؑ بہت زیادہ،

مضطرب اور بے قرار ہوتی ہیں۔ ناسخ التواریخ میں ہے کہ روزِ عاشورا جب حضرت علی اکبر شہید ہو گئے تو حضرت امام حسینؑ نے نوجوان پسر کی لاش لاکر درِ خیمہ پر رکھ دی۔ حمید ابن مسلم جو لشکر ابن سعد کا وقائع نگار تھا، بیان کرتا ہے کہ جب حضرت علی اکبر کی لاش درِ خیمہ پر پہنچی تو ایک معظمہ حالتِ اضطراب و انتشار میں خیمہ سے باہر نکل آئیں اور ـــ "یا ثمرۃ فواداہ یا قرۃ عیناہ" (اے میرے پارۂ جگر، اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک) کہتی ہوئی لاش سے لپٹ گئیں۔ اور دل خراش نالہ وگریہ فرمایا۔ حضرت امام حسینؑ آپ کا بازو تھام کر آپ کو خیمہ میں لے گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ معظمہ حضرت زینبؑ بنت حضرت علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔

کتاب "اسرار الشہادۃ" میں تحریر ہے کہ جب حضرت علی اکبر کی لاش اہل بیت اطہار کے خیمے کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے ایک بی بی جن کا چہرہ مثل چودھویں رات کے چاند سا درخشاں تھا، خیمے سے باہر نکل آئیں اور ـــ "واولداہ وامھجتہ قلباہ یا لیتنی قبل ھٰذا الیوم عمیاہ او کنت وسدات تحت اطباق الثریٰ"۔ ترجمہ:۔ "ہائے بیٹا، ہائے میرے پارۂ جگر کاش میں پہلے ہی اندھی ہو جاتی یا زمین دھنس جاتی اور یہ دن نہ دیکھتی"۔ ـــ فرماتی ہوئی لاش سے لپٹ گئیں اور شدت سے رونے لگیں اور حضرت امام حسینؑ نے بازو تھام کر ان معظمہ کو خیمے میں پہنچایا۔ یہ بی بی حضرت زینبؑ بنت حضرت امیر علیہ السّلام تھیں۔

یہ امر توجہ طلب ہے کہ کتب مقاتل اور تواریخ سے یہ بات ظاہر اور ثابت ہے کہ جب دوسرے اعزہ اور اقربا یہاں تک کہ خود حضرت زینبؑ کے دونوں صاحبزادے شہید ہوئے تو حضرت زینبؑ خیمہ سے باہر نہیں نکلیں اور اس قدر گریہ بھی نہیں فرمایا۔ مگر جب حضرت علی اکبر کی لاش خیمہ کے قریب آئی تو آپ بے قابو ہو گئیں اور بے ساختہ عالمِ اضطراب میں خیمہ سے باہر نکل پڑیں۔ اس واقعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ کو اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ اور ان کی اولاد سے

کس قدر محبت و الفت تھی۔ حضرت علی اکبر کو حضرت زینبؑ نے ہی پالا پوسا تھا۔ اس لئے حضرت زینبؑ پھوپھی ہوتے ہوئے بھی ماں کا درجہ رکھتی تھیں۔ روایت میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے علی اکبر کو جنگ کی اجازت دینے سے قبل فرمایا تھا کہ پہلے اپنی پھوپھی سے اجازت لے لو جس نے بچپنے سے تمہیں پالا ہے۔ میر ببر علی انیس طاب ثراہ نے اس دلدوز منظر کو پیش کیا ہے:۔

ہلتے تھے دُر گوش، کھلا تھا سر انور
اک دوش پہ، اک خاک پہ تھا گوشۂ چادر
گرتی تھی کبھی اور کبھی چلاتی تھیں اُٹھ کر
ہے ہے علی اکبرؑ، علی اکبرؑ، علی اکبرؑ
منزل کا پتا مجھ کو نہ دیتے گئے واری
اس پالنے والی کو نہ لیتے گئے واری

"بحر المصائب" میں تحریر ہے کہ روز عاشورہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام اہل بیت اور اپنے بیمار فرزند حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے رخصت ہونے کے لئے خیمے میں تشریف لائے تو دیکھا کہ امام زین العابدینؑ ایک چمڑے پر سخت تکلیف میں لیٹے ہوئے ہیں اور حضرت زینبؑ، بیمار بھتیجے کی تیمار داری میں مشغول ہیں۔ امام زین العابدینؑ نے اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا اور تعظیم و تکریم بجا لانا چاہا۔ لیکن تکلیف کی شدّت اور ضعف و نقاہت سے اٹھ نہ سکے اور اپنی پھوپھی سے اشارہ فرمایا کہ سہارا دیں۔ حضرت زینبؑ نے آپ کو سہارا دے کر اٹھایا اور سینہ پر تکیہ دے کر بٹھایا۔ حضرت امام حسینؑ نے استمزاج کیا۔ حضرت امام زین العابدینؑ خدا کا شکر بجا لائے اور عرض کی، "اے بابا! اس گروہ منافقین نے آپ کے ساتھ کیسا ناروا سلوک کیا۔" حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔۔۔۔

"قد استحوذ علیھم الشیطان فانسٰھم ذکر اللہِ المنّان۔" (یعنی غالب آ گیا شیطان ان پر اور بھلا دیا ان کے دلوں سے ذکر اللہ المنان)۔ حضرت امام زین العابدینؑ

نے مزید دریافت کیا، اے بابا! میرے چچا عباسؑ کہاں ہیں؟ آپ کا سوال سُن کر حضرت زینبؑ کا روئے انور زرد ہو گیا اور حضرت حسینؑ کے چہرے مبارک سے حزن و ملال آشکار ہوا، اور فرمایا کہ بیٹا! تمہارے چچا عباسؑ نہر فرات کے کنارے شہید کر دیئے گئے۔ حضرت امام زین العابدینؑ نے دریافت فرمایا کہ بھیا علی اکبر کا کیا ہوا؟ اس طرح ایک ایک کر کے اعزّہ کا نام لیا اور ان کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت امام حسین نے فرمایا کہ بیٹا! سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب مردوں میں سوائے تمہارے اور میرے کوئی باقی نہیں رہا۔ حضرت امام زین العابدینؑ نے بابا سے یہ سُن کر بہت گریہ فرمایا اور اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں! ایک عصا اور تلوار مجھے عنایت کیجئے۔ حضرت امام حسینؑ نے پوچھا کہ اے بیٹا! ”ان چیزوں کو لے کر کیا کرو گے؟ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ عصا کا سہارا لوں گا اور تلوار سے فرزند رسولؐ کی نصرت میں جہاد کروں گا۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا! اے بیٹا! تم میری ذریّت سے افضل و اطیب، عترت ہو اور میرے بعد میرے وصی اور جانشین ہو گے۔ ابھی نسل امامت کو باقی رہنا ہے ان عورتوں اور بچوں کی میرے بعد قید و بلا کی مصیبت و غربت میں حفاظت کرنا۔ ان کو تسلّی و دلاسہ دینا۔ اور بیٹا! میرے دوست داروں کو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ تمہارا بابا غربت میں شہید کر دیا گیا اس کا ماتم کریں اس پر گریہ کریں۔“ یہ فرما کر آپ نے ایک بلند صیحہ کیا اور پھر حضرت زینبؑ اور دوسری بیبیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ”سنو اور یاد رکھو کہ یہ میرا فرزند، میرا وصی، میرا جانشین اور امام مفترض الطاعۃ ہے۔“ اس کے بعد حضرت زینبؑ سے ارشاد فرمایا کہ میری شہادت کے بعد اشقیا میرے جسم کے کپڑے تک اتار لیں گے۔ اس لئے ایک جامۂ کہنہ و فرسودہ لاؤ کہ میں اس کو پہن لوں تاکہ اشقیا کم از کم میرے جسم سے نہ اتاریں اور میری لاش عریانی سے بچ جائے۔ حضرت زینبؑ نے جامۂ کہنہ حاضر کیا اور حضرت امام حسینؑ نے اس جامۂ کہنہ کو جا بجا چاک فرما کر بطور زیر جامہ پہن لیا تواریخ و مقاتل میں ملتا ہے کہ حیف صد حیف ان کلمہ گو مسلمانوں نے اس لباس کہنہ و

فرسودہ، چاک شدہ زیر جامہ کو بھی جسم اطہر سے اتار لیا اور نواسۂ رسولؐ کی لاش مبارک عریاں جلتی ریگ پر چھوڑ دی۔

"ترجمۃ المصائب" کی روایت ہے کہ روز عاشورہ بعد شہادت حضرت علی اصغرؑ جب حضرت امام حسینؑ نے خود شہادت کے لئے جانے کا قصد فرمایا تو جناب فضہؒ سے فرمایا کہ وہ جامۂ کہنہ جو آپ نے ایک خاص انداز میں رکھوایا تھا اور جس پر چند مہر پاک ثبت تھیں پیش کریں۔ لیکن اس کی اطلاع میری ہمشیرہ زینبؑ کو نہ ہو۔ جناب فضہؒ روتی ہوئی چلیں۔ حضرت زینبؑ نے جناب فضہ کو روتا ہوا دیکھ کر سبب گریہ دریافت کیا۔ لیکن جناب فضہ خاموش رہیں۔ حضرت زینبؑ نے اپنی مادر گرامی خاتون جنتؑ کا واسطہ دے کر دریافت کیا تو جناب فضہؒ نے پورا واقعہ بیان کیا۔ واقعہ سن کر حضرت زینبؑ روتے روتے بے ہوش ہو گئیں۔ حضرت امام حسینؑ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے۔ آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ آپ کے اشک مبارک حضرت زینبؑ کے چہرۂ اقدس پر ٹپکے اور آپ ہوش میں آئیں اور عرض کی ــ یا اخی ابن تروح واختک غریبۃ بلا محام وانیس وناصر" یعنی اے بھائی! بہن کو بلا کسی محرم و مونس، ناصر و فریاد رس کے غربت میں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔" حضرت امام حسینؑ نے فرمایا کہ ایک ایسے امر محترم کی تکمیل کے لئے جا تا ہوں جس کو ترک کرنا ممکن نہیں۔ حضرت زینبؑ نے یہ سنا تو کہا۔ "اے بھائی! آپ کے اس کلام نے میرے دل کو جلا کر کباب کر دیا۔ اے کاش میری ماں مجھے نہ جنتیں اور نہ پالتیں اور آج میں آپ کے ساتھ نہ ہوتی اور یہ روز بد نہ دیکھتی۔"

اس ذیل میں ایک روایت یہ ہے کہ کہنہ پیراہن جو حضرت امام حسین علیہ السّلام نے جناب فضہؒ سے طلب فرمایا تھا حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا تھا جو حضرت سرور کائناتؐ تک یکے بعد دیگرے پہنچا تھا۔ اور حضرت فاطمۃ الزہرا نے اپنی وفات حسرت آیات سے تین روز قبل حضرت زینبؑ کے سپرد فرمایا تھا اور اس کی حفاظت کی

تاکید کی تھی اور فرمایا تھا کہ جب اسے میرا لختِ جگر حسینؑ ابن علی طلب کرے تو دے دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب ان کی زندگی کی چند ساعت باقی رہ گئی ہیں۔ حضرت امام حسینؑ میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور مصروفِ جہاد ہوئے۔

حضرت زینبؑ، حضرت امام حسین علیہ السلام کی جنگ درِ خیمہ سے دیکھ رہی تھیں۔ جب آپ نے بھائی کو نرغۂ اعدا میں دیکھا کہ زخم پر زخم کھا رہے ہیں تو خیمہ سے نکل آئیں اور کہا۔ "وا اخاہ وا سیّداہ لیست السماء اطبقت علی الارض ولیت الجبال تدکدکت علی السھل" (ترجمہ: ہائے برادر، ہائے سید و سردار، اے کاش آسمان زمین پر گر جاتا اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاتے)۔ پھر حضرت زینبؑ نے عمر سعد کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے عمر ابن سعد لعین، ابو عبد اللہ الحسینؑ قتل ہو رہے ہیں تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔" عمر سعد لعین خاموش رہا۔ حضرت زینبؑ نے لشکرِ یزید کے سرداروں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں جو رسول اللہؐ کے نواسے کی مدد کرے۔" لیکن کسی شقی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"بحر المصائب" میں روایت ہے کہ حضرت زینبؑ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام اہل بیت اطہار سے آخری بار رخصت ہونے کے لئے خیمہ میں تشریف لائے اور کچھ تاخیر ہوئی تو لشکرِ یزید لعین سے آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں کہ "اے حسینؑ عورتوں میں کیا بیٹھے ہو، باہر آؤ، یزید لعین کی بیعت کر دیا قتل ہو۔" حضرت امام حسینؑ یہ آواز سُن کر ہم لوگوں سے رخصت ہوئے اور باہر جاتے ہوئے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ "اے ہمشیر! میرے پیچھے پیچھے چلی آؤ تاکہ میں تم کو ایک عجیب و غریب منظر دکھاؤں۔" میں بھائی کے پیچھے پیچھے چلی۔ یہاں تک کہ ہم قتل گاہ میں شہدا کے لاشوں پر پہنچے۔ لاشہائے شہدا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "اے حبیب ابن مظاہر! اے زہیر ابن قین! اے ہلال ابن نافع اور اے دلیرو اور بہادرو! تم کو کیا ہو گیا ہے کہ میں پکارتا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔ میں تم کو بلاتا ہوں اور

تم نہیں آتے۔ کیا تم سو گئے ہو کہ میں تمہاری پھر بیداری کی توقع رکھوں۔ یا تم کو موت نے ہمیشہ کے لئے سُلا دیا اور اب تم اپنے امام کی مدد نہ کر سکو گے؟ سنو! یہ خاندانِ رسولؐ کے مخدرات تمہارے نہ ہونے سے نزار و دل فگار ہیں۔ کیا تم وہی نہ تھے جو میری نصرت کرنے اور میرے ساتھ فیض شہادت حاصل کرنے کے لئے اپنی بیویوں کو طلاق دے کر اور گھر بار، مال و اسباب چھوڑ کر میرے ساتھ ہو گئے تھے۔ اے اصحاب کرام اس گہری نیند سے چونکو اور اس قوم کافر کیش و بد اندیش کو حرم رسولؐ سے دور کر دو۔ ہاں! ہاں! اگر تم زندہ ہوتے تو حاشا و کلّا میری نصرت سے باز نہ آتے۔ خدا کی قسم موت نے تمہیں عاجز و لاچار کر دیا ہے۔ زمانہ نے تم سے غدر و فریب کیا۔ میں تمہاری جدائی پر روتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ بہت جلد تم سے ملوں گا۔" حضرت زینبؑ کا بیان ہے کہ جب بھائی نے تقریر ختم کی تو خدا کی قسم لاشہائے شہداء متحرک اور مضطرب ہو گئے۔ گویا کہ وہ اٹھ کھڑے ہونا چاہتے ہوں۔ پھر حضرت امام حسینؑ حضرت ابی الفضل العباسؑ کے جسد اطہر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ "اے بھائی یہ قوم شوم سمجھتی ہے کہ میں جہاد سے خائف ہوں اور یزید پلید کی بیعت کر لوں گا۔ لا واللہ ایسا نہیں ہوگا۔" اس کے بعد بھائی نے مجھے خیمے کی طرف بھیج دیا اور خود مصروف کارزار ہوئے اور دو ہزار پانچ سو اشقیا کو فی النار و السقر کیا۔

مصائب الابرار میں روایت ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ کے سبھی انصار و اعوان شہید ہو گئے اور آپ نے تنہا جہاد کا قصد فرمایا تو آپ نے سنا کہ کوئی بی بی کہہ رہی ہے۔ یا سبط الرسول ارجع انظر الی الغربیات کیف عولن بالحسرات۔"

ترجمہ:۔ اے نواسۂ رسول ایک دفعہ پھر واپس آیئے اور دیکھئے کہ یہ غریب و بیکس عورتیں کس طرح نالہ و زاری کر رہی ہیں۔ حضرت امام حسینؑ یہ سن کر پلٹے اور دیکھا کہ حضرت زینبؑ ہیں۔ آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور اہل حرم کی مضطرب و بیقرار کیفیت کو دیکھ کر خود بھی رونے لگے۔ حضرت زینبؑ نے بھائی سے معانقہ کیا اور گلوئے مبارک کے بوسے لئے اور کہا۔ "اے جانِ برادر! آپ کی جدائی کا تصور میرے دل کو جلاتا ہے اور آپ کی دوری کا خیال

میرے جگر کو پگھلاتا ہے اور آپ کی شہادت کا خیال مجھے رُلاتا ہے۔ اے بھائی آپ کو کیوں کر گوارہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کے خیام لوٹے جائیں گے اور آپ کے عیال و اطفال کی چادریں چھین لی جائیں۔" حضرت امام حسینؑ نے یہ جاں گداز تقریر سُن کر فرمایا۔ "اے بہن! مصائب اور بلاؤں پر صبر کرو۔ بابا اور مادرِ گرامی کی پیروی کرو کہ انھوں نے نزولِ مصائب پر صبر و شکر کیا ہے۔" یہ فرما کر پھر میدانِ جنگ کی طرف لوٹے۔

"مفتاح البکا" میں بھی روایت کا مضمون یہی ہے۔ لیکن آخر میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ، حضرت زینبؑ کو صبر و شکر کی تلقین فرما کر جانے لگے تو حضرت زینبؑ نے بھائی سے کہا کہ ذرا ٹھہر جائیے تاکہ میں مادرِ گرامی کی وصیت پوری کر لوں۔ حضرت امام حسین ٹھہر گئے۔ حضرت زینبؑ بھائی کے قریب آئیں اور گلوئے مبارک کے بوسے لئے اور فرمایا کہ مادرِ گرامی کی یہی وصیت تھی کہ جس جگہ رسولؐ اللہ بوسے لیتے تھے، میں بھی وقتِ رخصتِ آخر اسی جگہ کا بوسہ لوں۔ اس کے بعد بھائی بہن گلے مل کر خوب روئے۔

روایت میں ملتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو جبرئیلِ امین نے صدا دی کہ ۔۔ "الا قد قتل الحسین بکربلا" اور آثارِ ظلمت و غبار نمایاں ہوئے۔ حضرت زینبؑ آواز سُن کر اور آثارِ غضبِ الٰہی دیکھ کر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے قریب آئیں اور فرمایا کہ "بیٹا! اٹھو اور دیکھو کہ کیا سانحہ رونما ہو گیا۔" امام زین العابدینؑ نے پھوپھی سے کہا کہ ذرا خیمہ کا پردہ تو اٹھائیے جب پردہ اٹھا تو حضرت امام زین العابدینؑ نے میدانِ کارزار کی طرف دیکھ کر کہا ۔۔ "پھوپھی اماں! میرے بابا شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ جود و کرم کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اہلِ حرم کو مطلع فرما دیجئے کہ صبر و ہمت، ضبط و استقلال سے کام لیں۔ لٹنے اور قید ہونے کے لئے آمادہ ہو جائیں۔

کتبِ مقاتل میں ملتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام تن تنہا ہزاروں اشقیا سے برسرِ پیکار تھے تو حضرت زینبؑ درِ خیمہ سے بھائی کی جنگ دیکھ رہی تھیں۔ جب آپ

زخموں سے چُور چُور ہو کر گرم ریت پر آپڑے اور ایک نشیب میں اوجھل دکھائی دیئے تو حضرت زینبؑ خیمہ سے نکل پڑیں اور ایک بلند ٹیلے پر پہنچیں تو بھائی کو ایک نشیب میں دیکھا۔ وہ بلند مقام جہاں حضرت زینبؑ کھڑی ہو کر بھائی کو نشیب میں دیکھ رہی تھیں اس کا نشان آج بھی نمایاں ہے اور "تل زینبؑ" کے نام سے موسوم ہے۔

: ☆ :

شرکیۃ الحسینؑ بعد شہادت سیدالشہداؑ

(۱)

بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام، حضرت زینب کی ذمہ داریوں اور مصائب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ مقتل ابی مخنف میں روایت ہے کہ بعد شہادت حضرت سیدالشہداؑ آپ کا مرکب اپنی پیشانی خون میں تر کر کے فریاد و صیہل کرتا ہوا خیمۂ حسینی پر آیا۔ حضرت زینبؑ نے گھوڑے کو دیکھ کر حضرت سکینہؑ کا ہاتھ تھام لیا اور خیمہ سے باہر آئیں۔ جب حضرت سکینہؑ نے گھوڑے کو زخمی حالت میں دیکھا اور بابا کو نہیں پایا تو شدید گریہ فرمایا اور حضرت زینبؑ نے مرثیہ کے طور پر چند اشعار پڑھے۔ "اصول کافی" "انوار الشہادۃ" اور بعض کتب مقاتل اور تاریخ میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام شہید کر دیئے گئے اور آپ کا سر مبارک، جسد اطہر سے جدا کر دیا گیا تو عمر ابن سعد ملعون نے ابن زیاد علیہ اللعن کے حکم سے یہ فرمان جاری کیا کہ حضرت امام حسینؑ کی لاشِ مطہر پامال سُم اسپاں کر دی جائے۔ اس کے لئے گھوڑوں کی از سر نو نعل بندی کی گئی۔ اس ظلم کی اطلاع جب حضرت زینبؑ کو ہوئی تو آپ شدید بے قرار اور مضطرب ہوئیں۔ آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا۔ "بار الہٰی بنی امیہ نے میرے بھائی کو پیاسا شہید کیا۔ ان کے سر مقدس کو نیزہ پر چڑھایا۔ ان کے لباس اتارے۔ جلتی ہوئی ریگ پر دھوپ میں لاشہ پڑا ہے۔ اور اب گھوڑے دوڑا کر جسم اطہر کو ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ بار الہٰی اس بیابان میں کوئی ہم پر مہربانی کرنے والا نہیں۔"

کتاب اخبار الدول کی روایت ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام شمر علیہ اللعن جب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے خیمہ میں داخل ہوا اور آپ

کو بستر علالت پر پایا تو قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت زینبؑ اپنے بیمار بھتیجے سے لپٹ گئیں اور شمر ملعون سے فرمایا کہ خدا کی قسم اس نوجوان کے ساتھ میں بھی قتل ہوں گی۔ شمر لعین نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنے ناپاک ارادہ سے باز آیا۔

صاحب بحر المصائب علامہ ابن جوزی کی کتاب "مفاتیح الغیب" سے ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام کے خیموں کو جب آگ لگا دی گئی تو حضرت زینب سب بیبیوں کو لے کر حضرت امام زین العابدین کے خیمے کی طرف دوڑیں تاکہ آپ کو جلتے ہوئے خیمے سے باہر لاسکیں۔ حضرت امام زین العابدین غشی کے عالم میں تھے، انھیں بیدار کیا اور فرمایا ـــ اے حجتِ خدا خیموں کو آگ لگا دی گئی ہے آگ کی شدت سے بچے جھلس رہے ہیں اور اندیشہ ہے کہ جل جائیں۔ امام وقت ہو کیا حکم ہے؟ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام علالت اور ضعف کی شدت کی وجہ سے بات نہیں کر سکے لیکن ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ صحرا و بیابان کی طرف نکل جاؤ اور حسب ارشاد امام وقت حضرت زینبؑ نے بیبیوں سے فرمایا کہ تم لوگ جلتے ہوئے خیموں سے باہر نکل جاؤ۔ اور حسب ارشاد، مزید رقم طراز ہیں کہ متعدد کتب میں یہ روایت ملتی ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسینؑ، حسب حکم عمر سعد ملعون، یزید کے لشکر کے کشتگان کو دفن کیا گیا۔ لیکن نواسۂ رسولؐ اور ان کے اعوان و انصار کی لاشیں بے گور و کفن جلتی ریت پر چھوڑ دی گئیں۔ اہلِ بیت کا سامان لوٹ لیا گیا، خیمے نذرِ آتش کر دیئے گئے۔ جب شام کی سیاہی بڑھی تو حضرت زینبؑ نے سب بیبیوں اور بچوں کو جمع کیا اور فرش خاک پر بیٹھ گئیں۔ بھوکے اور پیاسے بچے حضرت زینبؑ سے لپٹتے تھے اور رو رو کر کہتے تھے کہ بھوک اور پیاس سے ہماری انتڑیوں تک میں آگ لگی ہے۔ تھوڑا کھانا اور پانی فراہم کر دیجئے۔ حضرت زینبؑ بچوں کی اس حالت زار کو دیکھ کر بے قرار ہو گئیں اور جناب امّ کلثومؑ سے فرمایا ـــــ

"ما نصنع بھٰذہٖ اللیلۃ بھٰذہٖ الفتیات الضالعات وبھٰذہٖ الاطفال؟"

(ترجمہ :۔ اے بہن ام کلثومؑ بتاؤ اس شب تاریک میں ہم ان نیم جان بچوں کے کئے کیا

کریں۔" حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا، آپ بزرگ ہیں جو مناسب خیال فرمائیں کریں۔ حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ سب بچوں کو بیمار حضرت امام زین العابدینؑ کے درمیان لٹا دیا جائے اور تم ایک جانب اور میں ایک جانب بیٹھ کر ان سب کی نگرانی و پاسبانی کریں۔ حضرت ام کلثومؑ نے سمعاً و طاعتاً کہا، "بچے اور بیبیاں جمع کی گئیں اور امام زین العابدین کو ان کے درمیان بلا تکیہ و بستر ریگ بیابان پر لٹا دیا گیا۔ بوجہ شدّتِ مرض حضرت امام زین العابدین بات نہیں کر سکتے تھے۔ نیم غشی کے عالم کے بس خاموش لیٹے رہے تھوڑی دیر بعد حضرت زینبؑ نے حضرت ام کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن تمام دن بھائی حسینؑ اور آپ کے اصحاب و اعوان و انصار پہ روتے روتے میں بے حد خستہ ہو گئی ہوں۔ چاہتی ہوں کہ ایک ساعت لیٹ رہوں۔ لیکن تم ہوشیار اور باخبر رہو اور ان بیواؤں اور یتیموں کی حفاظت اور نگہبانی کرو۔ حضرت زینبؑ فرش خاک پر لیٹ گئیں۔ تھوڑی سی ہی دیر گذری تھی کہ حضرت امّ کلثومؑ نے دیکھا کہ بیابان کی طرف سے ایک سیاہی نمودار ہوئی جو آپ کی طرف آتی ہوئی معلوم ہوئی۔ حضرت ام کلثومؑ نے حضرت زینبؑ کو آواز دی اور کہا کہ اے بہن اٹھو اور دیکھو کہ کوئی سیاہ چیز ادھر آ رہی ہے۔ نہ معلوم اس تاریکی شب میں اب اور کیا مصیبت ہم پر نازل ہونے کو ہے۔ حضرت زینب اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ حضرت ام کلثومؑ کو خوف سے لرزاں پایا، پوچھا کہ تم کیوں اس قدر ترساں و ہراساں ہو۔ حضرت امّ کلثومؑ نے اشارہ کیا کہ دیکھئے وہ کوئی سیاہ چیز اس طرف آ رہی ہے، نہ معلوم وہ کون ہے؟ اس اثناء میں اور بیبیاں اور بچے بھی بیدار ہو گئے اور خوف سے ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور صدائے "وَاجداہ وامحمداہ واعلیاہ وَاحسناہ واحسیناہ وَاضیعتاہ بعدک یا ابا عبد اللہ" بلند کیں۔ جب وہ سیاہ چیز اور قریب آ گئی تو حضرت زینبؑ نے دیکھا کہ وہ ایک مرد سیاہ پوش ہے۔ تو آپ نے باواز بلند کہا۔ "بحق اللہ علیک من تکون ایھا الرجل فقد روعت وَاللہ قلوبنا وَقلوب ھذہ الفتیات الضامات وَالاطفال العضادۃ" (ترجمہ:۔ تجھے خدا کی قسم بتا کہ تو کون ہے؟ اے مردِ اس

اندھیری رات میں اس طرح آکر ہمارے اور ان بیبیوں اور بچوں کے خوف اور دہشت کا باعث ہوا؟" یہ سن کر اس مرد نے کہا۔ "لا تجزعی انا ابوک علیؑ اتیت الاحراستک هذه اللیلۃ۔" (اے بیٹی مت ڈرو، میں تمہارا باپ علی ہوں، جو آج کی رات تم سب کی حفاظت کرنے آیا ہوں)۔ حضرت زینبؑ نے جب یہ سُنا تو رونے لگیں اور کہا۔ اے بابا! کاش آپ چند ساعت پہلے آتے اور اپنے فرزند حسین کی حالت دیکھتے۔ وہ مدد طلب کرتے تھے مگر کوئی ان کی آواز پر نہ پہنچتا تھا۔ اے بابا! خدا کی قسم میرا بھائی پیاسا شہید کر دیا گیا۔ اشقیا اپنے حیوانوں کو بار بار پانی پلاتے تھے۔ لیکن میرے بھائی کو ایک قطرۂ آب نہیں دیا۔" یہ سُن کر حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نے بیٹی کو سینے سے لپٹا لیا، دلاسہ دیا، صبر کی تلقین کی اور جو خداوند بزرگ و برتر نے اہلبیت رسولؐ کے لئے بلند درجات و کرامات مخصوص طور پر عطا فرمائے تھے، بیان فرمائے اور کہا کہ بیٹی اب تم بلا خوف و خطر آرام کرو بس تم سب کی حفاظت کروں گا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اسی شب حضرت فاطمۃ الزہرا بھی تشریف لائیں اور حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ کو تسلّی و تشفّی دی اور فرمایا کہ ـــــ

"اصبری یا بنتاہ ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد وعد کم اجراً عظیماً و مقامات جلیلۃ۔" (اے بیٹی! صبر کرو، اللہ تبارک و تعالیٰ نے تم سب کے لئے اجر عظیم اور مقامات جلیلہ فرمائے ہیں۔) اس کے بعد فرمایا کہ "بیٹی تم آرام کرو، آج کی شب میں اور تمہارے باپ تم سب کی حفاظت کریں گے۔"

روایت ہے کہ بعد شہادت حضرت سید الشہداءؑ جب رات آئی تو حضرت سکینہؑ اپنے والد ماجد کے جسد اقدس کی تلاش میں قتل گاہ کی طرف چلی گئیں۔ حضرت زینبؑ نے جب بچوں کو جمع کیا اور حضرت سکینہؑ کو نہیں پایا تو بے حد پریشان ہوئیں۔ اس لئے کہ حضرت امام حسین نے حضرت سکینہؑ کے لئے اپنی بہن سے خصوصی طور پر وصیت فرمائی تھی۔ جب تلاش بسیار کے بعد قتل گاہ میں حضرت زینبؑ نے سکینہؑ کو نہیں پایا تو آواز دی کہ اے بھیا! آپ کی امانت کہاں ہے؟ مقتل میں ایک نشیب سے آواز آئی کہ۔ "اختاک بنتی سکینہ

فی کتفی"۔ ا اے بہن! سکینہؑ میرے پہلو میں ہے" یہ سُن کر حضرت زینبؑ اور حضرت ام کلثومؑ نعش مطہر حضرت سید الشہداؑ پر پہنچیں اور بھتیجی کو باپ کے سینے سے لپٹی ہوئی پایا۔ اور دلاسہ دے کر واپس لائیں۔

"انوار الشہادۃ" میں روایت ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام سوائے اس خیمہ کے جس میں آپ عبادت کرتے تھے باقی سب جل گئے تو اہلِ حرم اسی خیمے میں جمع ہو گئے عمر ابن سعد ملعون آیا اور پکار کر کہا کہ اے اہلِ بیت خیمہ سے باہر آؤ ورنہ اس خیمہ کو آگ لگا دی جائے گی۔ حضرت زینبؑ اس شقی کی یہ صدا سُن کر پریشان ہوئیں اور فرمایا اے عمر سعد! خدا سے ڈر اور اس قدر ظلم و ستم نہ کر۔ اس نے کہا باہر آؤ اور اسیر ہو جاؤ۔ حضرت زینبؑ نے خیمہ سے باہر نکلنے پر انکار کر دیا اور عمر سعد ملعون نے خیمہ کو آگ لگا دی۔ اور بیبیاں اور بچے "واغوثاہ وامحمداہ واعلیا" کہتے ہوئے باہر نکل آئے اور مقتل کی طرف دوڑے۔ حضرت زینبؑ نعش حضرت امام حسین علیہ السّلام پر پہنچیں اور شکستہ دل، غم گین اور رنجیدہ آواز سے فرمانے لگیں ـــــ "وامحمّداہ صلی اللہ علیک ملیك السماء ھذا حسین مزمّل بالدماء مقطع الاعضاء بناتك سبایا الی اللہ مشتکیٰ والی محمّد المصطفٰےؐ والی علی المرتضیٰ والی حمزۃ سید الشھداء وامحمّد ھذا حسین بالعراء سیفی علیہ البصاء قتیل اولاد البغایا یاحزناہ کرباہ۔ الیوم مات جدّی رسول اللہ یا اصحاب محمّداً ھٰؤلاء ذریّۃ المصطفٰیؐ یساقون سوق السبایا۔"

ترجمہ:۔ "یا محمدؐ آپ پر آفرینندہ آسمان رحمت وصلوٰۃ بھیجتا ہے۔ یہ حسینؑ ہیں جو خون کی چادر اوڑھے ہوئے ہیں اور جن کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور آپ کی بیٹیاں قید ہو گئی ہیں۔ میں اس ظلم بیداد کی شکایت خدا سے، آپ سے، علی مرتضیٰؑ اور حمزہ سید الشہداء سے کرتی ہوں۔ یا محمدؐ، یہ حسینؑ چٹیل میدان میں پڑے ہیں۔ جن کے بدن پر خاک اُڑ رہی ہے۔ ان کو فاحشہ عورتوں کی اولاد (اولاد البغایا) نے قتل کیا

افسوس ہے کہ اس غم و الم پر آج میرے نانا رسولؐ اللہ کی وفات ہوئی۔ اے اصحاب محمدؐ! دیکھو یہ ذریت مصطفےٰؐ جو مثل قیدیوں کے ہانکے جا رہے ہیں۔"

روایت میں لکھا ہے کہ جب حضرت زینبؑ یہ کلمات فرما رہی تھیں تو اسے سُن کر دوست و دشمن زار زار رونے لگے۔ "اولاد البغایا" میں ایک اہم تاریخی اشارہ ہے۔ جس سے ابوسفیان اور عبید ابن زیاد کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ تاریخ فخری میں اس کی تفصیل درج ہے۔

اعثم کوفی نے اپنی تاریخ میں حضرت زینبؑ کے درج بالا کلمات تحریر کئے ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا خالی گھوڑا جب اہل بیت کے خیمہ پر آیا تو سب بیبیاں قتل گاہ کی طرف روانہ ہوئیں اور حضرت زینبؑ نے امام مظلوم کے تن بے سَر پر پہنچ کر درج بالا تقریر فرمائی تھی۔

"مفتاح البکا" میں روایت ہے کہ حمید ابن مُسلم کہتا ہے کہ جب خیام اہل بیت جلنے لگے تو میں نے دیکھا کہ ایک بی بی ایک جلتے ہوئے خیمے کی طرف دوڑیں اور خود کو آگ میں ڈال دیا اور ایک نوجوان کو باہر لائیں۔ اس وقت اس بی بی کے پاؤں سنبھل نہیں پا رہے تھے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ بی بی زینبؑ بنت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام ہیں اور وہ نوجوان علی ابن الحسینؑ ہیں۔ جب ان بی بی کی نظر عمر ابن سعد علیہ اللعن پر پڑی تو فرمایا کہ اے پسر سعد! خدا تیری نسل قطع کرے کیا تیرے باپ سعد نے یہی وصیت تجھے کی تھی کہ ایسے جرائم کا مرتکب ہو۔

ان واقعات سے جو اس روایت میں بیان کئے گئے ہیں حضرت زینبؑ کی ہمّت و شجاعت، استقلال، تحمّل، عظمت و جلال کی شان بلند نظر آتی ہے۔

"بحر المصائب" میں روایت ہے کہ حضرت زینب، حضرت امام حسین علیہ السّلام کی نعش مطہر پر پہنچیں تو رسولؐ کائنات کو مخاطب کر کے یہ نوحہ پڑھا:۔

هٰذا الذي قد كنت تلثم نحره ۔۔۔ امسیٰ نحيرا من حد د ظباءها

مِن بعدِ عجاکَ یا رسولَ اللّٰہ قدا   التی طریحاً فی ثریٰ رمضائہا

ترجمہ:۔ "یا رسول اللہ یہ وہی حسینؑ ہیں جن کے گلوئے مبارک کو آپ چومتے تھے۔ شام کو وہ ذبح ہو گئے۔ ان کو اشقیاء کی تلواروں کی دھاروں سے آپ کے دنیا سے جانے کے بعد پچھاڑ دیئے گئے گرم ریت پر۔"

اور پھر اپنی مادرِ گرامی کو مخاطب فرما کر نوحہ پڑھا:۔

یا اُماہ ھذا حسینکِ غریق بالدماء

وَعطشان فی ارض المحنۃ وَالبلاء

افاطمہ لوخلت الحسین مجدلاً

وَ شمر بنعلیہ علی صدرہ یرقیٰ

ترجمہ:۔ "اے اماں یہ آپ کے حسینؑ ہیں جو پیاسے اور اپنے خون میں ڈوبے ہوئے زمینِ کرب و بلا میں پڑے ہیں۔ اے فاطمہ! کاش آپ دیکھتیں کہ حسینؑ کو تہ تیغ کر دیا گیا اور شمر ملعون نعلین پہنے ہوئے ان کے سینے پر چڑھتا ہے۔"

(۲)

ابن اثیر کا تاریخ کامل میں بیان ہے کہ بعد شہادت حضرت امام حسین علیہ السّلام عمر ابن سعد ملعون دوؔ روز کربلا میں ٹھہرا رہا اور ۱۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو کوفہ روانہ ہوا۔ لیکن اکثر تواریخ و مقاتل میں اہلبیت کی کوفہ کو روانگی کی تاریخ ۱۱ محرم بتائی گئی ہے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ روز عاشورہ ہی عصر کے بعد اپنے مقتولین کو دفن کر کے عمر ابن سعد مغرب بعد کوفہ روانہ ہوا۔ یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ بعض معتبر اور مستند روایات سے یہ پایا جاتا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کے سب

انصار و اعزّہ شہید ہو گئے تو بعد ظہر آپ نے خود جہاد فرمایا اور زخموں سے چور چور ہو کر گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور تقریباً تین ساعت حالتِ غشی میں ریگِ گرم پر رہے۔ اس اثنا میں کئی ملاعین سرِ اقدس جدا کرنے آئے لیکن جو آتا تھا آپ اس کو دیکھتے تھے اور وہ ملعون مرعوب ہو جاتا تھا۔ اور یہ کہتا ہوا چلا جاتا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ دیکھ رہے ہیں۔ بالآخر عصر کا وقت آیا، آپ نمازِ عصر میں مشغول ہوئے اور سجدہ میں تشریف لے گئے کہ پس گردن سے آپ کو شمر ملعون نے ذبح کیا۔ بعد شہادت امام مظلومؑ اشقیا نے اہل بیت کے خیام جلائے، اسباب لوٹے، سروں سے چادریں تک چھین لی گئیں۔ عمر سعد نے اپنے مقتولین کو دفن کیا۔ شہدائے راہِ حق کے لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا گیا۔ اس لئے یہ کسی بھی طرح سے ممکن نہیں کہ روز عاشورہ ہی ابن سعد ملعون کوفہ کی طرف روانہ ہوا ہو۔ اس لئے ۱۱ محرم الحرام ۶۱ھ کو ہی روانگی ثابت ہوتی ہے۔

صاحب ریاض الشہادت رقم طراز ہیں کہ جب اہل بیت رسولؐ کوفہ جاتے ہوئے قتل گاہ میں وارد ہوئے تو ہر ایک بی بی اپنے عزیز و قریب کے جسد سے جا کر لپٹ گئی۔ حضرت زینبؑ، امام حسین علیہ السّلام کے جسد مطہر سے لپٹیں اور چیخ مار کر شدید گریہ فرمایا اور مدینہ کی طرف رُخ فرما کر فریاد کی ــــــ "یا رسول اللہ ھٰذا الحسین قبلتہ والصقت صدرہ علیٰ صدرک وَثلثم نحرہ فقد صرع فی الصحرا مجاوح الاعضا وَنحرہ من حور وصدرہ مکسور راسہ مقطوع من القضا وَ دقع علی القضاء وَجسمہ تحت سنابک خیول اھل البغاۃ وَ اولاد الطلقاء یا جداہ نحن اھل بیتک بالذل والھوان فی دارغربۃ وَ فی اسا کفوۃ فجرہ"

ترجمہ:۔ یا رسول اللہؐ یہ آپ کے حسینؑ ہیں جن کے رخسار و گلو کا آپ بوسہ لیا کرتے تھے۔ یہ قتل کر دئے گئے۔ ان کے اعضاء مجروح ہو گئے۔ ان کا سر گردن سے کاٹا گیا۔

اور نیزہ پر بلند کیا گیا۔ ان کا سینہ چور چور ہے اور ان کا جسم باغیوں اور آزاد کردہ لوگوں کی اولادوں کے گھوڑے کی سُموں سے پامال اور پاش پاش ہے۔ اے نانا! ہم اہل بیت دارِ غربت میں ذلیل و حقیر کر دیئے گئے اور کافروں اور فاجروں کے قیدی ہو گئے۔"

کتاب منتخب میں روایت ہے کہ حضرت زینبؑ یہ کلمات ارشاد فرما کر گریہ فرما رہی تھیں کہ ایک ملعون قریب آیا اور آپ کی پشت مُبارک پر اس زور سے کعب نیزہ سے اذیت پہنچائی کہ آپ زمین پر گر پڑیں اور شقی نے آپ سے کہا کہ بھائی سے رخصت ختم ہوئی۔ اب اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔ حضرت زینبؑ اٹھیں اور حضرت امام حسین علیہ السّلام کو مخاطب کر کے کہا :۔ "اودعک اللہ عزوجل یا ابن امّی یا شفیق روحی فان فراقی ھذا لیس عن فجع و لا عن ملالتہ ولکن یا ابن امّی کما تری یا نور بصری فاقرء جدی و ابی و امّی و اخی منّی السلام ثمّ اخبرھم بما جری علینا من ھولاء القوم۔"

ترجمہ :۔ "اے میرے ماں جائے، اے میرے شفیق روح میں آپ کو اللہ عزّ و جل کے حوالے کرتی ہوں۔ میں ضجر و ملال کے باعث آپ سے جُدا نہیں ہو رہی ہوں بلکہ آپ نے خود دیکھ لیا کہ کس جبر و سختی کے ساتھ مجھے آپ سے جُدا کیا جا رہا ہے۔ اے میرے ماں جائے میری آنکھوں کے نور! نانا، بابا، مادرِ گرامی اور بھائی کو میرا سلام کہئے اور ہم پر جو کچھ اس قوم لئیم کے ہاتھوں گذری ہے، خبر دیجئے۔"

صاحب بیت الاحزان لکھتے ہیں کہ حضرت زینبؑ نے قتل گاہ میں حضرت ام کلثومؑ کو نہیں پایا تو تلاش میں نکلیں اور انھیں نہر فرات کے کنارے لاش مطہر حضرت عباسؑ پر روتے ہوئے پایا اور وہاں سے ساتھ لا کر سوار کیا۔

ایک معتبر روایت میں ہے جسے بہت سی کتب نے پیش کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ روز عاشورہ ہم پر جو کچھ ظلم و ستم گزر نے تھے

گذر گئے۔ دوسرے روز کوفے جانے کے لئے ہم کو اونٹوں پر سوار کیا گیا اور ہم قتل گاہ میں پہنچے تو عجب دل فگار اور جگر خراش منظر دیکھا کہ شہدائے حق کے لاشہائے مطہر خاک وخون میں آلودہ بلا سر کے ریگ زار کربلا پر پڑے ہوئے ہیں۔ اشقیاء نے اپنے کشتہ ہائے نجس کو دفن کیا مگر شہیدانِ راہِ خدا کے لاشے بے گور و کفن ہیں۔ ان کے اجسام مطہر سے لباس تک اتار لئے گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے اس قدر قلق و اضطراب ہوا کہ قریب تھا کہ روح تن سے پرواز کر جائے میری حالت کو متغیر ہوتے دیکھ کر پھوپھی زینبؑ نے مجھ سے پوچھا ــــــ "مالی اراك تجود لنفسك یا بقیة جدی ابی و اخی"

"اے میرے نانا، بابا اور بھائی کی یادگار تجھے کیا ہو گیا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ تیرا دم نکلنے کو ہے۔"

میں نے عرض کی ــــ اے پھوپھی جان! کیوں کر میرا حال یہ نہ ہو جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بابا، چچا اور بھائیوں کے لاشہائے بے سر، بلا گور و کفن اس میدان میں پڑے ہیں ان کے لباس تک اتار لئے گئے ہیں اور ان کے دفن و کفن کا کوئی سامان نہیں۔ پھوپھی زینبؑ نے میرے ان کلمات کو سُن کر فرمایا ــــ

"لا یجزعنك ماتری فواللّٰہ ان ذالك لعهد من رسول اللّٰہ الی جدك وابیك وعمك ولقد اخذ اللّٰہ میثاق اناس من هٰذہ الامة لا تعرفهم فراعنة هذہ الارض وهم معروفون فی اهل السمٰوات انهم یجمعون هٰذہ الاعضاء المتفرقة فیوارونها وهٰذہ الجسوم المضرجة وینصبون لهٰذا الطف علما لقبر ابیك سید الشهداء علیه السّلام لا یدرس اثرہ ولا یعفو رسمه علی کرور اللیالی والایام و لیجتهدن ائمة الکفر واشیاع الضلالة فی محوہ وتطمیسه فلا یزداد اثرہ الا ظهورا وامرہ الا علوا"

ترجمہ:۔ "بیٹا تم کو یہ منظر پریشان نہ کرے۔ خدا کی قسم یہ رسول اللہؐ کا وہ معاہدہ ہے

جو آپؐ نے تمہارے دادا، تمہارے باپ اور تمہارے چچا کے ساتھ کیا تھا اور اللہ نے اس امت کے چند لوگوں سے میثاق لیا ہے جن کو اس اُمّت کے فراعنہ نہیں جانتے۔ حالانکہ وہ لوگ اہل سمٰوات کے درمیان مشہور اور معروف ہیں۔ پس وہ لوگ ان پراگندہ اعضا اور ان خون بھرے ہوئے اجسام کو جمع کر کے ان کو مٹی میں دفن کریں گے اور اس بیابان میں تمہارے باپ سید الشہداءؑ کی قبر کا نشان قائم کریں گے جس کا اثر اور نشان کبھی مٹنے کو نہیں۔ حالانکہ اہلِ کفر اور گمراہوں کی جماعتیں اس کے مٹانے کی کوشش کریں گی۔ لیکن جوں جوں اور جتنا وہ مٹانا چاہیں گے وہ نشان قبر اور ظاہر ہوتا جائے گا اور اس کو بلندیاں اور استحکام حاصل ہوتا جائے گا۔"

اس کے بعد حضرت زینبؑ نے حضرت اُمِّ ایمنؓ سے منسوب ایک حدیث کا بیان فرمایا جس میں تحریر ہے کہ ایک روز حضرت زینبؑ سے اُمّ ایمنؓ نے فرمایا کہ ایک روز حضرت رسولِ خداؐ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ رسولِ خداؐ کے لئے حریرہ تیار کر کے لائیں اور حضرت امیر المومنینؑ نے کھجوریں پیش کیں اور خود جناب اُمّ ایمنؓ نے مسکہ اور دودھ حاضر خدمت کیا۔ آنحضرتؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنینؑ علیہم الصلواۃ والسّلام نے اشیاء نوش فرمائیں۔ اس کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السّلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ منہ دھلائے۔ آنحضرتؐ ہاتھ منہ دھونے کے بعد دونوں ہاتھ چہرۂ مبارک پر پھیرے اور حضرت امیر المومنینؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ آپؐ کے چہرۂ مبارک سے سرور و شادمانی کے آثار نمایاں تھے پھر رسولؐ کائنات آسمان کی طرف تھوڑی دیر دیکھتے رہے۔ اس کے بعد رُو بہ قبلہ ہو کر کچھ دعائیں پڑھیں اور سجدہ میں گئے اور رونے لگے۔ کچھ دیر بعد جب آپؐ سجدے سے اٹھے تو آپؐ کی ریش مبارک پر آنسو مثل قطرہ ہائے آب باراں ٹپک رہے تھے۔ آپؐ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت فاطمہؑ، حضرت امیرؑ اور حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ محزون اور ملول ہوئے۔ جب رسولؐ اللہ کا گریہ دیر تک جاری رہا تو حضرت امیر المومنینؑ اور حضرت خاتون جنتؑ نے عرض کیا۔

یارسول اللہؐ! خدا آپ کی آنکھوں کو نہ رُلائے۔ آپؐ کے گریہ و بکا نے ہمارے قلوب کو مجروح کر دیا ہے۔ ہم نے کبھی آپ کی ایسی حالت نہیں دیکھی۔ آپ سبب گریہ بیان فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا — " اے میرے حبیب! اے علی مرتضیٰؑ! آج میں تم سب کو دیکھ کر اتنا زیادہ مسرور اور شاد ہوا کہ کبھی نہیں ہوا تھا اور میں خدا کی ان نعمات کا شکر بجا لا رہا تھا کہ جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہؐ! خدائے جلیل آپ کی دلی کیفیت سے واقف ہوا۔ جو خوشی آپ کو اپنے بھائی، بیٹی اور نواسوں کے دیدار سے حاصل ہوئی۔ اس سے آگاہ ہوا اور اس نعمت کو آپ کے لئے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ ان ذوات مبارکہ کو آپ کی ذرّیت قرار دیا۔ ان کے دوست آپ کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور کبھی آپ سے جدا نہیں ہوں گے اور اسی طرح زندگی بسر کریں گے جیسا آپ بسر فرمائیں گے۔ آپ ان سے راضی و خوش رہیں گے۔ لیکن یا رسول اللہؐ ان کے ساتھ یہ ہوگا کہ اس دنیائے فانی میں آپ کی ذرّیت اور آپ کے دوست داروں پر آفات و آلام و مصائب نازل ہوں گے۔ آپ کی امت سے ایک گروہ جو آپ کے دین کو برائے نام اختیار کئے ہوگا، ان پر مظالم ڈھائے گا۔ یہ گروہ اشقیا بظاہر تو آپ کی امت سے ہوگا لیکن یہ خدا اور رسولؐ سے بیزار ہوگا اور آپ کی ذرّیت اور آپ کے دوست داروں کو قتل کرے گا، ایذائیں پہنچائے گا اور ان کے قبور و آثار مٹاتا رہے گا۔ روایت بہت طویل ہے۔ مختصر یہ کہ اس میں حضرت جبرئیل نے واقعۂ کربلا کی تفصیلات بھی بتائیں۔ جس پر سرورِ عالمؐ رونے لگے۔ آنحضرتؐ نے واقعۂ کربلا کے متعلق حضرت جبرئیلؑ کے بیان کو سُن کر گریہ و بکا کیا۔ اور آنحضرتؐ کے گریہ و بکا کا یہی سبب تھا۔

اس روایت سے حضرت زینبؑ کے صبر و ضبط و تحمّل، عرفان و آگہی اور تدبر کا پتہ چلتا ہے۔ باوجود عورت ہونے کے ایسے ہولناک ماحول میں جہاں بڑے بڑے مُردوں کے قدم میں لغزش ہونے لگے۔ حضرت زینبؑ نے کس پامردی اور کمال صبر کا امتحان دیا ہے اور بڑے سنجیدہ اور اسرار و معارف سے بھرپور انداز

میں اپنے بھتیجے کو سمجھاتی ہیں اور اہل بیت رسولؐ کو بعد رحلت رسولؐ جو جو مصائب اور ایذائیں اٹھانا پڑیں، ان سب پر بھرپور اور واضح اشارہ ہے۔ اور یہ مصائب و شدائد اٹھانے بھی پڑے ہیں اور آج تک کسی نہ کسی شکل میں دوست داران اہل بیت کو اٹھانے پڑ رہے ہیں۔ حضرت ام ایمنؓ کے ذریعہ حضرت زینبؑ کے علم میں یہ باتیں لائی گئی تھیں۔ جسے حضرت زینبؑ نے حسب موقع اور برمحل بیمار بھتیجے کو تفصیل سے بتائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ حضرت زینب کا ہی جگر اور عزم بلند تھا جس نے بیبیوں اور بیمار بھتیجے کو سہارا دیا۔

(۳)

کربلائے معلیٰ سے نجف اشرف کا فاصلہ لگ بھگ پچاس میل بتایا جاتا ہے۔ نجف اشرف سے کوفہ تقریباً چھ میل پر واقع ہے۔ ممکن ہے اہل بیت رسولؐ کو انھیں راستوں میں سے کسی ایک راستے سے لے جایا گیا ہو۔ جو آج بھی جاری ہے۔ لیکن اس وقت اس طرح کی شاہراہیں کہاں رہی ہوں گی۔ غیر افتادہ اور ناہموار زمین رہی ہو گی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسرا بنایا گیا ہو۔ لیکن روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ راستہ بہت سرعت کے ساتھ طے کیا گیا۔ کیوں کہ اشقیا ر چاہتے تھے کہ بہت جلد کوفہ پہنچ جائیں۔ ان دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کی جلدی کے باعث اہل بیت رسولؐ کو سخت زحمتوں، دشواریوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ذریت رسولؐ کو ایذا پہنچانے اور ان کی توہین و تذلیل کرنے کی غرض سے انھیں شتر ہائے بے کجاوہ پر بٹھایا گیا جو بجائے خود بہت تکلیف دہ تھا اور پھر جلدی کی خاطر اونٹوں کو اس طرح ہانکا جاتا تھا کہ بچے گر پڑتے تھے۔ تواریخ و مقاتل میں ہے کہ اہل بیت رسولؐ گیارہ[۱۱] محرم ۶۱ھ کی صبح میں کربلائے معلیٰ سے روانہ ہوئے اور اسی روز شام کے وقت کوفہ پہنچے یعنی یہ سفر دس بارہ[۱۲] گھنٹے میں طے ہوا۔ اس سے

یہ ثابت ہوتا ہے کہ اونٹوں کو بہت تیزی کے ساتھ چلایا گیا۔ تقریباً ۷۵ میل کا فاصلہ اتنی قلیل مدت میں طے ہوا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت اطہار کو کہیں تھوڑی دیر بھی راستے میں نہیں آرام کرنے دیا گیا۔

"ریاض الاحزان" میں ہے کہ جب عمر سعد ملعون کوفہ کے قریب پہنچا اور ایک فرسخ فاصلہ رہ گیا تو ٹھہر گیا اور ابن زیاد ملعون کو اطلاع دی۔ ابن زیاد علیہ اللعن والعذاب نے سر اقدس حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کو جو اس کے پاس پہلے ہی پہنچ گیا تھا، عمر ابن سعد کے پاس بھیجا اور تاکید کی کہ سر نیزہ پر بلند کیا جائے اور جب اہل بیت رسولؐ قیدیوں کی طرح شہر میں داخل ہوں تو یہ سر بھی نوک نیزہ پر بلند ہو کر ان کے ساتھ ساتھ رہے۔ جب سر مبارک امامؑ عالی مقام نوک نیزہ پر بلند ہوا تو حضرت زینبؑ نے بڑی حسرت و یاس سے بھائی کے سر مبارک کو دیکھا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور بڑے دردناک انداز میں فرمایا :-

اخی یاهلالاً غابطلوعه فمن فقده اضحی نهاری کالیلتی

ترجمہ :- "اے بھائی تم ایک چاند تھے کہ جن کا طلوع ہونا اب موقوف ہو گیا، اور تمہارے نہ ہونے سے میرا دن رات میں بدل گیا۔"

"ابواب الجنان" کی جلد سوم میں ہے اور علامہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے بھی یہ روایت بیان کی ہے کہ جب اہل بیت رسولؐ بیرون شہر کوفہ پہنچے تو ان کا ایک محلّہ میں قیام کرایا گیا۔ اس محلّہ میں ایک عورت اپنے گھر میں عبادت میں مشغول تھی۔ اس نے بلند آواز یں اور شور سنا تو چادر اوڑھ کر اپنے مکان کی چھت پر آئی۔ دیکھا کہ فوج ہے اور اس کے ساتھ نیزوں پر چند سر بلند ہیں جو مثل آفتاب درخشاں و فروزندہ ہیں۔ شتر ہائے بے کجاوہ پر چند عورتیں بلا مقنع و چادر سوار ہیں جو حیرت و یاس سے ان سروں کو دیکھ رہی ہیں۔ سب کے سامنے کے اونٹ پر ایک بلند قامت بی بی ہیں جن کی گود میں ایک تین چار سال کی بچّی ہے جو ترساں و لرزاں اور پیاسی ہے اور بار بار اس بی بی سے پانی مانگ رہی ہے۔ یہاں تک کہ شدّت

پیاس سے بے ہوش ہو گئی ہے اور وہ بی بی بچی کی یہ حالت دیکھ کر مغموم اور محزون ہوئیں اور رونے لگیں۔ یہ عورت جو اپنے مکان کی چھت پر سے یہ کیفیت دیکھ رہی تھی، بے قرار ہو گئی اور پکار کر پوچھا کہ تم کس قوم اور قبیلہ کے قیدی ہو۔ تو اس بی بی نے فرمایا کہ ہم آلِ محمدؐ، ذریتِ رسولؐ ہیں۔ اس عورت نے جب یہ سُنا تو اپنے منھ پر طمانچے مارنے لگی اور کہا کہ اے بی بی! میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ شاہ ولایت امیرالمومنینؑ کی بڑی صاحبزادی سے مشابہت رکھتی ہیں۔ برائے خدا نام بتائیے اور فرمائیے کہ ان سروں میں جو سر، سردار کا ہے ان کا نام کیا ہے؟ اس وقت حضرت زینبؑ نے اس عورت کو غور سے دیکھا اور فرمایا کہ اے عورت میں ہی زینبؑ بنتِ علیؑ ابن ابی طالب ہوں اور وہ سرِ مبارک، سرور و سردار حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ، میرے بھائی کا ہے۔ جب اس عورت کو یہ حال معلوم ہوا تو سر اور منھ پیٹتی ہوئی مکان کی چھت سے نیچے اتری اور اس کے پاس جتنے مقنع و چادریں تھیں لاکر حضرت زینبؑ کی خدمت میں پیش کی جو ظالموں نے چھین لیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ جناب امّ حبیبہ کنیز جناب امام حسن علیہ السّلام ان دنوں کوفہ میں رہتی تھیں۔ ان کا عقد ایک شخص مسمیٰ عبداللہ ابن رافع سے ہو گیا تھا۔ امام حسن علیہ السّلام کی جب شہادت واقع ہوئی تو یہ خبر شہادت سُن کر روتے روتے نابینا ہو گئی تھیں۔ انھیں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی اطلاع نہ تھی۔ جب اہلِ بیت رسولؐ شہر کوفہ میں داخل ہوئے تو شور و غل سُن کر بالائے بام گئیں اور چند قیدیوں کو دیکھا۔ پھر دریافت فرمایا کہ آپ حضرات کون ہیں؟ اور پھر آہ و گریہ کیا اور چادریں لاکر دیں۔ جنہیں اشقیا نے چھین لیا۔

علامہ فاضل دربندیؒ اپنی کتاب "اسرار الشہادت" میں لکھتے ہیں کہ ——

"ان بیبیوں کی غیرت اور جلالت قابل دید اور بے نظیر تھی۔ جب یہ مخدراتِ عصمت و طہارت بازار کوفہ میں داخل ہوئیں تو شہر کی آئینہ بندی کی گئی تھی۔ شہر کے عوام اور جہلاء جمع ہو کر انھیں دیکھنے لگے۔ بچوں کو خرمہ اور روٹی دینے لگے تو حضرت زینبؑ اور حضرت

ام کلثوم نے انھیں ڈانٹا اور فرمایا۔ "اے بے حیا اور بے شرم لوگو اپنی آنکھیں نیچی کر لو اور ہمارے بچوں کو صدقہ نہ دو کہ صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے۔" اور صدقات بچوں کے ہاتھ سے لے کر پھینک دیتی تھیں۔ فاضل دربندیؒ فرماتے ہیں کہ ان بیبیوں کے ان کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس اسیری، پریشانی، درماندگی اور بے بسی و بے کسی کے عالم میں بھی انھیں اپنے حفظ مراتب، عفت و عزت نفس کا اس قدر خیال تھا کہ اہل کوفہ کو عتاب آمیز خطابات سے مخاطب فرمایا۔

جاحظ نے اپنی کتاب "البیان" میں خزیمہ الاسدی کی روایت لکھی ہے۔ احتجاج میں بھی یہ روایت ہے مگر راوی کا نام جذام الاسدی لکھا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں کوفہ میں اس روز داخل ہوا جس روز قیدیان آلِ محمدؐ کربلا سے کوفہ لائے گئے تھے۔ اس روز میں نے دیکھا کہ کوفہ کی اکثر عورتیں چاک گریباں، پا پیادہ گھروں سے نکل آئی تھیں اور گریہ و بکا کر رہی تھیں۔ حضرت زینبؑ نے جب زنان کوفہ اور ان کے مردوں کا یہ رونا پیٹنا دیکھا تو ان کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو جائیں اور اشارہ کے ساتھ ہی سب خاموش اور دم بخود ہو گئے اور جرس و طبل کی آوازیں تک بند ہو گئیں اور حضرت زینبؑ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ راوی کی اصل عبارت یہ ہے:۔

"قد اشارت الی الناس ان انصتوا فارتدت الانفاس و سکنت الاجراس"

روز عاشورہ حضرت امام حسین علیہ السّلام نے بھی ایک دفعہ عمر ابن سعد سے کہا تھا کہ لشکر کو خاموش اور ساکت کرے۔ لیکن یہ ملعون کچھ نہ کر سکا تو امام علیہ السّلام نے اپنے دست معجز نما سے اشارہ فرمایا اور اشارہ کے ساتھ ہی ایسا سکوت طاری ہوا کہ مچھروں کی آواز سنائی دینے لگی۔ بازار کوفہ میں حضرت زینبؑ سلام اللہ علیہا کے دستِ مبارک کے اشارہ کا بھی وہی اثر ہوا۔ اس سے ظاہر اور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زینبؑ بھی اسی روحانی اقتدار و تصرف کی مالک تھیں جو آپ کے شہید بھائی حضرت امام